# تعلیقاتِ رضا

(۱)

در مختار کے حاشیہ طحطاوی پر حواشی

افادات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

ترجمہ وتحقیق

مولانا محمد صدّیق ہزاروی

مرکزی مجلسِ رضا ○ لاہور

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا (۴۲)

کتاب ـــــــــ تعلیقات رضا
حاشیۂ الطحطاوی پر حواشی
مصنف ـــــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
ترجمہ و تحقیق ـــــــــ مولانا محمد صدیق ہزاروی
باراول ـــــــــ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ مارچ ۱۹۸۲ء
خطاط سرورق ـــــــــ صوفی خورشید مخمور
مطبع ـــــــــ حمایت اسلام پریس لاہور
ناشر ـــــــــ مرکزی مجلس رضا لاہور
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
قیمت ـــــــــ دعائے خیر بحق معاونین مجلس رضا

رضا اکیڈمی
مسجد رضا محبوب روڈ
چاہ میراں لاہور نمبر 39

ملنے کا پتہ

۱۔ مرکزی مجلس رضا، نوری مسجد بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور

۲۔ مسجد رضا محمدی سٹریٹ محبوب روڈ چاہ میراں۔ لاہور

# فہرست

# علامہ غلام رسول سعیدی

## شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے متعدد کتب پر قلمی حواشی موجود ہیں جن میں اکثر ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں، انہیں نایاب اور نادر حواشی میں سے زیر نظر حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ہے۔

پہلے یہ رواج عام تھا کہ علماء اپنی تصانیف میں متعدد کتابوں کی عبارتیں ذکر کرتے اور جلد یا صفحہ کی نشاندہی نہیں کرتے تھے، حدیث شریف ذکر کردیتے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے لیکن اب قارئین کی سہولت کی خاطر عام طور پر یہ طریقہ اختیار کرلیا گیا ہے کہ جس کتاب کا متن میں ذکر ہو، حاشیہ میں اس کی جلد اور صفحہ اور مصنف کے نام اور سن وفات کی بھی تصریح کردی جائے۔

مولانا محمد صدیق صاحب سعیدی ہزاروی (شکر اللہ سعیہم) نے انتہائی عرق ریزی سے اعلیٰ حضرت کے ان حواشی کے مراجع اور (ماخذ) اصل کتابوں سے تلاش کئے اور ان کو جلد اور صفحہ کی قید کے ساتھ حاشیہ میں ذکر کیا اور اس کا انتہائی سہل اور دل نشین ترجمہ کیا، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو ثمر آور کرے اور مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔

حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے، وہ اعلیٰ حضرت کی علمی شخصیت کو متعارف کرانے کے لئے اور ان کے فیض کو جاری رکھوانے کے لئے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو سامنے لاتے رہتے ہیں، اس رسالہ کی طباعت بھی انہی کی مساعی کا ثمرہ ہے۔

غلام رسول سعیدی ۲۰ رمضان ...

# علامہ حافظ عبد الحی چشتی قدس سرہ[۱]

## سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی ونسلم علی حبیبہ ورسولہ الکریم

اما بعد عرض اینکہ میرے عزیز مکرم وہمدم محترم مولانا مولوی محمد صدیق صاحب ہزاروی مدرس دار العلوم جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور وخطیب جامع مسجد خراسیاں، لوہاری منڈی لاہور، جو افاضل روزگار میں سے ہیں، نے اپنی ہمتِ عالی کے پیشِ نظر ایک نایاب علمی خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کی سعی فرمائی مولانا موصوف نے اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کے وہ نادر حواشی جو اعلیحضرت طحطاوی شرح الدر المختار پر اور معالم التنزیل یعنی تفسیر امام بغوی پر چڑھاتے ہیں ترجمہ وشرح کے ساتھ مراجع حواشی کے حوالوں کو بھی تلاش کر کے ساتھ کے قلم بند کر دیا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

موصوف نے آج اپنی اس علمی پیداوار کی کتابت شدہ کاپیاں مجھے دکھائیں جن کو میں نے مختلف جگہوں سے دیکھا، الحمد للہ! کام بڑی تندہی ا پوری جدوجہد سے کیا گیا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہر ذی علم موصوف کی اس علمی بیش بہا خدمت کو دیکھ کر موصوف کا شکر گزار ہو گا۔

میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ موصوف کی اس دینی اور علمی سعی کو مشکور فرمائے اور موصوف ماجور، وما ذالک علی اللہ بعزیز، والسلام ۲۷ راگست ۱۹۸۱ء

حافظ محمد عبد الحی چشتی غفرلہ ربہٗ

مفتی بہاولپور وسابق شیخ الحدیث دار العلوم النظامیہ واسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

---

۱؎ پانچ جنوری ۱۹۸۲ء کو آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۲؎ تفسیر معالم التنزیل پر حواشی بھی مجلس رضا کی طرف سے چھپ چکے ہیں۔

# تعارف

علم وفضل کے آفتاب درخشاں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ، کا شماران نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جن پر خود زندگی ناز کرتی ہے۔ آپ ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ/۱۴ رجون ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف (بھارت) کے ایک علمی و روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور تیرہ برس کی عمر میں صرف نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اصول، معانی وبیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ تمام علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۴ رشعبان ۱۲۸۶ھ کو سند فراغت حاصل کی، اور اسی روز مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

آپ کو مذکورہ بالا علوم کے علاوہ تاریخ، لغت، ارثماطیقی، جبر ومقابلہ، حساب سینی، لوگارثمات، توقیت، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث سطح، ہیئت جدیدہ، جفر، علم الفرائض عروض وقوافی، نجوم، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر ہندی، خط نسخ، خط نستعلیق وغیرہ میں کمال فن حاصل تھا۔ درس وتدریس، فتاویٰ نویسی، تصنیف وتالیف، احیاء اسلام، رد بدعات ومنکرات اور تجدید عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسی اہم مصروفیات سے بھرپور زندگی کے تقریباً اڑسٹھ سال گزارنے کے بعد آپ نے ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کر کے ابدی زندگی حاصل کی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تقریباً پچاس علوم و فنون پر تقریباً ایک ہزار علمی تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ خصوصاً بڑے سائز کی بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاوٰی رضویہ، جو علوم و فنون کا مستقل انسائیکلوپیڈیا ہے، آپ کی علمی کاوشوں اور اجتہادی بصیرت کا نادر شاہکار ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم و فنون کی کم و بیش تمام کتب متداولہ پر حواشی تحریر فرمائے جن میں کچھ چھپ چکے ہیں جبکہ بعض منتظر طباعت ہیں۔

---

جناب سید ریاست علی رضوی (منیجر ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان کراچی سیلز ڈیپارٹمنٹ) نے ۱۹۷۹ء میں بریلی شریف میں قیام کے دوران اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی کی کتب و رسائل کے بارے مختلف حضرات سے تبادلۂ خیال کیا جو سود مند ثابت ہوا اور اس کے نتیجے میں حضرت مولانا خالد علی خان صاحب (نواسہ حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفٰے رضا خان بریلوی) نے اُن کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے باسٹھ (۶۲) غیر مطبوعہ حواشی اور کچھ مطبوعہ رسائل مہیا فرمائے۔

اہلِ سنت و جماعت، ہر دو حضرات کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے حضرت فاضل بریلوی کی علمی و تحقیقی کاوشوں سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

---

زیر نظر حواشی، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار پر فاضل بریلوی کی علمی تعلیقات ہیں جن کی تحقیق و ترتیب اور ترجمہ کے ضمن میں راقم نے حتی المقدور سعی کی ہے؛ تاہم علمی بے بضاعتی کے پیش نظر کوتاہی کا اعتراف ہے اور قارئین سے مفید مشوروں اور اصلاح کی نہ صرف توقع بلکہ اپیل ہے۔

---

قابل قدر اساتذہ کرام حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے قدم قدم پر راہنمائی فرما کر میرے لیے اسے سہل بنایا اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلی نے نظر ثانی کے ذریعہ تعاون فرمایا۔ راقم ان حضرات کا تہہ دل سے

ممنون ہے۔

مرکزی مجلس رضا لاہور، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس کی دینی و ملی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ حکیم اہلِ سنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی، اہلِ سنت وجماعت کے لیے سراپا خدمت، رافت وشفقت اور مشعل راہ ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کی علمی و روحانی شخصیت سے بغض و عداوت کی دبیز تہوں کو ہٹا کر ملتِ اسلامیہ کو ان کی شخصیت سے روشناس کرانے میں مرکزی مجلسِ رضا کا معتد بہ حصّہ ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے تعمیری منصوبوں کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حضرت حکیم محمد موسیٰ سمیت اکابر اہلِ سنت کا سایہ ہمارے سروں پہ تا دیر قائم رکھے۔ آمین

محمد صدّیق ہزاروی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متوطن: چھڑ ڈاکخانہ چیڑ بٹ

تحصیل وضلع مانسہرہ —— ہزارہ۔

# علامہ سیّد احمد طحطاوی

(م ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء)

فقہ حنفی کے مفتی شہیر علامہ سیّد احمد بن محمد بن اسماعیل روقاطی، طحطاوی، سیّد محمد توقادی، رومی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد، اسیوط (مصر) کے قریب، مقام طحطا میں سکونت پذیر تھے اور وہیں علامہ طحطاوی کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور مفتی حنفیہ مقرر ہوئے۔ علم فقہ کے حصول کے لیے آپ نے شیخ وقت، شیخ محمد حریری قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علامہ طحطاوی، علم وفضل میں یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

چار ضخیم جلدوں پر مشتمل درمختار پر حاشیہ، نورالایضاح کی شرح مراقی الفلاح پر حاشیہ اور موزوں پر مسح کے بارے میں رسالہ، آپ کے رشحاتِ قلم سے ہیں۔

تحقیق وتدقیق سے مزین یہ تصانیف شہرت تامہ رکھتی ہیں اور آپ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مشہور حنفی فقیہ، علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ نے ردالمحتار کی تصنیف میں آپ کے حواشی سے استفادہ کیا۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ کو آپ کا وصال ہوا[1]

---

[1] عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین ج ۲ ص ۸۱

" اسمٰعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۱۸۴

" فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**امامِ طحطاوی**[1] —— امام سید احمد طحطاوی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح میں لفظِ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا تو یہ سِمُوٌّ سے مشتق ہے یا وِسْمٌ سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوفی ہیں۔

**اعلیحضرت** —— کوفیوں کے نزدیک اسم کا وِسْمٌ سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے جیسے اُدْؤُرٌ اصل میں اَدْوُرٌ تھا، واؤ کو مقدم کرکے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور آنیُقٌ در اصل اَینُقٌ تھا۔

**امامِ طحطاوی**[2] —— بسم اللہ میں "ب" کے ظرف کا ذکر کرتے ہوئے، امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جمہور شارحین اور عام مفسرین کے نزدیک حرفِ جار کا متعلق اَقْرَأُ ہے جو بسم اللہ کے بعد مقدر ہے اور یہاں پانچ امور ہیں، متعلق فعل ہو فعل مضارع ہو، خاص فعل ہو، محذوف ہو اور مؤخر ہو، فعل خاص کے متعلق ہونے پر بطور دلیل علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شروع کئے جانے والے کام کی مناسبت سے فعل کا مقدر ہونا اولیٰ ہے۔

**اعلیحضرت** —— جب شروع کئے جانے والے کام پر کوئی قرینہ موجود ہو تو پھر فعل خاص کی تقدیر میں کوئی حرج نہیں (مثلاً کھانا سامنے ہو تو اٰکُلُ مقدر ہوگا، قلم دوات اور کاغذ کا ہونا کتابت پر قرینہ ہے لہٰذا اَکْتُبُ فعل مقدر کیا جا سکتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس)

**طحاوی ۳** ـــــ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن اور رحیم کی بحث میں علامہ طحطاوی فرما
ہیں کہ رحمٰن کا لفظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، غیر خدا پر
اس کا اطلاق نہیں ہوتا البتہ معنوی اعتبار سے یہ عام ہے کہ مومن اور غیر مو
سب سے متعلق ہو سکتا ہے لیکن رحیم لفظاً عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاو
مخلوق پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے (جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فرمایا گیا) لیکن معنوی اعتبا
سے صرف مومنین کے ساتھ اور وہ بھی آخرت میں، خاص ہے۔

**اعلیحضرت** ـــــ صفت "رحیم" کا مومن کے ساتھ آخرت میں خاص ہونا اس
وقت ہے جب کہ اس کا اطلاق اللہ تعالےٰ پر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ
کی صفت ہو۔

**طحاوی ۴** ـــــ دونوں صفتوں میں سے کونسی ابلغ ہے؟ اس اختلاف
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض کے
نزدیک "رحمٰن" ابلغ ہے اور یہی قول زمخشری کا مختار ہے اور بعض کے
نزدیک "رحیم" ابلغ ہے، قولِ ثانی کی ترجیح پر بطورِ دلیل امامِ طحطاوی نے
حدیث بیان کی: رحیم الدنیا ورحمٰن الآخرۃ۔

**اعلیحضرت** ـــــ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک کے الفاظ
میں رحمٰن اور رحیم دونوں کو دنیا و آخرت سے متعلق بیان کیا گیا چنانچہ
فرمایا گیا رحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما لہٰذا صفتِ رحیم
کو دنیا اور رحمٰن کو آخرت سے متعلق بیان کرنا الفاظِ حدیث میں تبدیلی
اور یہ تفنن کی قسم سے ہے ورنہ حدیثِ پاک کے الفاظ دونوں مذاہب کا
رد کرتے ہیں، ان کا بھی جو رحمٰن کو خاص مانتے ہیں اور ان کا بھی جو رحیم کو

خاص مانتے ہیں لہذا بہتر وہی ہے جسے بعد میں علامہ طحطاوی نے خود بیان کیا وقیل الاظہران جہۃ المبالغۃ فیہما مختلفۃ فمبالغۃ فعلان من حیث الاستیلاء والغلبۃ ومبالغۃ فعیل من حیث التکرار۔

**۵ طحطاوی** بسم اللہ پڑھنے کے احکامات ومقامات کا ذکر کرتے ہوئے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور انہی مقامات میں سے ایک سورۂ برارت سے ابتداء قرارت ہے لیکن بعض مشائخ نے یہ قید لگائی ہے کہ جب سورۂ برارت کو سورۂ انفال سے ملا کر پڑھے تو مکروہ ہے ورنہ سورۂ برارت سے ابتداء ہو تو سنت ہے، اس کے بعد ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

**اعلیحضرت** ـــــ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہی بات اس حدیث پاک سے ثابت ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ برارۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی [۱]

---

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سورۂ انفال اور سورۂ برارۃ کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی کو بلا کر حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں درج کر دو، سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے جبکہ سورۂ براءۃ آخر قرآن سے ہے، ان دونوں کے بیان کی مشابہت کی وجہ سے میں نے ان کو ایک شمار کیا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا لیس میں نے ان دونوں کو بسم اللہ لکھے بغیر ملا دیا (الحدیث ملخصاً) (ترمذی شریف صفحہ ۴۴)

طحطاوی[۶] ـــــ امام طحطاوی نے فرمایا کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے، اس خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ "اگر شراب پینے، حرام کھانے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا" کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اذن ہو کیونکہ اس کے نام سے برکت یا امداد کا حصول اس کی رضا کے بغیر متصور نہیں چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بکری چوری کر کے اس پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرے، پھر وہ مالک کو مل جائے تو کیا وہ اسے کھائے؟ اصح بات یہ ہے کہ وہ نہ کھائے کیونکہ اس چور نے حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ نہ تو وہ اس بکری کا مالک ہے اور نہ ہی اسے مالک کی اجازت حاصل ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ اعلیٰ حضرت نے علامہ طحطاوی کے ساتھ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلافِ معتمد علیہ قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی بتایا کہ فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے اس مسئلہ کو ذبائح کی بحث میں بیان فرمایا ہے۔

شامی میں ہے:۔

وفیہ نظر لان المعتمد خلافہ بدلیل قولھم بصحۃ التضحیۃ بشاۃ الغصب واختلافھم بشاۃ الودیعۃ ولھذا قال السائحانی اقول ھذا ینافی ما تقدم فی الغصب وفی الاضحیۃ فلا یعول علیہ[۱]

---

[۱] ردالمختار: ج ۵، ص ۳۰۷، کتاب الصید۔

خود علامہ طحطاوی نے کتاب الاضحیہ میں کما یصح لو ضحی بشاۃ الغصب کی تشریح میں لکھا ہے:-

یستفاد من حل الذبیحۃ بالضمان و عدم الکفر بالتسمیۃ علی الحرام القطعی بل لا یکفر الا بالاستحلال[1]

پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:-

وینبغی ان توکل ھذہ الشاۃ[2]

طحطاوی[7] — درِ مختار کے مصنف حضرتِ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے کتاب کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا یا من شرحت "اے وہ ذات جس نے ہمارے سینوں کو کھول دیا" اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یا من کا مطلب ہے اے وہ ذات جسے پکارا گیا، اور یہ اندازِ تخاطب تعظیمِ خداوندی کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیحضرت — امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح مخاطب کرنا مکروہ خیال کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں اس طرح مذکور ہے (پھر اعلیحضرت نے دو حدیثیں ذکر فرمائیں) "اے وہ ذات جس نے برائی کو چھپایا اور اچھائی کو ظاہر کیا" دوسری حدیث میں فرمایا "اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا پس پورا کیا اور ڈرایا پھر معاف کیا۔

طحطاوی[8] — علامہ علاؤ الدین حصکفی نے درِ مختار کے خطبہ میں فرمایا کہ اس کتاب کو

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ج ۴ ص ۱۶۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ...

دیکھنے والے سے مجھے امید ہے کہ وہ اسے رضامندی اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے اور اگر کہیں نقص پائے تو اصلاح کے ساتھ اس کی تلافی کرے چنانچہ الفاظ یہ ہیں :-

ومأمولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا و الاستبصار وان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح الخ

لفظِ تلافہ پر بحث کرتے ہوئے امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ تلفہ ہے، ہوسکتا ہے کہ الف اشباعی[ا] ہو اور یہ بعض لوگوں کی لغت ہے جس طرح قنیہ میں کہا گیا ہے اگرچہ زیلعی نے اس کو (قواعد کی رُو سے) بعید قرار دیا ہے اور شعر کے ساتھ مخصوص گردانا ہے۔

**اعلیحضرت** ـــــ بطورِ استشہاد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ الف اشباعی کے ساتھ "تلفہ" کو پڑھنا اسی طرح ہے جس طرح بعض لوگوں کی لغت میں حروفِ مدہ کی جگہ صرف حرکات کی ادائیگی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور یہ بھی قنیہ میں مذکور ہے پس پہلا گروہ اعوذُ کو اعوذ (حرفِ مدہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور دوسرے حرفِ مدہ کے بغیر صرف حرکت کے ساتھ اَعَمُ پڑھتے ہیں۔

**طحطاوی** ـــــ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں تاریخ بغداد کے حوالے سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے طلبِ فقہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے جو بقولِ خطیب بغدادی امام یوسف علیہ الرحمہ نے روایت کی جس میں

---

[ا] الف اشباعی، کھڑی زبر (الفِ مقصورہ) کو کہتے ہیں۔

امام صاحب قدس سرہ نے اپنے بچپن کا واقعہ ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمہ طلبِ علم کے سلسلہ میں استخارہ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے قرآن سیکھو (آپ فرماتے ہیں) میں پوچھتا ہوں اس کا انجام کیا ہوگا تو جواب ملتا ہے کہ جب تم قرآن حفظ کر کے ایک جگہ بیٹھ جاؤ گے، بچے پڑھنے آئیں گے پھر ان میں سے کوئی تم سے زیادہ لائق ہو جائے گا یا برابر ہوگا تو آپ کی سرداری ختم ہو جائیگی، اسی طرح علمِ حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھیں گے پھر طلباء آپ کے پاس آئیں گے تو کچھ ہی عرصہ بعد آپ غلط بیانی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے تو جھوٹ سے متہم ہوں گے تو میں نے کہا اس کی بھی حاجت نہیں، پھر میں نے کہا اگر میں نحو پڑھوں، انجام کار کیا ہوگا؟ تو جواب دیا گیا، تو مدرس بن جائیگا اور پھر تیری آمدنی دو تین دینار سے زیادہ نہیں ہوگی، میں نے کہا اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں۔ پھر میں نے کہا اگر میں شعر کہوں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ ہو، جواباً کہا گیا کہ یا تو تو کسی کی مدح کریگا یا ہجو دونوں صورتوں میں کسی نہ کسی لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح علم کلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب ملا کہ اس کا انجام بھی اچھا نہیں کیونکہ تجھے معاذ اللہ زندیق کہا جانے لگیگا۔ آخری سوال فقہ کے بارے میں کیا تو جواب ملا کہ جب تو فقیہ بن جائے تو لوگ تجھ سے مسائل پوچھیں گے تو فتوٰی دے گا اور تجھے عہدہ قضا کے لئے دعوت دی جائے گی تو میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی علم نفع بخش نہیں پس میں نے علمِ فقہ حاصل کیا۔

اعلیحضرت ــــــ امام احمد رضا بریلوی اس من گھڑت واقعہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اولاً سب کے لئے مع امام طحطاوی کے بخشش مانگتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی نے اپنی کتاب میں امام اعظم قدس سرہ کے مناقب اور خرابیوں کو جمع کیا

تعریف کرنے والوں اور طعن کرنے والوں کے کلام کو شاملِ کتاب کیا، پھر خطیب بغدادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی تاریخ میں برائیاں کرنے والوں کے جاہلانہ خیالات کو جمع کیا اور اس کا جواب انہیں "السہم المصیب فی کبد الخطیب" نامی کتاب کے ذریعے دے دیا گیا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ کس طرح اس حکایت کو گھڑنے والے جھوٹے شخص نے اسے اس انداز سے بیان کیا کہ وہ بصورتِ ذم نہ ہو اور اسی سے امام جلال الدین کو بھی مغالطہ پیدا ہوا اور انہوں نے اسے مناقب میں ذکر کیا اور پھر اس سید (امام طحطاوی) نے (اللہ اس کی بخشش کرے) اس کی اتباع کی۔

اس واقعہ کے خود ساختہ ہونے کی طرف امام احمد رضا بریلوی اشارہ فرماتے ہیں کہ ہر عقلمند اس واقعہ کی کمزوری کی گواہی دے گا اور یہ عوام الناس میں سے کسی کا قول ہو سکتا ہے، علماء اسلام میں سے کسی کا قول نہیں کیونکہ وہ خیر القرون کا دور تھا اور لوگ اس قدر بوگس نہیں تھے کہ قرآن و حدیث کو ترک کردیں اور ان کی طلب سے لوگوں کو منع کریں اور پھر اس کے بطلان پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں فقہ کسی شخص کے فروعات کے طور پر معروف نہ تھی بلکہ وہ اجتہاد کا دوسرا نام تھا اور (حقیقت یہ ہے کہ) قرآن و حدیث کے احکام اور اجماع کا احاطہ کئے بغیر اجتہاد ناممکن ہے اور ان کا ادراک عربی میں مہارتِ تامہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس مفتری کا بھلا نہ کرے، اس نے اس من گھڑت واقعہ کے ذریعے (لوگوں کو) یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نہ تو قرآن و حدیث کا علم رکھتے تھے بلکہ آپ صرف عربی دان تھے، اس لئے آپ نے شریعت کو اپنی مرضی کے

تابع کر کے جو چاہا حلال کر دیا اور جو چاہا حرام کر دیا اور یہ بات کوئی بے حیا بے دین ہی کہہ سکتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

طحطاوی[۱۰] ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غلط نیت سے بھی علم حاصل کرے تو علم کی برکت سے نیت صحیح ہو جاتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی سے اختلاف کرتے ہوئے اعلیٰحضرت، امام غزالی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ علمِ حقیقی وہی ہے جو ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے، اور وہ خلوصِ نیت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، غیر مخلص کا علم، علمِ حقیقی نہیں۔

طحطاوی[۱۱] ——— بعض لوگوں کی اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ علمِ جفر کے بانی امیر المؤمنین حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور علمِ نجوم اس وقت حرام ہے جب اس کو حاصل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضا پر ایمان نہ رکھتا ہو یا اپنی طرف سے علمِ غیب (کے حصول) کا دعویٰ کرے، ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہو جائے گا[۵۱]۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ علمِ جفر کی ابتدا کی نسبت حضرتِ امیر المؤمنین کی طرف کرنا جھوٹ ہے البتہ اس علم کے بانی حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں ذکر فرمایا[۵۲]۔ اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے علمِ جفر کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص علمِ جفر سے واقفیت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس میں عدمِ جواز کی وجہ اس کے سوا

---

[۵۱] رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰

[۵۲] علاوہ ازیں اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ ج ۷، ص ۷۰۲ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بھی آپ کی طرف نسبت کا ذکر ہے۔

کچھ نہیں کہ کوئی شخص خیر و شر کو (حقیقۃً) غیر اللہ کی طرف سے جانتا ہو یا ذاتی طور پر علم غیب کا دعویدار ہو اور اس سے نفسِ علم (کے حصول) میں ضرر ثابت نہیں ہوتا۔

۱۲ طحطاوی ــــ خطیبِ بغدادی نے اپنی تاریخ (تاریخ بغداد) میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد سے روایت کی ہے کہ امام صاحب قدس سرہ کو ان کے والد ثابت امیر المومنین حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپکی پیدائش سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۲۹ سال چھ ماہ بعد انتقال فرما چکے تھے جبکہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے یہ اشکال اسمٰعیل بن حماد کے ان الفاظ "ذھب ثابت بجدی" میں "ب" کی زیادتی سے پیدا ہوا۔

اعلیحضرت ــــ آپ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ بعض راویوں یا بعض ناقلین کی طرف سے "بجدی" میں "ب" کی زیادتی ہوئی اور صحیح روایت یہ ہے کہ "ذھب ثابت جدی" یعنی میرے جدِ اعلیٰ ثابت، امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

---

لہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام طحطاوی سے سبقتِ قلم کے تحت قبل الثلاثین تحریر ہوا ورنہ قبل الثمانین ہے کیونکہ ۸۰ھ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی پیدائش ہوئی اور اس سے قبل یعنی ۴۰ھ میں حضرتِ علی مرتضیٰ کا وصال ہوا نہ کہ ۳۰ھ سے قبل۔ (مرتب)

طحطاوی صاحبِ درمختار فرماتے ہیں :

ثم نقل فی مسئلۃ الرباعیات ومحطھا ان الفقہ ھو ثمرۃ الحدیث ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں "نقل" علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم المصری الحنفی (م ۹۷۰ھ) ہیں اور انہوں نے الاشباہ والنظائر میں عبارتِ مذکورہ بالا تحریر فرمائی۔

اعلحضرت ـــــ اعلحضرت علیہ الرحمہ نے الاشباہ والنظائر سے مسئلہ رباعیات اجمالاً نقل فرمایا، جس کا مفہوم، تفصیلاً درج ذیل ہے۔

کامل محدّث بننے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث مبارکہ اور احکام صحابہ کرام کی روایات اور ان کی عمریں، تابعین اور دیگر علماء کے احوال اور تواریخ کا علم، نیز ان چار کے ساتھ دیگر چار باتوں یعنی، ان کے نام کیفیّت مقام اور زمانہ کا علم اس طرح ضروری ہے جس طرح خطبات کے لیے "الحمد للّٰہ"، اظہار عجز کے لیے دعا، سورت کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیر لازمی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث کی اقسام مثلاً مسند، مرسل، موقوف اور مقطوع کا علم بھی ضروری ہے۔ عمر کے تمام مراحل بچپن، بلوغ، جوانی اور بڑھاپے میں نیز مصروفیت، فراغت، محتاجی اور کشادگی کی حالت میں، پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور بستیوں سے پتھروں، ٹھیکریوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھ کر (یہ اس وقت ہے جب کاغذ نہ ملتے ہوں) اپنے سے بڑے، چھوٹے، ہم عمر اور اپنے باپ کی کتاب سے جب یقین ہو کہ اسی کا خط ہے، علم حدیث حاصل کیا جائے۔

رضائے الٰہی کا حصول عمل بشرطیکہ قرآن پاک کے مطابق ہو، طلباء کو سکھانا اور مٹ جانے کے وقت دوبارہ زندہ کرنا، مقصد ہو۔

ان تمام امور کی تکمیل کے لیے آٹھ باتیں لازمی ہیں چار یعنی کتابت، لغت صرف اور نحو کا جاننا خود بندے کے ذاتی عمل سے متعلق ہے، جبکہ دوسری چار یعنی ہمّت، قدرت، حرص اور حفظ، محض فضل الٰہی پر موقوف ہیں۔

جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں، تو چار چیزیں، اہل، اولاد، مال اور وطن، بے وقعت ہو جاتے ہیں اور چار باتوں یعنی دشمن کے تمسخر دوستوں کی ملامت جہلاء کے طعن اور علما کے حسد کے ساتھ آزمائش ہوتی ہے۔

اس آزمائش کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے پر چار چیزیں دنیا میں اور چار آخرت میں عطا کی جاتی ہیں۔ دنیا میں قناعت، ہیبت نفس، لذت علم اور ابدی زندگی اور آخرت میں مرتبہ شفاعت، عرش کا سایہ جب کہ اس کے علاوہ سایہ نہ ہوگا۔ حوض کوثر سے سیرابی اور اعلیٰ علیین میں قربت انبیاء سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۲۹۷، ۲۹۸

**۱۴ طحاوی** ——— "ذخائر المہمات" کے مصنف نے اپنی کتاب کے خاتمہ میں کہا کہ "الاشاعہ" کے مصنف نے بعض جہلاء حنفیوں کا یہ دعوٰی کہ "حضرت عیسٰی علیہ السلام اور امامِ مہدی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے" نقل کرکے اس کا شدید رد کیا ہے۔

**اعلیحضرت** ——— صاحب الاشاعہ سے مراد سید محمد بن سعید عبد الرسول برزنجی مدنی شافعی (متوفی ۱۱۰۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

**۱۵ طحاوی** ——— ہندوستان کے ایک شیخ طریقت نے بھی اپنی ایک مشہور تصنیف میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور ان جہلاء کا رد کیا، جو امام مہدی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں تقلید امام کا نظریہ رکھتے ہیں۔

**اعلیحضرت** ——— یعنی وہ ہندوستانی مصنف جن کی تصنیف مشہور ہے، امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ہیں اور ان کی تصنیف (مکتوبات) فارسی زبان میں ہے، حضرتِ مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح ان جہلاء کا رد کیا جس طرح "الاشاعہ" میں کیا گیا ہے اور اس بات کا ذکر آپ نے مکتوبات کی پہلی جلد کے مکتوب ۲۸۲ میں کیا ہے [۱]

پھر جلد ثانی میں مندرج مکتوب ۵۵ میں اس قول کی تاویل کہ "حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امامِ ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے" یوں فرمائی کہ حضرتِ روح اللہ کا اجتہاد امامِ اعظم رحمہ اللہ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا [۲]

---

[۱] اردو ترجمہ مکتوبات شریف دفتر اول حصہ پنجم ص ۷۵۲، مطبوعہ کراچی

[۲]

طحطاوی ـــــ کتاب انیس الجلساء میں ایک طویل واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس
ماحصل یہ ہے :-

"حضرتِ خضر علیہ السلام، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے علم حاصل کر
رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے
تعالیٰ سے امامِ اعظم کی قبر پر جا کر تکمیلِ علم کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے
اجازت دے دی، پھر تکمیلِ علوم پر خضر علیہ السلام نے پوچھا الٰہی! اب کیا
حکم ہو امیرا حکم آنے تک عبادت میں مشغول رہو۔ اسی دوران ماوراء النہ
کے ایک شہر میں ایک نوجوان امام ابو القاسم قشیری کا ظہور ہوا جو اپنی ماں
خدمت میں مصروف رہتے تھے، ایک دن انہوں نے ماں سے اجاز
مانگی کہ وہ طلبِ علم کے لئے سفر اختیار کریں، ماں نے کارِ خیر سے رو
مناسب نہ سمجھتے ہوئے با دلِ ناخواستہ اجازت دے دی اور پھر بیٹے
الوداع کرکے دروازے پر بیٹھ گئیں، روتی رہیں اور بیٹے کے غم میں غمگ
تھیں، عرض کرنے لگیں اے اللہ تعالیٰ! جب تک میں اپنے بیٹے
نہ دیکھوں مجھ پر یہاں سے اٹھنا اور کھانا کھانا حرام ہے چنانچہ اتفاقاً
قشیری ایک منزل طے کرنے کے بعد قضائے حاجت کے لئے بیٹ
تو نجاست سے ان کے کپڑے آلودہ ہو گئے اس لئے وہ اپنے ساتھی
کی اجازت سے واپس گھر آگئے، ازاں بعد حضرتِ خضر علیہ السلام آ
اور کہا کہ چونکہ تم نے والدہ کی خدمت کے پیشِ نظر طلبِ علم کے لئے سفر
ارادہ ترک کیا ہے لہٰذا جو علم میں نے امامِ ابو حنیفہ سے پڑھا ہے وہ تجھ
پڑھاؤں گا، چنانچہ امامِ قشیری تین سال تک ان سے پڑھنے کے بعد بہت
بڑے فاضل بن گئے اور انہوں نے ایک ہزار کتب تصنیف کر کے اپ

خاص شاگرد کو صندوق میں بند کر کے دیں کہ وہ دریائے جیحون میں ڈال دے اوّلاً تو وہ دو تین مرتبہ جھوٹ بولتا رہا لیکن آپ پر اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا چنانچہ آخری دن جب اس نے صندوق دریا میں ڈالا تو ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے وہ صندوق پکڑ لیا، شاگرد کے پوچھنے پر امام قشیری نے راز بتایا کہ جب قربِ قیامت حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ایک طرف انجیل رکھی ہو گی تو آپ فرمائیں گے کہ کتبِ محمدیہ کہاں ہیں کیونکہ مجھے بارگاہِ الٰہی سے ان کتب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں انجیل سے فیصلہ نہیں کروں گا۔ جگہ جگہ تلاش کے باوجود کتب نہیں ملیں گی تو ارشادِ باری ہو گا اے عیسٰی علیہ السلام دریائے جیحون کے پاس جا کر دو نفل ادا کریں اور آواز دیں اے امامِ قشیری کے صندوق کے امین! میں عیسٰی بن مریم ہوں لہٰذا وہ صندوق میرے حوالے کر دے، چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے تو صندوق باہر آئے گا، چنانچہ آپ ان کتب کے مطابق فیصلہ کریں گے،

پھر عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ امام قشیری نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ تو آپ فرمائیں گے کہ اپنی ماں کی خدمت کی وجہ سے۔

حضرتِ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے اس من گھڑت واقعہ کا رد فرمایا اور کہا کہ یہ بعض ملحدین کا افترا ہے جو دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ حضرتِ خضر علیہ السلام کا عظیم مرتبہ ہے اور حضرتِ موسٰی علیہ السلام نے بھی ان سے علم حاصل کیا تو کس طرح آپ حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہو سکتے ہیں؟

وغیرہ وغیرہ۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ "انیس الجلساء" نامی کتاب غیر معروف ہے اور اس کا مؤلف بھی مشہور نہیں اور نہ ہی کشف الظنون میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

**۱۷**
**طحطاوی** ــــــ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلیدِ امام ابو حنیفہ کا قول باطل ہے بلکہ قائل نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کر کے ارتکابِ کفر کیا ہے، کیونکہ نبی غیر کا مقلد نہیں ہو سکتا۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ "الاشاعہ" میں فیما ظہر کے لفظ سے مرقوم ہے فیما اظہر نہیں ہے اور اگر اس طرح ہو جس طرح یہاں طحطاوی میں ہے تو پھر فیما کی بجائے بما اظہر ہونا چاہیئے۔

**۱۸**
**طحطاوی** ــــــ حدیثِ پاک میں ہے لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی ایسی شریعت لے کر نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ اللہ کی پناہ، اس ترجمہ میں قبیح لغزش واقع ہوئی (وہ معنیٰ نہیں جو امام طحطاوی نے بیان کیا بلکہ) معنیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ یا مخالف کے ساتھ یا موافقت و مخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے۔

نوٹ: امام طحطاوی کی کلام سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ موافق شریعت کے ساتھ نبی آسکتا ہے حالانکہ ایسا غیر ممکن ہے۔ (مرتب)

**۱۹**
**طحطاوی** ــــــ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کثرت سے احادیث بیان کرنے پر جب لوگوں نے ان پر انکار کیا تو آپ نے فرمایا اگر میرے وصال سے پہلے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے نزول فرمایا تو میں ان سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں گا اور وہ میری تائید فرمائیں گے۔

امام طحاوی نے اس سے استدلال کیا کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصد قتی فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنت کے عالم ہیں اور افرادِ امت میں سے کسی فرد سے اس بات کے حصول کی انہیں احتیاج نہیں ہے حتیٰ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان مرویات کی تصدیق کے لئے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی احتیاج ہے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ اس روایت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے عالم ہیں کہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، بات کو یاد رکھنے والے ہیں اور ان کی بات پسندیدہ ہے۔

**طحاوی** ۲۰ ــــــ پھر کتاب الاشاعہ کے مصنف نے ان لوگوں کا رد بھی کیا جو کہتے ہیں کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے البتہ صاحب الاشاعہ نے دلائلِ شافیہ کے ساتھ ثابت کیا کہ امام مہدی مجتہدِ مطلق ہوں گے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ یعنی رد کا فاعل صاحب الاشاعہ ہیں کیونکہ یہاں تک یہ پوری کلام کچھ اختصار کے ساتھ صاحب الاشاعہ کی ہے۔

**طحاوی** ۲۱ ــــــ امامِ طحاوی فرماتے ہیں کہ بعض جاہل لوگ تعریف کرتے ہوئے غلو اختیار کر لیتے ہیں اور امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل سے متعلقہ کتب سے ناواقف ہیں چنانچہ وہ من گھڑت واقعات کا سہارا لیتے ہیں جن سے نہ تو خدا راضی ہوتا، نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی خود امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند ہے اور اگر امامِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان باتوں کو سن لیتے تو قائل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے فضائل میں ذکر کیے گئے صحیح واقعات ہی (مخالفین کو) جواب دینے کے لئے کافی ہیں اور آپ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت واقعات کی کوئی ضرورت نہیں خصوصاً اس قسم کے واقعات جو انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا موجب ہوں۔

**اعلیحضرت** ——— آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب الاشاعہ نے امام قہستانی پر تعجب کیا کہ انہوں نے باوجود اپنے فضل وجلالت کے ان لوگوں کی اتباع میں اپنے خطبہ کی شرح میں خطا کی کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو امامِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور یہ بات "الفصول الستہ" میں مذکور ہے، اس پر تعجب کرتے ہوئے صاحب الاشاعہ کہتے "الفصول الستہ" کیا ہے اور یہ قول کیا؟

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں الفصول الستہ مشہور کتاب ہے اور اس کے مصنف حضرتِ سید خواجہ محمد پارسا قدس سرہ (متوفی ۸۲۲ھ) ہیں، اگر سید محمد بن سعید صاحبِ کتاب الاشاعہ کشف الظنون کی طرف رجوع کرتے تو انہیں وہاں اس کا ذکر ملتا اور پھر جب اس کتاب اور اس کے مصنف (جو عالم اور صاحبِ کشف ہیں) کی پہچان حاصل ہو جاتی تو دلیل طلب نہ کرتے کیونکہ کشف ایک عیاں وظاہر چیز ہے اور ظاہر کو بیان کی حاجت نہیں، علاوہ ازیں عبارت کا مطلب ہرگز تقلید نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا عمل امامِ ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہو گا جس طرح کہ خود صاحب الاشاعہ نے اس سے کچھ پہلے شیخ محی الدین ابنِ عربی کے فتوحات سے نقل کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ ہوتے اور پھر یہ اختلاف آپ کی طرف اٹھایا جاتا تو آپ وہی فیصلہ فرماتے جو امامِ مہدی

نے فرمایا اور اسی پر امام شعرانی کا وہ قول بھی دلیل ہے جو علامہ ابنِ عابدین نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے " امام شعرانی میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے مجھے شریعت کے چشمہ پر مطلع فرمایا تو میں نے تمام مذاہب کو اس چشمہ سے متصل دیکھا اور چار مذاہب کو اس طرح دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور ان تمام مذاہب کو بھی دیکھا جو مٹ چکے ہیں، ان کی نہریں پتھروں سے بھری جا چکی ہیں ؛ میں نے دیکھا کہ ائمہ میں سے سب سے بڑی نہر حضرتِ امامِ ابوحنیفہ کی ہے، اس کے ساتھ امامِ مالک، پھر امامِ شافعی، پھر امامِ احمد رضی اللہ عنہم متصل ہیں۔ سب سے چھوٹی نہر امامِ داؤد رحمہ اللہ کی ہے جو پانچویں صدی میں کٹ چکی ہے پس میں نے اس کی تاویل ائمہ اربعہ کے مذاہب کے عرصۂ دراز تک جاری رہنے اور ان (امامِ داؤد) کے قلیل المدت ہونے سے کی، پس جس طرح سب سے پہلے امامِ ابوحنیفہ کے مذہب کی تدوین ہوئی، اسی طرح آپ کا مذہب سب سے آخر میں ختم ہوگا[1]

۲۲ طحطاوی ــــ مسواک کی لمبائی، موٹائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسواک کی موٹائی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) کے برابر ہونی چاہیے، اسی طرح مسواک کی لمبائی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک بالشت ہو (علامہ طحطاوی نے یقال مجہول کا صیغہ استعمال کر کے قائل کو ذکر نہیں فرمایا)

اعلیٰحضرت ــــ شیخ موصوف علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ پر بھی بعض کا قول اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایک بالشت لمبائی

---

[1] ردالمحتار ج اول، ص ۳۹

ہونی چاہیئے کیونکہ زائد پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

۲۳

**طحطاوی** —— وضو کی سنتوں میں سے ایک "تثلیث الغسل" یعنی ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھوئے اور اس کی نیت وضو پر وضو یا اطمینانِ قلب کا حصول ہو تو کوئی حرج نہیں اور حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس وضو کے بغیر اللہ تعالےٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا، دو دو مرتبہ اعضاء دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس طرح وضو سے دوگنا اجر ملتا ہے اور تین تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے لہٰذا جس نے اس میں کمی یا زیادتی کی، اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ اس ظلم و تعدی کو اعتقاد پر محمول کیا گیا کہ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جب تک تین سے زیادہ مرتبہ اعضاء نہ دھوئے جائیں، وضو نہیں ہوگا وہ شخص متجاوز قرار پائے گا (امام طحطاوی اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین تین مرتبہ اعضاء کے دھونے کو سنت بھی سمجھتا ہو پھر بھی اس صورت میں اسراف کے سبب گنہگار ہوگا) بدیں وجہ علماء نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر وہ تین تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے پھر وضو علی الوضو کی نیت سے یا اطمینانِ قلب کے حصول کی خاطر زیادہ مرتبہ دھوتا ہے یا کسی حاجت کے سبب کم کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— "قالوا فی المفھوم" سے مراد یہ ہے کہ علماءِ کرام نے اپنے اس قول کہ حدیثِ پاک اعتقاد پر محمول ہے، کو بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ

طمانیتِ قلب اور وضو علی الوضو وغیرہ کے لئے زیادتی جائز ہے جب کہ وہ تین مرتبہ کو سنت سمجھتا ہو۔

طحاوی ۲۴) ـــــ اگر کسی حاجت کے سبب مسنون وضو میں کمی کی تو کوئی حرج نہیں (بشرطیکہ اعتقاد صحیح ہو، مرتب)

اعلحضرت ـــــ مختار کی اس قید (حاجت و غرض) سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کسی غرض کے بغیر زیادتی کی تو یہ ناجائز ہے۔

طحاوی ۲۵ ـــــ اگر ایسی صورت پر ہو جیسے ذکر کیا گیا کہ تعداد کے مسنون ہونے پر اعتقاد رکھتا تو پھر زیادتی مطلقاً مکروہ نہیں۔

اعلحضرت ـــــ اصل بات اعتقاد کی ہے، اگر تعداد مسنون کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہوئے زیادتی یا کمی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر تعداد مسنون کو کوئی اہمیت نہ دی جائے تو پھر کمی زیادتی ناجائز ہے۔

طحاوی ۲۶ ـــــ نواقضِ وضو کے ضمن میں تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:۔

(و ینقضہ خروج) کل خارج (نجس) بالفتح و و بالکسر (منہ) ای من المتوفی الحی معتادا اولا من السبیلین اولا۔

علامہ طحاوی نے دو قسمیں بیان فرمائیں، متوفی حقیقی اور متوفی مجازی (جو باوضو ہو) پھر کہا کہ یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ اگر متوفی حقیقی پر محمول کیا جائے تو پھر شارح کی طرف سے "الحی" کی قید بے فائدہ ہے کیونکہ متوفی کا اگر حقیقی مفہوم مراد ہے تو اسی کے ساتھ میت سے احتراز ہو جاتا ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لیکن اسے ایک ہی لفظ (لفظ متوفی) کا حقیقت و مجاز میں دونوں معنوں

میں استعمال لازم آتا ہے۔

**اعلیٰ حضرت** ـــــــ آپ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ 'متوفی' کے لفظ کو دوسرے معنے پر محمول کیا جائے یعنی متوفی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جسے وضو شامل ہے اور یہ اس زندہ شخص کو شامل ہوگا جس نے خود وضو کیا۔

۲۷
**طحطاوی** ـــــــ نواقضِ وضو کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ ہر وہ نجس چیز جو باوضو شخص کے جسم سے نکلے اور اس مقام کی طرف جائے جسے پاک رکھنے کا حکم ہے مخرج سے جو سیلان ہوگا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ وہ نجاست بلند ہو کر پھر نیچے ہو جائے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب راس میں زخم کھولنے سے پیپ وغیرہ ظاہر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ نیچے نہ ہو (بقول امامِ طحطاوی) صاحبِ درایہ نے امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اصح کہا، اسی کو امامِ سرخسی نے اختیار کیا اور کمال نے کہا کہ یہی اولیٰ ہے۔

'لما قالوا' یہ عبارت درِمختار کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خروج من السبیلین سے مراد فقط ظہور ہے جبکہ ان کے غیر سے خروج عین سیلان ہے اگرچہ بالقوہ ہو (بالفعل نہ ہو) بدیں سبب یہ صورت ہو تو فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جب بھی وہ خون نکلے پونچھا جائے اور جب چھوڑا جائے پھر بھی جاری ہو جاتا ہو تو اس صورت میں ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔

**اعلیحضرت** ـــــــ کمال اور سرخسی دونوں نے امامِ محمد علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ کمال نے امامِ محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اور سرخسی نے امام یوسف کے قول کو ترجیح دی جس طرح ردالمحتار میں ہے:۔

قال فی الفتح بعد نقلہ ذٰلک وفی الدرایۃ جعل

جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول (ای قول ابی یوسف) وھو اولیٰ [1]

امام طحطاوی نے اس تحریف کو اپنایا جو بحر الرائق میں ہے [2] (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)

۲۸
طحطاوی ــــــ اور درایہ میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا قول اصح ہے۔
اعلیحضرت ــــــ فتح القدیر میں بھی یونہی ہے لیکن منحۃ الخالق میں ہے کہ درایہ میں اولاً امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول ذکر کیا گیا ہے پھر حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول مذکور ہے، پھر کہا ہے کہ پہلا قول اصح ہے (اور پہلا قول امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہے) [3]

۲۹
طحطاوی ــــــ قے جب منہ بھر کر ہو، وضو کو توڑ دیتی ہے، چاہے وہ صفرا اور سودا ہو، چاہے طعام اور پانی ہو۔ تنویر الابصار کے اس قول کی شرح میں صاحب درِ مختار نے فرمایا "جب یہ چیزیں معدہ تک پہنچ جائیں اگرچہ وہاں نہ ٹھہریں، نجاستِ غلیظہ ہیں، حسن نے کہا اگر کوئی شخص کھانا کھائے یا پانی پیئے پھر اسے اسی وقت قے ہو جائے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ طاہر ہے لہذا نہ تو یہ نجس ہے اور نہ ہی اس سے حدث لازم آتا ہے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں ان دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۹۱

[2] بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲

[3] منحۃ الخ[illegible]

اعلیحضرت —— شارح (صاحبِ درِ مختار) نے جو مسلک اختیار کیا
وہ ظاہرِ روایت ہے (یعنی طعام وغیرہ کی قے جبکہ استقرار فی الم
نہ ہو، کو نجس قرار دینا، ظاہرِ روایت کے مطابق ہے)

۳۰
طحطاوی —— حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے ٹوٹنے میں ا
ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر سجدہ نماز کا ہو تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹ
نماز کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو پھر اگر طریقۂ مسنونہ سے پڑھے تو نہیں
ورنہ ٹوٹ جائے گا الخ

امامِ زیلعی نے اس بات کی تصریح کی کہ یہ قول اصح ہے اور
تلاوت اور سہو کے دونوں سجدے بھی سجدۂ صلبیہ کی طرح ہیں۔
نہر الفائق کے مصنف نے کہا کہ بحر الرائق میں جو اس مسئلہ پر اما
کی تصحیح کی گئی ہے وہ سہو ہے بلکہ عقدِ فرائد میں ہے کہ حالتِ نماز
ساجد کا وضو اس صورت میں نہیں ٹوٹتا جب وہ ہیئتِ مسنونہ پر ہ
صحیح ہے اور محیط میں اسی طرح ہیئتِ مسنونہ کے ساتھ مقید کیا گیا

اعلیحضرت —— "لھٰذا" میں ھٰذا اسمِ اشارہ کا مشار الیہ "عدمِ نقض"
یعنی نماز میں حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا
مطلقاً صحیح نہیں اور اس مسئلہ میں امامِ زیلعی کی تصحیح سہو ہے۔

۳۱
طحطاوی —— حالتِ بیداری میں قہقہہ سے بالغ آدمی کی نماز کے بطلان
ضمن میں تنویر الابصار میں بطھاسۃ صغرہٰی اور اس کی شرح میں
تیمما مذکور ہے، بعض نسخوں میں لو تیمما کے بعد صلاۃ کا لف
بھی ہے۔

اعلیحضرت —— لفظِ صلوٰۃ کسی صاحبِ نسخہ نے درج کر دیا جلبا کہ وا

کیونکہ یہ طہارتِ صغریٰ کی صفت ہے۔

نوٹ : پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں لفظِ صلوٰۃ لکھنے کے بعد کاٹ دیا گیا ہے۔

۳ طحطاوی ـــــ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ اگر کان وغیرہ سے پیپ بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ برآمد ہو تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ درد زخم کی دلیل ہے۔ علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی جس میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا کہ پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلیں یا بغیر درد کے، ناقضِ وضو ہیں کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں نکلتے اس پر علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر پیپ کان سے اس وقت نکلے جب زخم صحیح ہو چکا ہو، جس کی علامت درد کا نہ ہونا ہے لہٰذا حصر جائز نہیں کہ پیپ جب بھی نکلتی ہے، کسی علت کے باعث نکلتی ہے۔

حضرت ـــــ میں کہتا ہوں حصر واضح ہے کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں اور زخم کا صحیح ہونا اسے کالعدم نہیں کر دیتا۔

۳ طحطاوی ـــــ غسل کرتے وقت عورت پر فرجِ خارج کا دھونا واجب ہے لیکن فرجِ داخل میں اپنی انگلی داخل نہ کرے کیونکہ لبا اوقات اس طرح شہوت حاصل ہوتی ہے اس لئے انزال کا خدشہ ہے۔

حضرت ـــــ میں کہتا ہوں کہ میری یادداشت کے مطابق زاہدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے (یعنی عورت اپنی انگلی فرجِ داخل میں داخل نہ کرے)

۳ طحطاوی ـــــ مذکورہ بالا مسئلہ میں اتفاق کے باوجود اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نفیِ وجوب ہے یا نہی ہے۔ حلبی نے شرنبلانی سے نقل کیا کہ یہ نفیِ وجوب ہے (یعنی واجب نہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ منع بھی نہیں) امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے مطالعہ کے مطابق یہ بات بحر الرائق، نہر الفائق،

فتاوٰی ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا نے ذکر نہیں کی پس یہ قابلِ تسلیم نہیں
اعلیٰحضرت ـــــ پس ھٰذا المعنٰی سے مراد نفیِ وجوب کا مراد
نہی کا مراد نہ لینا ہے۔

۳۵
طحطاوی ـــــ امامِ طحطاوی نے چند کتبِ فقہ کا ذکر کیا جن میں نفیِ وجو
مراد نہیں لی گئی، ان کتب میں سے بحر الرائق، نہر الفائق، فتاوٰی ہن
زیلعی اور شلبی وغیرہا کتب ہیں۔

اعلیٰحضرت ـــــ فتح القدیر میں لفظِ لا یجب کے ساتھ مذکور ہے ج
مفہوم یہ ہے کہ نفیِ وجوب ہے، نہی نہیں۔

۳۶
طحطاوی ـــــ جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور وہ (اپنی ران یا کپ
پر) منی یا مذی دیکھے تو چاہے احتلام یاد ہو یا نہ، غسل واجب ہوگا
اگر اسے مذی ہونے کا یقین ہو یا شک ہو کہ آیا مذی ہے یا ودی
کے نہ ہونے کا یقین ہو) تو غسل واجب نہ ہوگا۔

امامِ طحطاوی نے بحر الرائق کے حوالہ سے فخذہ او ثو
ساتھ تشریح کی۔

اعلیٰحضرت ـــــ منیۃ المصلی اور فتاوٰی خانیہ میں او فی احلیلہ کا اضا
ہے یعنی یا شرمگاہ کے سوراخ میں منی یا مذی) پائی جائے چنانچہ منی
میں ہے:۔

وان استیقظ فوجد فی احلیلہ بللا [1]

۳۷
طحطاوی ـــــ وجوبِ غسل کے اسباب کی بحث میں تنویر الابصار اور

---

[1] منیۃ المصلی، ص ۱۴

درمختار میں ہے کہ اگر نیند سے بیدار ہونے والا شخص منی یا مذی (اپنے جسم یا کپڑے پر) دیکھے تو احتلام یاد ہو یا نہ غسل واجب ہوگا مصنف تنویرالابصار پہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مذی پائی جائے اور احتلام بھی یاد نہ ہو تو غسل لازم نہیں جبکہ مصنف کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ غسل بہرصورت واجب ہوگا، اس کے جواب میں شارح تنویرالابصار صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ اگر مذی کا یقین ہو یا مذی اور ودی کے درمیان شک ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح کا قول الا اذا علم انہ مذی مصنف کے قول وان لم یتذکر سے متعلق ہے معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس کا ربط نہیں یعنی حالتِ عدمِ تذکر میں اسے یقیناً معلوم ہو کہ مذی ہے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ اگر اس کا تعلق محذوف ان تذکر کے ساتھ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ غسل واجب ہے، اس لئے مؤخرالذکر کے ساتھ ربط و تعلق صحیح نہیں۔

**اعلیحضرت** ــــــ شارح تنویرالابصار کے قول وان علم کا تعلق معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس لئے نہیں کہ تذکرِ احتلام کی صورت میں اگرچہ اسے مذی ہونے کا یقین بھی ہو، غسل واجب ہو جائے گا۔

**۳۸**

**طحطاوی** ــــــ صاحبِ درمختار نے تنویرالابصار کے اس قول و رؤیۃ مستیقظ کے بعد فرمایا :-

خرج رؤیۃ السکران والمغمی علیہ المذی

اور علامہ طحطاوی نے بعد افاقتھا کی قید لگائی جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر سکران و مغمی علیہ (نشے والا یا بیہوش) بیماری سے افاقہ کے بعد منی دیکھیں تو

بالاتفاق غسل واجب ہوگا۔ یہ بات المذی کی قید سے معلوم ہوئی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مستیقظ کے مفہوم میں تفصیل ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ یعنی مستیقظ کے مفہوم مخالف، سکران اور مغمیٰ علیہ پر غسل کے حکم میں تفصیل ہے یعنی اگر وہ افاقہ کے بعد مذی دیکھیں تو بالاتفاق غسل نہیں اور منی دیکھیں تو غسل ہے بخلاف مستیقظ کے کہ اس پر حالتِ منی میں بھی غسل واجب ہے اور حالتِ مذی میں بھی۔

۳۹
طحطاوی ـــــــ صاحبِ درمختار کی عبارت او شك انہ مذی او ودی الخ کے بارے میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مصنف (تنویر الابصار) کے کلام وان لم یتذکر الاحتلام سے ہی متعلق ہے یعنی جب اسے احتلام یاد نہ ہوا اور شک ہو کہ آیا یہ مذی ہے یا ودی، تو اس صورت میں بھی غسل واجب نہ ہوگا۔

اعلیحضرت ـــــــ یعنی یہ اسی طرح مصنف کے قول سے متعلق ہے جیسے شارح کا قول الا اذا علم اس سے متعلق ہے کہ حالتِ عدمِ تذکر میں جب مذی کا علم ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

۴۰
طحطاوی ـــــــ اس پانی کے ساتھ بھی وضو جائز نہیں جس پر کوئی پاک چیز غالب آجائے، اگر وہ چیز مائع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو وہ اپنی صفات میں پانی کا مبائن ہوگا یا موافق یا مماثل، اگر مبائن ہو تو اکثر اوصاف کے تغیر سے پانی مغلوب ہوگا، اگر موافق ہو تو کسی ایک صفت کی تبدیلی سے اور اگر مماثل ہو، جیسے مستعمل پانی تو پھر وزن کی زیادتی سے وہ مطلق پانی پر غالب رہے گا۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چوتھی قسم کا ذکر شارح تنویر الابصار نے

نہیں کیا اور بحر الرائق میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ اگر تمام اوصاف میں موافق نہ ہو بلکہ بعض میں مطلق پانی کے موافق ہو۔

اعلیحضرت ——— درمختار کے مصنف نے مطلق پانی میں مخلوط ہونے والی پاکیزہ (مائع) چیز کو تین قسموں میں تقسیم کیا۔ تمام اوصاف میں پانی کے مخالف (مبائن) تمام اوصاف میں موافق اور تمام اوصاف میں مماثل، لیکن وہ مائع چیز جو بعض صفات میں مطلق پانی کے موافق ہو، اس کا ذکر نہیں کیا جیسے امام زیلعی نے اور ان کے متبعین نے کہا ہے، اس (عدمِ ذکر) کی وجہ حکم میں اتحاد ہے یعنی ایک وصف کی تبدیلی سے (بھی) اس مائع چیز کے غلبہ کا حاصل ہونا لہذا اسے علیحدہ شمار نہیں کیا پس مصنف علیہ الرحمہ نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

۱۸
طحطاوی ——— کثیر پانی جو جاری نہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے جس کا اثر دکھائی نہ دیتا ہو، اس کے ساتھ وضو جائز ہے، متأخرین نے مربع کے لئے چالیس گز مدوز (گول) کے لئے ۳۶ گز اور مثلث کے لئے سوا پندرہ گز مقرر کیا ہے، مثلث کی کل مساحت معلوم کرنے کے لئے علامہ طحطاوی نے ضابطہ بیان فرمایا کہ اس کے ایک ضلع کو اسی کے ساتھ ضرب دے کر حاصل ضرب کا عشر (دسواں حصہ) اور ثلث (تیسرا حصہ) نکالا جائے پھر ان دونوں کو جمع کیا جائے تو کل مساحت آجائے گی، اب ایک ضلع $\frac{1}{4}$ ۱۵ کو اسی کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ضرب $\frac{9}{16}$ ۲۳۲ آتے ہیں۔

اس کسر ($\frac{9}{16}$) کو طحطاوی نے نصف گز اور ا گز کا $\frac{1}{8}$ قرار دیا (جبکہ یہ نصف گز اور $\frac{1}{8}$ کا نصف یعنی $\frac{1}{16}$ بنتا ہے)

اس کے بعد حاصل ضرب کا عشر علامہ طحطاوی نے نکالا ہے جو ۴۱/۱۶۰ ۳۲
گز ہے اور اس کسر کو علامہ طحطاوی نے نصف گز اور ۸/۱۰ کا نصف یعنی ۲/۵
قرار دیا، اس کے بعد حاصل ضرب کے ثلث کا ذکر نہیں (موجودہ نسخہ میں
حاشیہ پر مندرج ہے اور وہ ۲۵/۴۸ ۷۷ گز ہے) اب عشر اور ثلث کو جمع کرنے
سے ایک سو گز پورے اور ۳/۴ گز نیز کچھ اور جو ربع سے بھی کم ہے، حاصل
جمع آتا ہے جو اس حوض کی کل مساحت ہے جو مثلث کی شکل میں ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— آپ فرماتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عبارت رہ گئی ہے
پھر آپ نے وہ عبارت نقل فرمائی (جدید نسخہ میں حاشیہ پر وہ عبارت موجود
ہے) جس میں علامہ طحطاوی کے لفظ سدس ثمن ذراع کی تصحیح کرتے
ہوئے نصف ثمن ذراع درج فرمایا یعنی ۹/۱۶ نصف ذراع اور نصف
ثمن ہے نہ نصف اور سدس ثمن اور پھر حاصل ضرب کا ثلث جو حاشیۃ الطحطاوی
میں رہ گیا تھا، درج فرمایا، البتہ جدید نسخہ میں حاشیہ پر جو ثلث دیا گیا ہے
اس میں اور اعلیٰحضرت کے تحریر کردہ ثلث میں الفاظ کا فرق ہے البتہ مفہوم
دونوں کا ایک ہے، اعلیٰحضرت کا تحریر کردہ ثلث ۶۵۱/۱۲۵۰ ۷۷ اور طحطاوی کے
حاشیہ کے مطابق ۲۵/۴۸ ۷۷ اور یہ کسر نصف ذراع اور ۱/۸ کا چھٹا حصہ ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے فتاوٰی رضویہ، ج ۱ ص ۳۲۲)

**۴۲**
**طحطاوی** —— ظاہر روایت کے مطابق وضو کا مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ جنبی سے
ہو لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے اور روایت نجاست
کے مطابق مکروہ تحریمی ہے (تنویر الابصار مع الدر المختار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں بحر الرائق میں ہے کہ روایت نجاست کے مطابق
حرام ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا ویحرم علیہم الخبائث اور انہی

سے نجاست بھی ہے الخ اور شارح (صاحبِ درمختار) نے امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کرتے ہوئے کہ کراہتِ تحریمہ عین حرام ہے، اسے مطلق بیان کیا۔

**اعلیٰحضرت** ——— میں کہتا ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شارح نے قطعیت اور ظنیت کا فرق اختیار کیا کہ دلیل قطعی کے ساتھ ممانعت حرام اور دلیل ظنی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور دونوں قول اجتہاد کے مطابق ہیں، کسی کے بارے میں قطعی بات نہیں کہی جا سکتی۔

**۴۳ طحطاوی** ——— اگر کنوئیں میں چوہا وغیرہ گر جائے اور وقت معلوم نہ ہو تو جب سے وہ گرا، پانی ناپاک شمار کیا جائے گا ورنہ ایک دن اور رات سے، بشرطیکہ وہ پھولا نہ ہوا اور یہ حکم وضو اور غسل کے بارے میں ہے لیکن اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا اسے کتوں کے آگے ڈال دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بیچ دیا جائے۔ یہ امام شافعی کا مسلک ہے (درمختار)

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں، داؤدی مذہب رکھنے والوں کے نزدیک بھی یہی ہے جس طرح بحر الرائق میں ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی فی الحال نجس ہوگا، پہلے کا اعتبار نہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— شافعیہ اور داؤدیہ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک پانی جب قلتین (دو مٹکوں) کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا اور ظاہر یہ داؤدیہ کے نزدیک مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔

**۴۴ طحطاوی** ——— تیمم کے ارکان اور شرائط کے بیان میں صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ نیت، تیمم کی شرائط میں سے ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ زمین پر ضرب کے وقت نیت کی جائے

جب [illegible]

اعلیٰحضرت ——— یعنی اگر کسی شخص نے ضرب کے وقت نیت نہ کی بلکہ ضرب کے بعد نیت کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسے امام طحطاوی نے اپنے قول بضربتین کے قریب بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے:

لو احدث بعد الضرب او نوی بعدہ لا یجزیہ[1] —

اگر ضرب کے بعد بے وضو ہو گیا یا ضرب کے بعد نیت کی تو تیمم جائز نہیں

۴۵
طحطاوی ——— شارح تنویر الابصار، صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں:

ومعادن فی محالها فیجوز بتراب علیها

"معدنیات جو اپنی جگہ پر ہیں ان پر چڑھی ہوئی مٹی سے تیمم جائز ہے۔"

یعنی خود معدنیات سے کسی صورت میں جائز نہیں، چاہے اپنے مقام پر ہوں یا منتقل کئے گئے ہوں، صرف ان پر لگی ہوئی مٹی سے جائز ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ فیجوز پر "ف" تفریع لانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ پہلے معدنیات کا ذکر ہے اور بعد میں مٹی کا ذکر ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ یہ فائے تفریع نہیں بلکہ فی محالها سے جو نفی ثابت ہوتی ہے اس کی علت کے طور پر فاء لائی گئی ہے یعنی فی محالها کہہ کر نفسِ معدنیات سے تیمم کے جواز کو مطلقاً منتفی کیا گیا ہے، چاہے وہ اپنے مقام پر ہوں یا کسی دوسرے مقام پر منتقل کئے گئے ہوں اور اس کی علت یہ ہے کہ تیمم مٹی سے ہو سکتا ہے، اور جب معدنیات

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۱۲۴

مٹی نہیں ہیں تو ان سے بھی تیمم ناجائز ہوگا، فتح القدیر اور بحر الرائق میں یونہی ہے۔

۴۶ طحطاوی ——— درِ مختار میں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا آدمی تیمم کرائے تو مٹی پر تین ضربیں مارے، ایک چہرے کے لئے اور دو دونوں ہاتھوں کے لئے، حالانکہ اس سے قبل مصنف کے قول بضربتین کے ساتھ ہی ولو من غیرہ کی قید گزر چکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو ہی ضربیں ہوں گی اگرچہ غیر سے تیمم کرائے۔

اعلیحضرت ——— آپ نے درِ مختار کی کلام میں تضاد واضح کر کے تین ضربوں کی وجہ بیان فرمائی۔ (فرمایا) شاید تین ضربوں کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جب کوئی شخص کسی اور کو تیمم کراتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا ہے، پس جب ضربِ ثانی کے ساتھ اس نے اس کے دائیں ہاتھ کا مسح کیا تو مٹی مستعمل ہو گی لہٰذا بائیں ہاتھ کیلئے تیسری ضرب کی ضرورت پڑے گی، پس خود تیمم کرنے اور تیمم کروانے میں یہی فرق ہے۔

۴۷ طحطاوی ——— صلوٰۃ کسوف اور سننِ مؤکدہ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں، جب ان کے فرائض کے بغیر فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہیں، اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ وضو کرنے سے تنگیٔ وقت کے سبب سنتیں فوت ہو جائیں گی اور اگر تیمم کرے تو سنت اور فرض دونوں اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم آئیگا کہ فرض بھی تیمم کے ساتھ پڑھے جائیں گے حالانکہ پانی کی موجودگی میں

عبا[illegible]

نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ دوسری عبادت ایسی نہ ہو جس کے بلا بدل
فوت ہونے کا خوف ہو (مثلاً عید کی نماز وغیرہ) اب دو عبادتوں کے
درمیان اتنا وقت نہیں کہ طہارت حاصل ہو جائے اور صبح کے فرض بدل
کی طرف فوت ہو رہے ہیں (یعنی ان کی قضا ہے) لہٰذا یہ فرض اس تیمم سے
ادا نہیں کیے جاسکتے اور اگر ہم سنت کی ادائیگی کے بعد پانی سے طہارت
لازم قرار دیں تو صبح کے فرضوں کی ادائیگی فوت ہو رہی ہے اور یہ سنتوں کی
وجہ سے ہوا لہٰذا یہ باطل ہے (حلبی)

امامِ محمد علیہ الرحمہ کے قول پر یہ صورت بن سکتی ہے کہ سورج کے
بلند ہونے پر قضا کرے اور وہ اس طرح کہ زوال سے قبل تک مؤخر کرے
کیونکہ اگر وہ وضو کرے تو وقت نکل جائے گا اور اگر تیمم کرے تو ادائیگی
ممکن ہے پس تیمم کرکے شروع کردے۔

بعض نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کے سبب
فرضوں کے لئے تیمم کیا، صبح کی سنتیں شروع کیں پھر قعود بقدر تشہد سے
پہلے پانی مل گیا، اب وقت اتنا ہی ہے کہ جس میں وضو کیا جاسکتا ہے
اور صرف دو فرض پڑھے جاسکتے ہیں پس وہ اسی تیمم سے سنتوں کو پورا کرے
اور پھر وضو کرکے فرض پڑھے اور پانی مل جانے کے باوجود سنتوں کو نہ توڑے
کیونکہ ایسا کرے گا تو صبح کی سنتیں (اکیلی) فوت ہو جائیں گی، اب یہاں
اسبابِ رخصت مختلف ہیں پہلا سببِ رخصت پانی کا نہ ہونا تھا اور اب
وقت کی تنگی ہے۔

اعلیحضرت —— یعنی اب اس تیمم کے ساتھ سنتوں کو پورا کرے اور پھر
وضو کرکے (وقت نہ ہونے کے سبب) صبح کے فرض ظہر کے وقت قضا کرے

۴۸
طحطاوی ـــــ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لانے کے لئے تیمم کرے تو آیا یہ تیمم درست ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ درست ہے اور اس تیمم سے نماز بھی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ تیمم میں نیت شرط ہے اور کافر کی نیت صحیح نہیں۔

امام طحطاوی نے بحر الرائق کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تیمم کے ساتھ نماز کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے اور امام ابو یوسف نے تو یہ فرمایا کہ یہ اسلام لانے کے لئے صحیح ہے۔

اعلیحضرت ـــــ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کافر کا تیمم اسلام لانے کے لئے صحیح ہے اور اس کے ساتھ ادائیگی نماز بھی درست ہے، بحر الرائق میں اس کی تصریح ہے اور وہ یہ ہے:۔

روی عن ابی یوسف اذا تیمم ینوی الاسلام جاز حتی لو اسلم لا یجوز لہ ان یصلی بذلک التیمم عند العامۃ وعلی روایۃ ابی یوسف جاز[1]

۴۹
طحطاوی ـــــ اگر کسی مقام پر جنبی، حائض، بے وضو اور میت ہوں اور پانی صرف ایک کو کفایت کرتا ہو تو اس کے استعمال کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر پانی مباح ہو تو جنبی اولیٰ ہے، اگر ان میں سے کسی ایک کی ملکیت ہو تو وہ خود استعمال کرے اور اگر ان سب میں مشترک ہو تو میت کے لئے صرف کیا جائے اور باقی تیمم کریں۔ اس کی مختلف وجوہات

---

[1] حاشیہ طحطاوی، ج ۱، ص ۱۳۰

ہیں :-

(i) تجہیزِ میت میں جلدی مطلوب ہے۔

(ii) میت کے لئے پانی کا حصول ناممکن ہے۔

(iii) میت کی جانب سے اپنے حصے کی عطا ناممکن ہے۔

امام طحطاوی نے اعتراض کیا کہ جب مشترکہ پانی میت پر صرف کیا ہے تو مباح پانی کا صرف کرنا تو اولیٰ ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— شاید یہاں میت کے لئے مشترکہ پانی کے استعمال حکم تیسری دلیل پر مبنی ہے یعنی میت کی طرف سے عطا کا عدم جبرا اور مباح پانی میں یہ دلیل جاری نہیں ہوتی لہذا وہاں جنبی اولیٰ ہے۔

۵۰
طحطاوی ——— ایک ہی جگہ سے ایک پوری جماعت تیمم کرسکتی ہے کیا مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور اگرچہ وہ مٹی موجود ہاتھوں سے لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ کر جمع کیا تو اس کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے۔

اعلیٰحضرت ——— مٹی استعمال کی صفت سے موصوف نہیں ہوتی، علامہ شامی نے نہر الفائق، حلیہ اور غنیہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ جو مٹی ہاتھوں کے ساتھ لگی ہو اور اس کے ساتھ مسح کرے تو وہ مستعمل ہو جائیگی البتہ وہ جگہ مستعمل نہیں ہوگی جہاں سے تیمم کیا گیا [1]

(اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً مٹی مستعمل نہیں ہوتی، ہمارے فتاوٰی (فتاوٰی رضویہ) میں ملاحظہ کریں۔

---

[1] شامی، ج ۱، ص ۱۶۹

۵۱
طحاوی ـــــــ نواقضِ تیمم کے سلسلے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا و ناقضہ ناقض الاصل، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مطلق تیمم چاہے حدثِ اصغر سے ہو یا حدثِ اکبر سے، ناقضِ وضو سے ٹوٹ جاتا ہے، چاہے صرف ناقضِ وضو پایا جائے یا ناقضِ غسل اور ناقضِ وضو دونوں پائے جائیں، لہٰذا اگر ناقضِ وضو پایا گیا تو وہ آدمی محدث کہلائے گا جنبی نہیں ہوگا اور اگر ناقضِ غسل پائے گئے تو اس پر جنبی کا اطلاق ہوگا، محدث کا اطلاق نہ ہوگا فیصیر جنبا لا محدثا چاہے وہ تیمم حدث سے کیا ہو یا جنابت سے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ علامہ طحطاوی کے قول لا محدثا کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ محدث بحدثِ اصغر مراد ہے (یعنی محدث تو ہوگا مگر حدثِ اکبر کے ساتھ نہ کہ حدثِ اصغر کے ساتھ) اگرچہ ہر جنبی محدث ہے۔

اسی سے علامہ طحطاوی کا نقل کردہ وہ اعتراض دور ہو گیا کہ جب ایک آدمی جنبی ہوگا تو وہ محدث ضرور ہوگا (جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جنبی محدث ضرور ہے لیکن حدثِ اصغر کے ساتھ نہیں بلکہ حدثِ اکبر کے ساتھ)

۵۲
طحاوی ـــــــ زخمی ہاتھوں والے شخص کو اگر ایسا شخص مل جائے جو وضو کرائے، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک غیر سے مدد مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ سوال ہے کہ آیا قدرتِ غیر سے یہ شخص قادر شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ (حلبی)

اعلیٰحضرت ـــــــ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قادر شمار نہیں کیا جائیگا اور

صاحبین کے نزدیک شمار کیا جائے گا اور رد المحتار میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک قدرت کا عدم اعتبار مطلقاً نہیں بلکہ بعض مواضع میں ہے

۵۳
طحطاوی ـــــــ حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور اس کا اندازہ ساعت فلکی کے ساتھ کیا جائے گا (تنویر الابصار مع الدر المختار) علامہ طحطاوی ساعتِ فلکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی ہر ساعت پندرہ درجہ کی ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــــ یعنی ایک ساعت میں کوکبِ ثابت کی حرکتِ غربیہ پندرہ درجہ ہوگی اور کوکب ثابت اور آفتاب کی حرکت کے درمیان اتنا تفاوت ہوگا جس قدر ایک ساعت میں سیرِ وسط کے ساتھ سورج چلتا ہے اور وہ (سیرِ شمس) دو دقیقے ۲۹ ثلثیے ۳۳ ثالثے، ۳۲ رابعے اور ۳۸ خامسے ہیں۔

۵۴
طحطاوی ـــــــ حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا کہا جائے گا اور جب دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارا جائیگا۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کرتے ہیں کہ کیا سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا اسی طرح واجب ہے جیسے دس سال کے بچے کو مارنا واجب ہے اور کیا ہر صورتِ وجوب میں وجوبِ اصطلاحی مراد ہے یا وجوب فرض کے معنی میں ہے؟

اعلیٰحضرت ـــــــ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ ہاں کیونکہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور وجوب سے استحباب کی طرف پھیرنے والی کوئی علت نہیں۔ علامہ شامی نے یونہی یہ بھی بیان کیا کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنی میں ہے

---

لہ رد المحتار، ج۱، ص ۵۰۹، باب صلوٰۃ المریض

فرض کے معنیٰ میں نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے قطعی نہیں، علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-

وظاهر الحديث ان الامر لابن سبع واجب كالضرب والظاهر ايضا ان الوجوب بالمعنى المصطلح عليه لا بمعنى الافتراض لان الحديث ظنى [1]

۵۵

طحطاوی ——— خزانہ میں ہے کہ جب ظہر کا وقت حدِ اختلاف میں داخل ہو جائے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو جائے تو یہ وقت مکروہ ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اسی کتاب حاشیۃ الطحطاوی کے ص ۱۷۹، نیز بحر الرائق کے حوالہ سے مذکور ہے کہ وقتِ ظہر میں کوئی کراہت نہیں (اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) اور یہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ پہ تحقیق کی ہے۔

بحر الرائق کی عبارت یہ ہے :-

لان الفجر والظهر لا كراهة فى وقتهما [2]

۵۶

طحطاوی ——— اذان میں ترجیع نہیں یعنی اول آہستہ آواز سے شہادتین کہنا اور پھر بلند آواز سے کیونکہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور آہستہ آواز سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، بحر الرائق میں اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ صاحب الملتقیٰ اور قہستانی نے مکروہ کہا ہے۔ علامہ طحطاوی کہتے ہیں کہ کراہت کا قول مقدم ہے جیسا کہ حلبی میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار ج ۱، ص ۳۵۴ کتاب الصلوٰۃ

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱، ص ۱۷۹ و بحر الرائق، ج ۱، ص ۲۴۹

**اعلیٰحضرت** ـــــــ ملتقیٰ سے مراد ملتقی الابحر ہے جو قابلِ اعتماد چار متون (مختار، کنز، وقایہ، کا جامع متن ہے اور اس کے مصنف امام ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) ہیں جو منیۃ المصلی کی دو شرحوں کبیر اور ... کے مصنف ہیں۔

۵۷
**طحطاوی** ـــــــ اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت میں کوئی حرج ... شارح تنویر الابصار (صاحب درِ مختار) کا قول لا بأس سے ... کہ عدمِ تکرار اولیٰ ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ عدمِ تکرار اولیٰ نہیں بلکہ تکرار افضل ہے جیسے ردالمحتار میں خزائن الاسرار کے حوالے سے قاضی خاں کی عبارت نقل کی گئی وہ یہ ہے :-

یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ و اھلہ لکن بمخافتۃ الاذان و لوکرر اھلہ بدونھما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضیخان [۱]

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :-

ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد

---

[۱] ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۷۱، باب الامامۃ

محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن

اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھة مطلقا سواء کان

مسجد محلة او غیرہ وعلیہ مسلمون (المجتبیٰ) ؎۱

عدم جواز کے وہم کو دور کرنے کے لئے لا بأس لایا گیا اور جواز

کی طرف اشارہ فرمایا۔

**۵۸**
**طحاوی** ——— امام کے مصلّی کے اوپر کھڑا ہونے تک مؤذن بیٹھا رہے یعنی

جب امام مصلّی پر آجائے تو پھر کھڑے ہو کر تکبیر کہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں کھڑے ہو کر امام کی انتظار کرنے کو

مکروہ لکھا ہے، فتاویٰ ہندیہ کی عبارت یہ ہے:-

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ الانتظار

قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ حی علی

الفلاح ؎۲

**۵۹**
**طحاوی** ——— شرائطِ نماز میں سے چھٹی شرط استقبالِ قبلہ ہے اور اس کی

دو صورتیں ہیں، کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے والے کے لئے عین

کعبہ کو دیکھنا اور غیر معاین کے لئے جہتِ قبلہ کی طرف منہ کرنا

اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ نمازی کے چہرہ سے ایک

خط زاویہ قائمہ پر اُفق کی طرف فرض کیا جائے جو کعبۃ اللہ پر سے گزرے

اور ایک دوسرا خط جو دائیں بائیں اس خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرے

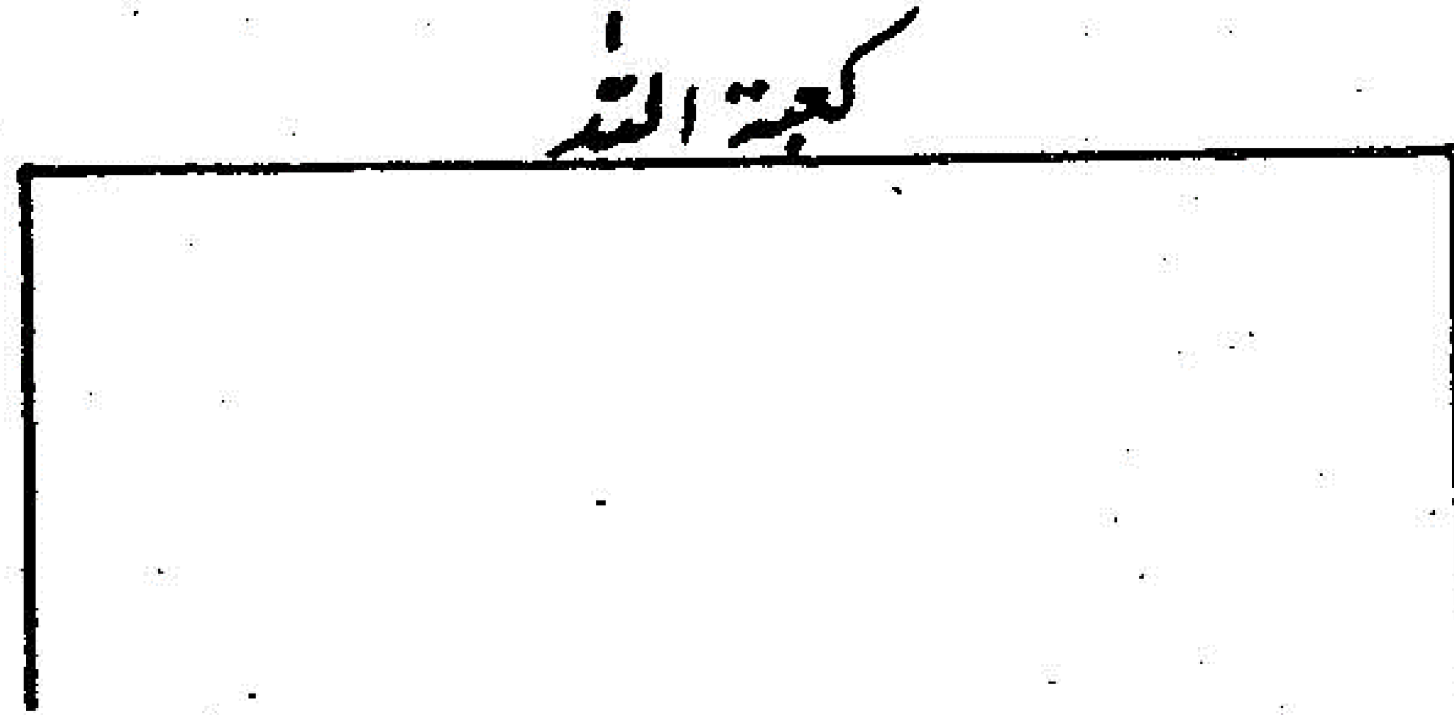
---

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۴۰

؎۲ فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۵۷، باب الاذان

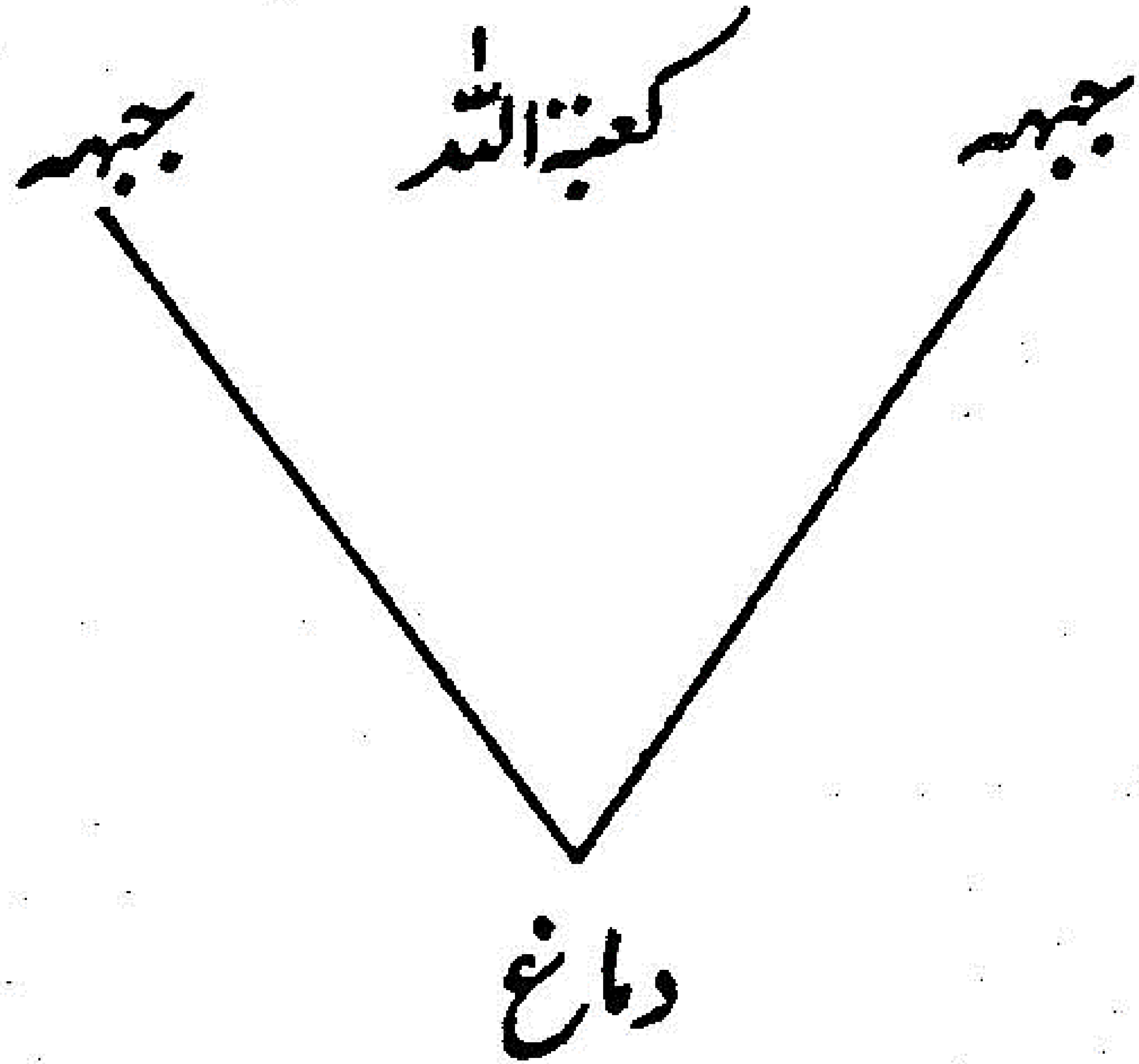
(درمختار)۔ علامہ طحطاوی نے الدرر کے حوالے سے لکھا :

"ایک یہ کہ وہ خط جو نمازی کی پیشانی سے نکلے اور اس خط سے مل جائے جو کعبۃ اللہ سے سیدھا گزرتا ہے، اس سے دو زاویئے قائمے حاصل ہوں گے جس کی صورت یہ ہے :۔




ایک زاویہ اس خط سے پیدا ہوگا جو کعبۃ اللہ سے گزرتا ہے اور ایک قائمہ زاویہ اس خط سے حاصل ہوگا جو نمازی کی پیشانی سے نکلتا ہے، اس سے دو زاویئے قائمے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کعبۃ اللہ ان دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دماغ میں جا ملتے ہیں، پھر آنکھوں کی طرف نکلتے ہیں جیسے مثلث کے دو ضلعے ہوتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے :۔




اعلیحضرت ——— کہا جاتا ہے کہ صورتِ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح علامہ طحطاوی نے سمجھا بلکہ کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے مراد وہ خط ہے جو

اس کے دونوں پہلوؤں سے دائیں بائیں گزرتا ہے اور دو قائمہ زاویوں سے مراد وہ زاویے ہیں جو نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کے دونوں طرف وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں یہ خط کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے ملتا ہے۔

علامہ شامی یہی سمجھے اور انہوں نے الدرر کی اس تصویر کو توجیہ تحقیقی پر محمول کیا جس طرح ہم نے شامی کے حاشیہ پر بیان کیا لیکن اقرب بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں (جو الدرر میں بیان ہوئیں) توجیہ تقریبی کے لئے ہیں (تحقیق کے لئے نہیں) اور جبین کا معنٰی پیشانی (جبہہ) کی دونوں طرفیں ہیں اور انہیں جبین کہتے ہیں (لیکن ایک جبہہ میں دو جبین ہیں) اسی طرح قاموس اور رد المحتار[1] میں ہے، اس صورت میں وہی صورت صحیح ہوگی جو علامہ طحطاوی نے نقش فرمائی۔

۶۰

طحطاوی ـــــ یہ دوسری صورت کا ذکر ہے جو اُوپر بیان چکی

اعلیٰحضرت ـــــ بہتر وہی ہے جو الدرر میں ہے (اس کا ذکر بھی پیچھے علامہ شامی کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ مرتب)

۶۱

طحطاوی ـــــ آخری قعدہ کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے صاحب درِ مختار نے کہا کہ (یہ رکن نہیں بلکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط ہے کیونکہ یہ نماز سے خروج کے لئے مشروع ہوا جس طرح تحریمہ شروع نماز کے لئے مشروع ہے اس پر علامہ طحطاوی نے نہر الفائق کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی کہ اگر قعدہ اخیرہ رکن ہوتا تو نماز کی ماہیت اس پر موقوف ہوتی حالانکہ اس پر ماہیتِ نماز موقوف نہیں، اسی لئے اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ نماز

[1] فان الجـ [illegible]

نہیں پڑھے گا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے حانث ہو جائیگا۔ ؎۱

علامہ طحطاوی مزید لکھتے ہیں، کیا قعدۂ اخیرہ کے بارے میں وہ
کہی جاسکتی ہے جو تحریمہ کے بارے میں کہی جاتی ہے (یعنی شرائط کی
رعایت نہ کرنا کیونکہ تحریمہ میں شرائطِ نماز کی رعایت تحریمہ کے رکن ہونے
کی وجہ سے ہے کیونکہ قیام فرض ہے) لہٰذا جب قعدۂ اخیرہ میں رعایت
شروط کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوا جبکہ تحریمہ میں شرائط کی رعایت
باعثِ قیل وقال ہے تو معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ تحریمہ کی طرح نہیں لہٰذا اس
کے رکن ہونے کے بارے میں اس طرح کا اختلاف اور بحث و تمحیص نہیں
ہے جس طرح تحریمہ کے بارے میں ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— اعلیٰحضرت تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی
علامہ طحطاوی پر رحم فرمائے کہ کس طرح "المسائل الاثنی عشریہ" مشہورہ آپ کے
ذہن سے نکل گئے۔ ان مسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اخیرہ رکن ہے
کیونکہ قعدۂ اخیرہ میں ان بارہ باتوں کا پیدا ہونا نماز کو توڑ دیتا ہے۔
مختصر القدوری میں "المسائل الاثنی عشریہ" کا ذکر اس طرح ہے:۔

وان رای المتیمم الماء فی صلوٰتہ بطلت
صلوٰتہ وان راٰہ بعد ما قعد قدر التشہد او کان
ماسحا فانقضت مدۃ مسحہ او خلع خفیہ بعمل
قلیل او کان امیا فتعلم سورۃ او عریانا فوجد ثوبا او مومیا
فقدر علی الرکوع والسجود او تذکران علیہ صلوٰۃ قبل

---

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۰۳

هٰذہ او احدث الامام القاری فاستخلف امیا او طلعت الشمس فی صلوٰۃ الفجر او دخل وقت العصر فی الجمعۃ او کان ماسحا علی الجبیرۃ فسقطت عن برء او کانت مستحاضۃ فبرأت بطلت صلوٰتہم فی قول ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف و محمد تمت صلوٰتہم فی ھٰذہ المسائل [1]

حلیہ میں بدائع کے حوالے سے منقول ہے کہ قعدۂ اخیرہ کے لئے وہ شرائط ہیں جو باقی ارکان کے لئے ہیں۔

۶۲

طحطاوی ——— مقتدی پر امام کی اتباع کس کس بات میں واجب ہے؟ حلیہ میں ہے کہ واجباتِ نماز میں واجب ہے، سنن میں نہیں کیونکہ ان کی ادائیگی واجب نہیں۔ امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ واجب کے علاوہ اس غیرِ واجب میں بھی اتباعِ امام ضروری ہے جو منسوخ نہیں ہوا۔ کما یأتی قریبا کہہ کر علامہ طحطاوی نے اس کے کچھ بعد فرمایا:-

اعلم ان المتابعۃ واجبۃ فی الواجب وفی غیر الواجب الذی لم ینسخ کالزیادۃ علی الثلاث فی تکبیرات العیدین۔

اعلیحضرت ——— جو کچھ امامِ طحطاوی نے دوبارہ ذکر کیا وہ بھی نقل کی طرف منسوب نہیں اور جو تحقیق علامہ شامی نے فرمائی وہ اقرب ہے یعنی سنت میں متابعتِ امام سنت ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:-

---

[1] [illegible]

فعلم من هذا ان المتابعة ليست فرضا بل تكون واجبة فی الفرائض والواجبات العقلية وتكون سنة فی السنن ۱ؔ

ہاں ارکانِ اربعہ میں متابعت ہر مشروع میں واجب ہے۔

۶۳
طحطاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ حلبی نے فرض میں متابعت کو فرض قرار دیا ہے حالانکہ (مطلق) ایسا نہیں بلکہ (اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ) اگر مطلقاً فرض کی ادائیگی مراد ہے چاہے امام کے ساتھ ہو یا بعد میں، تو پھر بات ٹھیک ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ مل کر فرض کی ادائیگی فرض ہے تو یہ قطعاً واجب ہے۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں یہ واجب نہیں بلکہ واجب عدمِ تاخیر ہے بایں معنیٰ کہ مقتدی کا فعل امام کے اس فعل سے فراغت کے بعد نہ ہو لیکن جہاں تک قِران کا تعلق ہے تو وہ سنت ہے جس طرح علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عندهما ۲ؔ

۶۴
طحطاوی ——— ایک شخص نے نماز شروع کی، ابھی فاتحہ (مکمل یا بعض) پڑھی تھی کہ دوسرے شخص نے اس کی اقتدار کی، تو اب بوجہ امامت جہری نماز میں جہر واجب ہے لیکن اگر باقی قرارت میں جہر کرے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی

---

۱ؔ ردالمحتار، ج۱، ص ۳۱۶ ( مہم فی تحقیق متابعة الامام )

۲ؔ ردالمحتار، ج۱، ص ۳۱۷ (مطلب ۔ مہم فی تحقیق متابعة الامام )

نماز میں بلند اور آہستہ آواز کی قرارت جمع ہو جائے، یہ امر شنیع ہے اور اگر آہستہ پڑھے تو وجوبِ جہر کے بعد عدمِ جہر لازم آتا ہے لہذا پڑھی ہوئی قرارت کو لوٹائے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اعادہ میں اول کی موافقت کرے یعنی آہستہ پڑھے۔

**اعلیحضرت** ——— میں کہتا ہوں کہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے جبکہ غنیہ میں اسی مسئلہ کے بعد مذکور ہے کہ اگر اس نے ایک یا زیادہ آیات آہستہ پڑھی ہوں تو نماز کو بلند قرارت کے ساتھ پوری کرے اور پڑھی ہوئی قرارت کو دوبارہ نہ پڑھے اور جس طرح ردالمحتار میں ہے :-

وقیل لم یعد وجہر فیما بقی من بعض الفاتحۃ او السورۃ کلھا او بعضھا کما فی المنیۃ [1]

٦٥ **طحطاوی** ——— امامت کے باب میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ امامتِ صغریٰ میں مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ ربط دس شرائط کے ساتھ ہے [2] جن میں سے ایک پر امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے۔

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر مقتدی کو امام کے بارے میں ایسی بات معلوم ہو جو خود امام کے نزدیک مفسدِ نماز ہے جس طرح عورت کو ہاتھ لگانا اور امام کو اس حالت کا علم نہیں (کہ اس نے عورت کو چھوا) تو اکثر

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۵۷

[2] نیۃ المؤتم الاقتداء واتحاد مکانھما وصلاتھما وصحۃ صلاۃ امامہ وعدم محاذاۃ امرأۃ وعدم تقدمہ علیہ بعقبہ وعلمہ بانتقالاتہ وبحالہ من اقامۃ وسفر ومشارکتہ [illegible] ، ج ۱ ، ص ۲۳۹

کے قول پر اس مقتدی کے لئے اس کی اقتدار جائز ہے اور ایک جماعت نے، جن میں ہندوانی بھی ہیں، عدمِ جواز کا قول کیا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ نماز باطل ہے لہٰذا تبعاً مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہندوانی کے قول سے یہ سمجھا کہ فقط امام کی رائے کا اعتبار ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی رائے کا معاً اعتبار ہے جیسے السندی نے غایۃ التحقیق میں تصریح کی ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— (غالباً اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے نسخہ میں السندی کا نون غین کی صورت میں ہوگا اور موجودہ نسخہ میں بھی بمشکل نون کا پتہ چلتا ہے، مرتب) (چنانچہ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ لفظ السندی نون کے ساتھ ہے۔

اکثر مشائخ نے یہ فرمایا کہ اگر امام مقاماتِ اختلاف کی رعایت کیا کرتا ہے تو پھر یہ نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں، اسے سندی نے روایت کیا ہے۔

۶۶

**طحطاوی** ——— معذور کے پیچھے طاہر کی نماز صحیح نہیں چاہے وضو کرتے ہی حدث ہو یا بعد میں پیدا ہو، تنویر الابصار اور درِ مختار کی اس عبارت کے ساتھ علامہ طحطاوی نے ای وقبل الصلوٰۃ کی قید لگائی جس کا مطلب یہ ہے کہ حدث وضو کے بعد اور نماز سے پہلے طاری ہو۔

**اعلیٰحضرت** ——— میں (اعلیٰ حضرت) کہتا ہوں کہ یہ (ای وقبل الصلوٰۃ کی قید) مفہوم انتہائی بعید ہے، بے شک مجتبیٰ، بحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں ایسے ہی کہا گیا جیسے متن میں ہے (قبل الصلوٰۃ کی قید کے بغیر) بحر الرائق میں ہے "مجتبیٰ میں ہے کہ حدث، وضو سے ملا ہوا ہو یا بعد میں طاری ہو، اور اس قید کے ذریعے اس بات سے احتراز کیا گیا کہ اگر وضو کرتے وقت عذر نہ ہوا

اسی طرح (بے عذر) نماز پڑھ لے تو اس کی اقتدار صحیح ہے کیونکہ وہ طاہر کے حکم میں ہے۔

فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ طاہر آدمی سلسل البول والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدث وضو سے مقارن ہو یا بعد میں طاری ہو، اسی طرح زاہدی میں ہے۔

(اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ فقہار کی) نص سے یہ بات معلوم ہے کہ جس نے انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت عذر لوٹ آیا تو اس کا وضو، معذور کا وضو شمار کیا جائے گا چاہے نماز سے قبل لوٹے یا بعد میں، یہاں تک کہ اس عذر کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ وقتِ نماز کے چلے جانے سے ٹوٹ جائے گا جیسے سب فقہار نے بیان کیا، پس جس نے انقطاع عذر کی صورت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی، پھر عذر اسی (نماز کے) وقت لوٹ آیا تو وہ نماز کامل نماز نہیں شمار کی جائے گا کیونکہ کامل نماز وضوء عذر کے ساتھ ادا نہیں ہوتی پس اس کی اقتدار کیسے صحیح ہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحیح شخص کی طہارت، طہارتِ مطلقہ ہے اور اس شخص کی طہارت جس نے انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت میں عذر لوٹ آیا اگرچہ نماز کے بعد ہی کیوں نہ ہو، وہ وقتی (عارضی) طہارت ہے کیونکہ وقت کے نکلتے ہی باطل ہو جائے گی، پس ضعیف پر قوی کی بنار کیسے صحیح ہوگی؟

ہاں تجھے یہ بات دھوکہ نہ دے کہ جب حالتِ انقطاع میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس نے ایسی طہارت سے نماز ادا کی جو منافی سے محفوظ ہے (یہ بات اس لئے نہیں کہہ سکتے کیونکہ) تو جانتا ہے کہ یہ طہارتِ سالمہ سے کم درجہ کی طہارت ہے اور اس لئے بھی کہ یہ

طہارتِ مُوقّتہ ہے نیز ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ طہارت کے منافی کوئی بات نہیں پائی گئی کیونکہ انقطاعِ ناقص طُہرِ متخلل کی طرح ہے جو اتصالِ دم سے مانع نہیں بلکہ وہ مسلسل خون ہے جس طرح حائضہ عورت کے بارے میں ہے اسی طرح بحرالرائق میں السراج الوہاج سے نقل کیا گیا ہے پس جس طرح طہرِ ناقص میں حائضہ کی نماز معتبر نہیں، اسی طرح انقطاعِ ناقص میں امامت بھی جائز نہیں، یہ بات کتبِ فقہ کے متون وشروح سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے معذور کے پیچھے صحیح کی نماز کو منع کیا ہے۔

ہاں اگر انقطاع کی حالت میں وضو کیا اور وہ انقطاع وقت کے نکلنے تک برقرار رہا تو اس شخص کا وضو صحیح لوگوں کے وضو کی طرح ہوگا اگرچہ وہ معذور ہی رہے گا، اگر دوسرے وقت میں عذر لوٹ آئے اس لئے یہ وضو خروجِ وقت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ سیلان سے ٹوٹ جاتا ہے جیسے فقہاء نے بالاتفاق کہا ہے۔

پس اگر ہم اس قسم کے آدمی کی اقتداء کا قول کریں تو صحیح نہیں کیونکہ جب اس کا وضو معذور کا وضو ہے تو نماز بھی اسی طرح ہوگی، اسی طرح بندۂ ناتواں کے لئے ظاہر ہوا۔

مزید براں محشی (علامہ طحطاوی) نے کوئی عقلی ونقلی دلیل بھی پیش نہیں کی پھر میں نے علامہ طحطاوی کے مراقی الفلاح پر حاشیے کو دیکھا تو لا یصح اقتداء غیرہ بہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب عذر کی حالت میں وضو کیا یا بعد میں عذر لاحق ہوا، اگر وضو کرتے وقت عذر سے خالی ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہوگا۔ اس بات میں سید طحطاوی نے ازہری کی پیروی کی، پس الفاظ ازہری کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ازہری نے فی حکم الطاھر کہا ہے۔

اور یہ کلام صحیح ہے، اگرچہ ان دونوں کے قول خالیا عنہ سے اس چیز کا وہم پیدا ہوتا ہے جو یہاں واقع ہے اور یہ اس لئے کہ ان دونوں نے طریان کو مطلقاً بعد کے ساتھ ذکر کیا لہٰذا یہ اسے بھی شامل ہے جو نماز کے بعد ہو اگرچہ اسے وقت میں حصول کے ساتھ مقید کرنا واجب ہے اور ان کا قول خالیا عنہ اسی وقت تک خالی ہو سکتا ہے جب وقت میں نہ لوٹے اور اسی طرح ان کے قول فی حکم الصحیح سے حکمِ صحیح میں ہونا ثابت نہیں ہوتا جب وہ وقت میں لوٹ آئے۔

ظاہر یہ ہے کہ محشی علیہ الرحمہ کو قائل کے قول توضا علی الانقطاع وصلیٰ کذٰلک سے شبہہ پیدا ہوا، پس انہوں نے اسی بات کو کافی سمجھا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ انقطاع سے مراد انقطاعِ معتبر ہے اور وہ انقطاع تام ہے جو پورے وقت کو گھیر لے اور یہاں یہ مراد نہیں کیونکہ اس انقطاع سے وہ معذور نہیں رہتا اور کلام معذور کے بارے میں ہے اور انقطاعِ ناقص یہ ہے کہ خروجِ وقت تک باقی رہے، اس سے وہ معذور ہی رہے گا لیکن اس میں وضو صحیح وضو کی طرح ہوگا، یہاں تک کہ خروجِ وقت سے نہیں ٹوٹے گا اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے، ایک مختصر وقت کے لئے انقطاع ہوتا ہے، پھر عذر لوٹ آتا ہے، پس یہ انقطاع کچھ معتبر نہیں ہے۔

پھر مجھے کتبِ فقہ کے متون، شروح اور فتاووں سے بالاجماع معلوم ہوا کہ مطلقاً معذور کی اقتدا صحیح نہیں اور اس تقیید کو زاہدی نے ظاہر کیا اور اسکی کلام جو ہندیہ میں نقل کی گئی ہے اس میں صرف قرون اور طریان کا ذکر ہے اور اسے بھی اس نے مطلق ذکر کیا ہے لہٰذا یہ طریان کو اور بعد الصلوٰۃ دونوں کو شامل ہوگی اور مصنف علیہ الرحمہ زاہدی کے مسائل کو متن میں داخل کرتے رہتے

ہیں اور متن، ظاہر مذہب کے مطابق ہوتا ہے۔

۶۷
**طحطاوی** ——— ہکلا کے پیچھے غیر ہکلا کی نماز صحیح نہیں اور یہ ہکلا شخص انتہائی کوشش اور محنت کے بعد امی کی مثل ہے لہٰذا اپنے جیسے کی امامت کر سکتا ہے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ انتہائی کوشش اس پر فرض و لازم ہے اور دوران جد و جہد اس کی انفرادی نماز ظاہر مذہب کے لحاظ سے فاسد ہوگی (یعنی اس پر اقتدار لازم ہے)

**اعلیٰحضرت** ——— میں کہتا ہوں، اس کی نماز کا فساد اس وقت ہے جب اس کے لئے اقتدار ممکن ہو ورنہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیجاتی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ جد و جہد کے لئے کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا حکم دائمی ہے لہٰذا امکان کا حکم خود شارح (صاحب در مختار) کے اس قول سے حاصل ہوا:۔

لا تصح صلاتہ ان امکنہ الاقتداء

یعنی اس کی نماز اسی وقت (اکیلے) صحیح نہ ہو جب اقتدار ممکن ہو۔

۶۸
**طحطاوی** ——— امام طحطاوی نے بزازیہ کے حوالے سے ایک مسئلہ نقل کیا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص غیر المغضوب علیہم کو غیر المظوب ظاء کے ساتھ اور ولا الضالین کو ذال یا ظاء کے ساتھ پڑھے تو بعض نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عوام حروف کے مخارج کو نہیں پہچانتے لہٰذا یہ حکم عموم بلویٰ کے پیش نظر ہے۔ بعض نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا اگر معنیٰ بدل جائے۔

**اعلیٰحضرت** ۔ قاضی ابو الحسن اور قاضی ابو القاسم نے کہا کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے یا حروف میں تمیز نہ کر سکتا ہو تو فاسد نہ ہوگی، یہ قول اعدل ہے، اس کلام میں قاضی ابو القاسم کا ذکر ہے۔[1]

---

[1] اگر ضالین کو ظاء کے ساتھ پڑھا تو معنی ہمیشہ رہنے والے؛ لہٰذا اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ۱۹۷ مرتب)

۶۹
طحاوی ——— علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں نے درِ مختار کی اس عبارت و لو من احدھما لم یکرہ سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بحر الرائق کا مخالف قرار دیا اور لکھا کہ ایک کاندھے سے ہو یا دونوں کاندوں سے، دونوں طرح سے مکروہ ہے اور شارح کا و لو من احدھما لم یکرہ کہنا صحیح نہیں، شامی کی عبارت یہ ہے:

مخالف لما فی البحر حیث ذکر فی انہ اذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ و طرفا علی ظھرہ یکرہ[1]

اعلیٰحضرت ——— شارح تنویر الابصار (صاحبِ درمختار) کی کلام کا مطلب وہ نہیں جیسے سید علامہ طحطاوی نے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ شامی نے سمجھا اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی کہ ایک کاندھے پر رکھا ہو یا دونوں پر کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کپڑے کے دونوں کنارے لٹکائے جائیں گے تو مطلقاً مکروہ ہوگا چاہے وہ ایک کاندھے پر ہو یا دونوں پر، شارح کی کلام کپڑے کے کناروں کے بارے میں تھی کہ اگر دونوں کناروں کو لٹکایا جائے تو مکروہ ہے اور اگر ایک کنارہ ایک کاندھے پر لٹکایا جائے اور دوسرا کنارہ دوسرے مونڈھے پر رکھا ہو تو مکروہ نہیں (من احدھما میں ضمیر کا مرجع کتف نہیں بلکہ ثوب ہے) کہاں یہ اور کہاں وہ مفہوم جسے ان دونوں حضرات نے سمجھا، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرمائے۔ آمین۔

۷۰
طحاوی ——— اگر کوئی آدمی شافعی المذہب امام کی اقتداء میں وتر ادا کر رہا ہو

[1] فتاویٰ شامی، ج ۱، ص ۴۳۰

تو آیا دعائے قنوت کی متابعت کرے گا یا اپنے مذہب کا قنوت
اس ضمن میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اللّٰھم انا نستعینک
میں واجب منحصر نہیں پس اگر قنوت میں امام کی متابعت کرے گا
طرف سے واجب کی ادائیگی ہو جائے گی۔

اعلیٰحضرت ــــــ میں کہتا ہوں کہ اس سے وجوب کے سقوط میں کلام
کلام اس بارے میں ہے کہ اس کے لئے کونسا قنوت مناسب
آیا اپنے مذہب کی اتباع میں اپنے مذہب کا مختار قنوت پڑھے
کی متابعت کے پیشِ نظر اس کے مذہب کا قنوت پڑھے، اس کا
وہی ہے جسے شیخ عبدالحی شرنبلانی نے ذکر فرمایا :۔

فی الشرنبلانیۃ لا یخفی ان الشافعی یقنت
باللّٰھم اھدنا والحنفی باللّٰھم انا نستعینک۔

فتاویٰ شامی میں ہے :۔

ای ویقنت بدعاء الاستغاثۃ لا دعاء الھدایۃ
الذی یدعو بہ امامہ لان المتابعۃ فی
مطلق القنوت لا فی خصوص الدعاء کما حررہ
الشیخ ابو السعود عن الشیخ عبد الحی [1]

۷۱
طحطاوی ــــــ قنوتِ نازلہ رکوع سے پہلے پڑھا جائے، یہی امام
علیہ الرحمہ کا قول ہے اور امامِ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع کے
ہے، حلبی نے کہا اگر امام رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو اس کے

[1] رد المحتار، ج ۱، ص ۴۴۹

غیر مشروع کام میں متابعت کی بجائے کچھ دیر بیٹھ جائے تاکہ مشارکت کا احتمال باقی نہ رہے۔

بحر الرائق میں ہے، بعض نے کہا چونکہ رکوع کے بعد طولِ قیام جائز نہیں اس لئے امام کی اتباع نہ کرے۔

**اعلیٰحضرت** ——— میں کہتا ہوں کہ رکوع کے بعد بیٹھ جانا عدمِ جواز میں طولِ قیام سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ اصلاً اور وضعاً دونوں طرح ناجائز ہے بخلاف طولِ قیام کے (کیونکہ وہاں وضعاً مشروعیت ہے)

**۷۲ طحطاوی** ——— بحر الرائق میں ہے ولیقنت الامام فی الجھریۃ کہ امام جہری نمازوں میں قنوت (نازلہ) پڑھے۔ ابوالسعود میں ہے:۔

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوٰۃ الفجر۔

"اگر مسلمانوں پر کوئی پریشانی آئے تو صبح کی نماز میں قنوت پڑھے"

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بحر الرائق میں لفظِ جھری درحقیقت لفظِ الفجر ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— آپ امام طحطاوی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فی الجھریۃ کی عدمِ صحت ظاہر ہے جیسا کہ کتبِ احادیث سے ظاہر ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح ہے "تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نمازِ فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوٰۃ الجھر مصحف من صلوٰۃ الفجر [1]

---

[1] فتاوی رضویہ، ج ۲، ص ۵۱۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مواظبت اور تکرار دیگر نمازو
لئے ثابت نہیں جو صبح کے بارے میں ہے۔

۷۳

**طحطاوی** ——— علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی (صاحب شرح
نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک سوائے آفات ومصائب کے صبح کی نماز
نہ پڑھا جائے، اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں"۔
فضلاء نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اسی مسلک پر ہیں

**اعلیحضرت** ——— بعض فضلاء سے یا علامہ ابراہیم حلبی مراد ہیں یا علامہ شر
کیونکہ ان دونوں نے غنیہ اور مراقی الفلاح میں یہ بات بیان کی ہے۔

۷۴

**طحطاوی** ——— صاحب درمختار نے (فائدہ کے تحت) ان باتوں کو بیا
جن میں امام کی اتباع کی جائے اور ان میں امام کی اتباع نہ کی جائے
امور میں امام کی اتباع کی جائے ان میں ایک قنوت بیان کیا گیا۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرنبلانی نے نور الایضاح میں اس
مناقض بیان کیا اور وہ یہ کہ اگر امام قنوت ترک کردے تو مقتدی پڑ
بشرطیکہ اس کے لئے امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ممکن ہو، و
امام کی اتباع کرے [1]

**اعلیحضرت** ——— خلاصہ اور دیگر کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے (ج
نور الایضاح میں ہے)

۷۵

**طحطاوی** ——— نوافلِ منذورہ میں اگر قیام کے ساتھ پڑھنے کی نذر ہے
قیام واجب ہے ورنہ قیام لازمی نہیں اور تعین کے ساتھ بالاتفاق

---

[1] نور الایضاح، باب الوتر، ص

لازم ہے۔

ضرت ـــــ یہ مسئلہ کہ نوافلِ منذورہ میں قیام واجب نہیں جب تک کہ قیام کی صراحت نہ ہو، متفقہ نہیں بلکہ اختلافی ہے۔

ادی ـــــ مقیم، سواری کی حالت میں شہر سے باہر نفل پڑھ سکتا ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں، تنویرالابصار میں "راکبا" مفرد کا صیغہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ سواری کی حالت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کی نماز صحیح ہوگی جبکہ قوم کی نماز فاسد ہوجائیگی۔

ضرت ـــــ جماعت کے ساتھ قوم کی نماز کے فساد کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جانوروں کے درمیان فاصلہ اقتداء سے مانع ہے۔

ادی ـــــ مقتدی کے دعائے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل اگر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی قنوت ترک کرکے امام کی متابعت کرے، اگرچہ اس نے (بوجوہ) قنوت میں سے کچھ بھی نہ پڑھا ہو بشرطیکہ امام کے ساتھ رکوع کے فوت ہوجانے کا خوف ہے البتہ تشہد کو پورا کرے کیونکہ تشہد میں اختلاف مفسدِ نماز نہیں۔ (الدرر)

ضرت ـــــ میں کہتا ہوں (حالتِ تشہد میں عدمِ اتباعِ امام) تشہد میں مخالفت نہیں بلکہ تشہد کے ساتھ سلام میں بلکہ خروج بصنعہ میں مخالفتِ امام ہے، الدرر کا یہ قول (مخالفتِ امام فی التشہد) اس شخص کے مسلک پر صحیح ہے جو اس کی فرضیت کا قائل نہ ہو۔

ادی ـــــ (صاحبِ تنویرالابصار نے فرمایا) اگر لوگ عشاء کے فرض (رمضان شریف میں) جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں،"۱"

فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، شارح کی تعلیل تبع اکیلے آدمی کو
شامل ہے یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ فرض نہ ادا کر سکے تو ت
بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے اور خود شارح کی تفریع اس کی تعلیل
خلاف ہے اور وہ یہ ہے:

فمصلیہ وحدہ یصلیہا معہ

"اکیلے فرض پڑھنے والے جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں"

**اعلیحضرت** ـــــ امام طحطاوی نے شارح (صاحب درمختار) پر اعتراض
کہ شارع کی تعلیل سے مفرد کی شمولیت اور تفریع سے اس کے خلاف
چلتا ہے، اس کا جواب ردالمحتار میں نہایت عمدہ دیا گیا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:-

(قولہ لانہا تبع) ای لان جماعتہا تبع لجماعۃ
الفرض فانہا لم تقم الا بجماعۃ الفرض فلو اقیمت
بجماعۃ وحدہا کانت مخالفۃ للوارد فیہا فلم تکن
مشروعۃ اما لو صلیت بجماعۃ الفرض وکان
رجل قد صلی الفرض وحدہ فلہ ان یصلیہا مع ذلک
الامام لان جماعتہم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا معہم
لعدم المحذور ہٰذا ما ظہر لی فی وجہہ وبہ ظہر
ان التعلیل المذکور لا یشمل المصلی وحدہ فظہر
صحۃ التفریع بقولہ فمصلیہ وحدہ الخ [1]

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

۷۹
طحاوی ——— حلبی کے حوالہ سے امام طحطاوی نے لکھا ہے کہ تعلیل سابق کے مطابق صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ وتر امامِ ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے۔

حضرت ——— علامہ شامی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ وتر اگرچہ اپنی اصل کے لحاظ سے تابع نہیں ہیں لیکن وتروں کی جماعت تو تابع ہے، فتاوٰی شامی میں ہے :۔

الذی یظہر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح و ان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح الخ [1]

۸۰
طحاوی ——— امام صاحب کے نزدیک وتر عشاء کے تابع بھی نہیں (حلبی)

حضرت ——— اس بات سے وتروں کی جماعت کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اگرچہ فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں اور یہ بات اس نص کے خلاف ہے جو شرح النقایہ اور غنیہ وغیرہما میں ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے فتاوٰی (فتاوٰی رضویہ) میں مکمل طور پہ کی گئی ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں ہے :۔

" جس شخص نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۷۶، صلوٰۃ التراویح

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے، درِ مختار میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیھا معہ اھ ای مصل الفرض وحدہ یصل التراویح مع الامام۔ ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر واللہ تعالیٰ اعلم [1]

۸۱
طحطاوی ——— اذان کے بعد نماز ادا کئے بغیر مسجد سے باہر جانے کی کراہت کا ذکر کرتے ہوئے چند افراد کے استثناء کے بعد صاحبِ تنویرالابصار اور اس کے شارح (صاحبِ درِ مختار) فرماتے ہیں :-

(الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخریٰ) او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود۔ (نہر الفائق)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ومن عزمہ جار مجرور آخری یعنی لحاجۃ کے ساتھ متعلق ہے یعنی کسی حاجت کی طرف جانے والا واپسی کا ارادہ رکھتا ہو۔

اعلیٰحضرت ——— میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ طحطاوی جار مجرور کو (صرف لحاجۃ کی بجائے) درس، وعظ اور حاجت (تینوں) کے ساتھ متعلق گردانتے تو تمام ابحاث ختم ہو جاتیں (اور کوئی اشکال باقی نہ رہتا)

۸۲
طحطاوی ——— مختصر البحر کے حوالے سے ایک مسئلہ علامہ طحطاوی نے بیان

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج ۳، مطبوعہ لائلپور، ص ۴۸۰، ۴۸۱

جیسے ابو السعود نے زیلعی سے نقل کیا۔

**اعلیٰحضرت** ——— کتاب کی وضاحت اور شبہ کے ازالہ کے طور پر اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مختصر البحر، بحرالرائق نہیں بلکہ ایک علیحدہ کتاب ہے اور صاحبِ بحرالرائق پر یہ بہت سی باتوں میں مقدم ہے کیونکہ امامِ زیلعی نے بھی اسی کے حوالہ سے مسئلہ نقل کیا۔

۸۳

**طحطاوی** ——— سفرِ شرعی جس سے نماز میں قصر واجب ہوتی ہے، سال کے چھوٹے دنوں کے حساب سے تین دن اور تین رات کی مسافت ہے، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں چونکہ دن کی مقدار شہروں کے اختلاف سے مختلف ہے اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ "بلغار" میں مسافتِ سفر تین ساعتیں یا اس سے کم ہو کیونکہ ان کے نزدیک سال کے چھوٹے دن ایک ساعت یا کچھ کم اور زیادہ کے ہوتے ہیں۔ (حلبی)

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ شامی کی طرف سے اس کا بہترین جواب دیا گیا ہے لہٰذا وہاں دیکھا جائے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں :-

ان المراد من التقدیر باقصر ایام السنۃ انما ھو فی البلاد المعتادۃ التی یمکن قطع المرحلۃ المذکورۃ فی معظم الیوم من اقصر ایامھا فلا یرد ان اقصر ایام السنۃ فی بلاد بلغار قد یکون ساعۃ او اکثر او اقل فیلزم ان یکون مسافۃ السفر فیھا ثلاث ساعات او اقل لان النقص الفاحش غیر معتبر کالطول

الفاحش والعبارات حیث اطلقت تحمل
علی الشائع الغالب دون الخفی النادر الخ [1]

۸۴
**طحطاوی** —— امام طحطاوی فرماتے ہیں، مشہور ہے کہ بلغار کے دن رات سے کہیں زیادہ لمبے ہوتے ہیں اس لئے کبھی وہاں کا دن ۲۳ ساعتوں کا ہوتا ہے۔

**اعلیحضرت** —— (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) جس طرح دن گرمیوں میں زیادہ لمبا ہوتا ہے اسی مناسبت سے سردیوں میں نہایت چھوٹا بھی ہوتا ہے تو اگر دن نہایت لمبے ہوں تو عشاء کے حق میں فرق پڑے گا کیونکہ غروبِ شفق سے پہلے صبح طلوع ہو جائے گی لیکن دونوں کے چھوٹا ہونے کی صورت میں بھی زوال ضرور پایا جائے گا اور اسی طرح سایہ ایک دو مثل ضرور ہوگا چاہے دن نہایت مختصر ہی کیوں نہ ہوں۔

(اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفادیہ ہے کہ دونوں کے نہایت لمبے ہونے یا نہایت مختصر ہونے سے مدتِ سفر کے تعین میں کوئی فرق نہیں پڑے گا) (مرتّب)

۸۵
**طحطاوی** —— مدتِ سفر کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا:۔
مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا بالسیر الوسط
مع الاستراحات المعتادۃ۔
المعتادۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل کی

---

[1] ردالمحتار، ۱ح، ص ۵۲۶

اور فرمایا کہ یہ بات شیخ زین کے افادات میں سے ہے، وہ عبارت یہ ہے:۔

" (المعتادة) هي معلومة عند الناس فيرجع اليهم عند الاشتباه۔

اعلیٰحضرت ——— شیخ زین کا یہ قول 'البدائع' سے لیا گیا ہے۔

۸۶
طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز (فرض) کی بجائے دو رکعات پڑھے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اس پر صاحبِ درِ مختار نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب مدتِ سفر پوری ہو جائے ورنہ سفر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے محض واپسی کی نیت سے سفر کی مدت پوری ہو جائے گی۔

سفر کے غیر مستحکم ہونے کے بارے میں یہ بحث کی گئی کہ قصر کی علت، تین دن کے سفر کے ارادے سے آبادی سے مفارقت ہے نہ کہ تین دن میں سفر کی تکمیل کیونکہ حکمِ سفر محض آبادی سے جدائی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا جب تک حکمِ اقامت کی علت یعنی شہر میں داخلہ ثابت نہ ہو، سفر کا حکم باقی رہے گا (نتیجہ یہ ہے کہ محض نیتِ عود سے حکمِ اقامت ثابت نہیں ہوگا۔)

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی نے فعلِ مجہول کے ساتھ بحث کی طرف اشارہ کیا اور فاعل کا ذکر نہیں کیا، اعلیٰحضرت نے اس کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ بحث کرنے والی شخصیت علامہ ابنِ ہمام ہیں۔

۸۷
طحطاوی ——— مذکورہ بالا بحث کے بارے میں امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بحث نہایت مضبوط ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اولاً ابنِ ہمام کی بحث کو لاشئی قرار دیا

جسے علامہ طحطاوی قوی بحث قرار دے رہے ہیں، اس کے بعد اعلیٰحضرت نے ابنِ ہمام کی بیان کردہ علتِ قصر اور علتِ حکمِ اقامت کو رد کرتے ہوئے علتِ قصر بیان فرمائی اور پھر پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیا نیز اسے ایک مثال کے ذریعے ثابت کیا۔ ابنِ ہمام نے قصر کے لئے آبادی سے مفارقت کو علت قرار دیا جبکہ اعلیٰحضرت نے مشقت کو علت قرار دیا جس سے ثابت ہوا کہ تین دن اور تین رات کی سیر مکمل ہونے پر تحقیقِ مشقت پر قصر کی رعایت کا استحقاق ہے اور محض آبادی سے جدائی اور صرف نیت سے مشقت حاصل نہیں ہوتی۔

اب سوال پیدا ہوا کہ پھر آبادی سے جدا ہوتے ہی قصرِ صلوٰۃ کیوں ہے، تو اس کا جواب آپ نے یوں دیا کہ چونکہ رخصت تخفیف مشقت کے شروع ہوتے ہی ہونی چاہیئے نہ کہ تکمیل پر، اس لئے شارح نے سفر کی نیت سے آبادی سے جدا ہوتے ہی قصر کا حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سر پر بوجھ رکھ دے، پھر اسے سفر کا حکم دے اور اس پر تخفیف کرنا چاہے تو یہ اس صورت میں ہوگی کہ اس کے آغازِ سفر ہی میں کچھ بوجھ اتار دے، اگر سفر مکمل کرنے پر بوجھ اتارتا ہے تو تخفیف نہ ہوگی اسی طرح شریعت نے اسی مقصدِ تخفیف کے پیشِ نظر محض بستی سے جدائی کے ساتھ ہی رخصت کا حکم فرمایا، پھر جب مدتِ معتبرہ کو پہنچ جائے اور واپسی کا ارادہ کرے تو اب چونکہ وہاں مشقت باعثِ رخصت نہیں ہے لہٰذا وہ بوجھ جو مشقت کے پیشِ نظر اٹھا دیا گیا تھا، دوبارہ رکھ دیا جاتا ہے (تو معلوم ہوا کہ قصر کی علت مشقت ہے نہ کہ آبادی سے جدائی اور یہ صرف مشقت کے تحت تخفیف ہے)

۸۸
طحطاوی ——— امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل اور کسی کو تکلیف دئیے بغیر آگے جاسکتا ہے البتہ اگر کہیں اور جگہ نہ ملے اور امام کے سامنے جگہ ہو تو گردنیں پھلانگ کر آگے جاسکتا ہے کیونکہ آگے بڑھنے والے پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام طحطاوی کے قول پر تفریع کے انداز میں اعلیٰحضرت نزولِ برکت کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام پر برکت کا نزول ہوتا ہے، پھر اس شخص پر جو امام کے بالکل مقابل پہلی صف میں ہے، پھر اس کے دائیں اور پھر بائیں طرف کے نمازیوں پر، پھر دوسری صف میں اسی ترتیب کے ساتھ اور پھر آخری صف تک اسی ترتیب سے برکات کا نزول ہوتا ہے۔

۸۹
طحطاوی ——— کہا گیا ہے کہ جو کام بدھ کو شروع کیا جائے وہ مکمل ہوتا ہے[۱]۔

اعلیٰحضرت ——— اس بارے میں ایک حدیث پاک میں ہے :۔

مامن شیئ یبدئ یوم الاربعاء الا تم[۲]

"بدھ کو شروع کیا جانے والا کام مکمل ہوتا ہے۔"

۹۰
طحطاوی ——— عیدین کے احکام اور اوقات کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ عید الفطر کے احکام وہی ہیں جو عید الاضحیٰ کے ہیں البتہ عید الاضحیٰ کی نماز قربانی کے تیسرے دن تک مؤخر کی جاسکتی ہے (جبکہ عید الفطر کی نماز دوسرے دن زوال سے قبل تک مؤخر ہوسکتی ہے)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول یجوز تاخیرھا سے

---

[۱] پیشِ نظر حاشیہ میں یہ صفحہ غیر مطبوعہ ہے۔

[۲] احمد رضا بریلوی

پتہ چلتا ہے کہ (تاخیر میں) کراہت تنزیہی ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— امامِ طحطاوی نے یجوز کے لفظ سے کراہتِ تنزیہی کا مفہوم سمجھا، اعلیٰ حضرت نے غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ کبھی جواز کو واجب کے مقابل بولا جاتا ہے، اس وقت یہ مکروہ تحریمی کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

۹۱
**طحطاوی** —— نمازِ استسقاء کے ضمن میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ یہ نماز جماعت، خطبہ اور چادر کے الٹانے کے بغیر ہو اور ذمی (غیر مسلم) بھی حاضر نہ ہوں۔ اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کا مسلمانوں کے ساتھ اجتماع مکروہ ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کا اجتماع بلاضرورت اور بغیر مصلحت کے مکروہ ہے البتہ ان کی عبادت کے جواز کے بارے میں فقہاء نے بالاجماع تصریح کی ہے بلکہ مسلمانوں کا تجارت کی نیت سے دارالحرب میں داخل ہونا جائز ہے (لہٰذا امامِ طحطاوی کا اس اجتماع کو مطلقاً مکروہ کہنا صحیح نہیں)

۹۲
**طحطاوی** —— ایصالِ ثواب کے بارے میں علامہ طحطاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی اور فرمایا کہ اسے قرطبی نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصال کرے تو اللہ تعالیٰ ہر قبر کو مشرق سے مغرب تک نور سے بھر دیتا ہے، ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے، پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب دیتا ہے، ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے

بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج فرماتا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— اس روایت میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے ادھر ادھر کی باتوں کا اظہار ہوتا ہے، یعنی اس کے بعض الفاظ اس کی عدمِ صحت کی دلیل ہیں (مثلاً ساٹھ نبیوں کا ثواب وغیرہ)

۹۳

**طحطاوی** ——— آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا اسی طرح قبر کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی سے زائرینِ قبور کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔

**اعلیٰحضرت** ——— اعلیٰ حضرت نے امام طحطاوی کے اس قول کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا اور مطلقاً نہی کے قول کو غلط قرار دیا، آپ فرماتے ہیں کہ قبر پر یا قبر کی طرف (بغیر پردہ حائل ہونے کے) نماز پڑھنا منع ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ قبر اس نمازی نظروں کے سامنے ہو اور وہ خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، یونہی جب کہ اس کے پہلو میں ہو لیکن جب ان تمام باتوں سے خالی ہو اور کسی قبر کے پاس نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ منع ہے اور اگر وہ کسی نیک شخص کی قبر کے پاس اس کی برکت سے متمتع ہونے کی نیت سے نماز پڑھے تو یہ عمدہ بات ہے، جس طرح ہم نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۹۴

**طحطاوی** ——— ہلت، مثلاً بادلوں اور غبار کی صورت میں ایک عادل یا مستور الحال کی خبر، دعویٰ، لفظ اشہد، حکم حاکم اور مجلس قضاء کے بغیر قبول کی جائے (تنویر الابصار و درمختار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حاکم کے سامنے ہلالِ رمضان کی شہادت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اسکی شہادت کو حاکم کے پاس سنا تو اگر اس شاہد کا عدل ظاہر ہے تو سامع پر

روزہ رکھنا واجب ہے اور وہ حکم حاکم کا محتاج نہیں۔

**اعلیحضرت** ——— آپ نے ظاہر العدالۃ اور مستور العدالۃ کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص کی عدالت ظاہر اور معلوم ہو جس طرح کہ یہی مذہب ہے کیونکہ جس کے لباس اور صورت سے مخالفت شریعت کا ظہور ہو وہ مستور ہے۔

۹۵
**طحطاوی** ——— درمختار میں ہے کہ ایک کی شہادت دوسرے پر قبول کی جائے جیسے غلام اور عورت اگرچہ ان کی مثل پر ہو، اس ضمن میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ علی مثلھا سے یہ فائدہ ہے کہ ان کے غیر مثل جیسے آزاد اور مرد کے خلاف شہادت مقبول ہے۔

**اعلیحضرت** ——— آپ نے طحطاوی میں ایک لفظ کے سقوط کی طرف اشارہ فرمایا (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نسخہ میں لفظ من یماثلھا ہوگا جبکہ پیش نظر نسخہ طحطاوی میں علی من لم یماثلھا ہے)۔ مرتب

۹۶
**طحطاوی** ——— تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ عید الفطر کے چاند کے لئے علت مذکورہ اور عدالت کے علاوہ نصاب شہادت اور لفظ اَشْهَدُ کی بھی شرط ہے۔ علت متقدمہ کی تفصیل میں علامہ طحطاوی نے بادلوں، گرد و غبار اور دھوئیں کا ذکر فرمایا۔

**اعلیحضرت** ——— علامہ طحطاوی کی بیان کردہ علتوں کے علاوہ لکڑی کا برادہ، بارش اور نصاب کا بھی اضافہ فرمایا۔

۹۷
**طحطاوی** ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کسی شہر میں حاکم نہ ہو تو وہاں کے باشندگان، ثقہ (قابل اعتماد) آدمی کے قول پر روزہ رکھیں، علامہ طحطاوی نے اسکی تشریح کرتے ہوتے فرمایا کہ نہ تو وہاں قاضی ہو اور نہ ہی حکمران (فتاوی ہندیہ)[1]

---

[1] فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۷

اعلیٰحضرت ——— اعلیحضرت نے حاکم کی تعریف میں علماء کو بھی شامل کیا اور فرمایا کہ جہاں حکمران نہ ہو وہاں علماء حکمران ہیں، مسلمانوں پر واجب ہے کہ انکی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں، اگر علماء زیادہ ہوں تو ان میں سے زیادہ علم والا ہی والی ہے ورنہ (بصورتِ مساوات) قرعہ اندازی کریں۔ یہ پورا مسئلہ الحدیقۃ الندیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

۹۸
طحطاوی ——— عید الفطر کے چاند کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار کے مصنف نے فرمایا (وافطروا باخبار عدلین) مع العلۃ (للضرورۃ) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ منح اور ہندیہ کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ دو عادلوں کی خبر سے افطار کا حکم جواز کے لئے وجوب کے لئے نہیں کیونکہ ان دونوں فتاوٰی میں لابأس للناس ان یفطروا سے تعبیر کیا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— منح اور ہندیہ کی طرح فتاوٰی خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر اور جواہر الاخلاطی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۹۹
طحطاوی ——— صاحبِ درمختار نے بیان فرمایا کہ حاکم تنہا رمضان المبارک کا چاند دیکھے تو اسے اختیار ہے کہ گواہ قائم کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے، شاہد کے بارے میں علامہ طحطاوی، حلبی کے حوالے سے فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس کا مطلب حاکم کا کسی شخص کو شہادت پر آمادہ کرنا ہے، پھر وہ شاہد گواہی دے اور کہے کہ مجھے کسی آدمی نے خبر دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور اس نے مجھے شہادت دینے کی ترغیب دی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— آپ نے علامہ طحطاوی کے بیان کردہ طریقۂ شہادت سے اختلاف کرتے ہوئے ایک ایسا طریقہ بیان فرمایا جو زیادہ قرینِ قیاس ہے،

آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کرکے اس کے سامنے خود شہادت دے۔

**طحطاوی**[۱۰۰] ——— عید الفطر کے چاند کے بارے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے بحر الرائق میں ایک روایت نقل کی گئی جس کے راوی امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے چاہے آسمان میں کوئی علت ہو یا نہ ہو جس طرح ہلال رمضان کے بارے میں ہے، یونہی بدائع میں بھی ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مشائخ میں سے کسی نے اس کو ترجیح نہیں دی البتہ ہمارے اس زمانہ (۹۵۵ھ) میں اس پر عمل مناسب ہے کیونکہ لوگ چاند کے دیکھنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

پھر علامہ طحطاوی نے مصر میں رونما ہونے والا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ۹۵۵ھ میں اہل مصر دو جماعتوں میں بٹ گئے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، یونہی عید الفطر کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی القضاۃ (حنفی) کے سامنے (ہلال رمضان کی) گواہی دی، مطلع صاف تھا لہٰذا ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ پس انہوں نے اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا اور لوگوں کو خود قاضی نے افطار کا حکم دیا، یونہی ہلال فطر میں ہوا یہاں تک کہ بعض مشائخ شافعیہ نے بغیر جماعت کے عید کی نماز پڑھی اور شہر کی غالب اکثریت نے ان کی مخالفت کی اور امام کی مخالفت کے باعث ان کے اس فعل سے اختلاف کیا۔

**اعلیٰحضرت** —— فطر میں اختلاف کے سبب کو اعلیٰحضرت نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اول رمضان کو حالتِ افطار میں صبح کی (اور روزہ نہ رکھا)

۱۰۱
**طحطاوی** —— واقعۂ مصر کے سلسلہ میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی کے پاس گواہی دی۔

**اعلیٰحضرت** —— یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دی۔

۱۰۲
**طحطاوی** —— چاند دیکھنے والوں (جن کی گواہی رد کی گئی) اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا۔

**اعلیٰحضرت** —— جن لوگوں کی شہادت کو قاضی نے رد کر دیا پھر انہوں نے روزہ رکھا، ان کا روزہ حکمِ شریعت کے مطابق تھا کیونکہ شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جو رمضان شریف کا چاند دیکھے وہ روزہ رکھے اگرچہ اس کی بات کو رد کر دیا گیا ہو۔

۱۰۳
**طحطاوی** —— ایک عظیم جماعت نے ان کی اتباع میں روزہ رکھا۔

**اعلیٰحضرت** —— ان کے متبعین نے روزہ رکھ کر گناہ کا ارتکاب کیا اگر انہوں نے چاند نہیں دیکھا تھا۔

۱۰۴
**طحطاوی** —— اور اس نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا۔

**اعلیٰحضرت** —— ھو ضمیر کا مرجع قاضی ہے یعنی قاضی نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور ظاہرِ روایت پر عمل کیا۔

۱۰۵
**طحطاوی** —— تنویر الابصار اور اس کی شرح درِ مختار میں بیان کیا گیا کہ مطالع کا اختلاف اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا دیکھنا ظاہر مذہب پر غیر معتبر ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (یونہی) بحرالرائق نے خلاصہ سے بیان کیا [illegible]

کے لئے (روزہ یا افطار) لازم ہوگا جب کہ ان کے لئے رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب

میں یلزم کی ضمیر مرفوع متصل ثبوت ہلال کی طرف لوٹتی ہے چاہے ہلالِ صوم ہو یا فطر اور اھل المشرق، یلزم کا مفعول ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— اہلِ مغرب کی رؤیت کو اہلِ مشرق کے لئے ثبوتِ ہلال کے قول میں ہلالِ فطر کو بھی شامل کیا اور کہا کہ بطریق موجب (یعنی دو شہادتیں) ہوں یا خبرِ مستفیض ہو، اس تعمیم اور پھر طریق موجب اور استفاضہ خبر کے ذکر سے معلوم ہوا کہ ہلالِ فطر بھی استفاضہ سے ثابت ہوتا ہے (اعلیٰحضرت فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تمام چاندوں میں یہی حکم ہے۔

۱۰۶

**طحطاوی** ——— تنویر الابصار میں ان کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کہا گیا ہے کہ اگر کان میں پانی داخل ہو جائے، چاہے خود روزہ دار کے فعل سے ہی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس پر صاحب درمختار نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص لکڑی کے ساتھ کان کو کھجلائے پھر لکڑی باہر نکالے تو اس پر میل ہو تو چاہے کتنی ہی مرتبہ ایسا کرے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ شرح الملتقی میں اس فعل سے روزے کے عدمِ فساد پر اجماع ذکر کیا گیا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— شرح الملتقی سے شاید سکب الانہر[1] مراد لی ہے جیسے مراقی الفلاح

---

[1] سکب الانہر (مخطوطہ)

کے حواشی پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۰۷
**طحاوی** —— باب الہدی میں علامہ طحاوی نے بحر الرائق کے حوالے سے ایک روایت نقل کرکے فرمایا کہ یہ روایت عباس بن مرداس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے جس طرح اسے حفاظ نے ذکر کیا۔

**اعلیحضرت** —— اللہ تعالے علامہ طحاوی کی مغفرت فرمائے، سبقتِ قلم سے انہوں نے ایسا لکھ دیا ورنہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علامہ طحاوی کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کے بارے حفاظ سے یہ بات نقل نہیں کی بلکہ یہ ابن حبان کا قول حضرت عباس بن مرداس کے بیٹے کنانہ کے بارے میں ہے علاوہ ازیں خود ابنِ حبان کے قول میں اختلاف ہے کہ اس نے کنانہ کو ضعفاء میں شمار کرکے یہ بات لکھی اور ثقات میں بھی ذکر کیا اور توثیق کی جس طرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت وقال فی کتاب الضعفاء حدیثہ منکر جدا الخ [1]

۱۰۸
**طحاوی** —— مسجدِ نبوی کی فضیلت کے بیان میں شارح تنویر الابصار نے بیان کیا کہ حدیثِ پاک کی رو سے مسجدِ نبوی میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار کے برابر ہے (یہ مسئلہ شارح علیہ الرحمہ نے زیارۃِ روضۂ اقدس کے ضمن میں فرمایا اور کہا کہ مکہ مکرمہ مدینۂ منورہ سے افضل ہے البتہ جس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے اعضائے مبارکہ متصل ہیں وہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبۃ اللہ سے، عرش سے اور کرسی سے بھی اور آنحضرت

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۴۹۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت مستحب ہے بلکہ جن لوگوں کو طاقت ہو انکے لئے واجب ہے، اگر حج فرض ہو تو ابتدا حج سے کرے اور حج نفل ہو تو پھر اگرچہ اختیار ہے لیکن بہرحال اولیٰ یہ ہے کہ روضۂ انور کی زیارت کرے اور اسی کے ساتھ مسجد شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے)

علامہ طحطاوی نے ابن ہمام کا قول نقل کیا، ابن ہمام کہتے ہیں مجھ ناتواں کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض روضۂ انور کی زیارت کی نیت کرے، جب اسے زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا تو مسجد شریف کی زیارت خود بخود ہو جائے گی یا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ دوبارہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو اور مسجد کی زیارت کی نیت کرے کیونکہ اس میں (اولاً روضۂ اقدس کی زیارت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال ہے (ابن ہمام کہتے ہیں) ہمارے اس قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور سوائے زیارت کے دوسرا کوئی مقصود نہ ہو تو (میری رحمت و شفقت کے ذمہ) واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں[1] (حلبی)

ازاں بعد علامہ طحطاوی نے مسجد نبوی کی فضیلت میں حدیث پاک نقل فرمائی:

لا تشد الرحال الا لثلاثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی ھٰذا والمسجد الاقصیٰ[2] (حلبی عن الفتح)

---

[1] فقہائے کرام کی تصریح کے باوجود روضۂ انور کی زیارت سے انکار بدعت سیئہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ۱۲

[2] نجدیوں نے یہ سمجھا کہ ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا، خواہ وہ کتنا ہی بابرکت ہو منع ہے اگرچہ روضۂ انور ہی کا نہ ہو (العیاذ باللہ) بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف زیادتی ثواب کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

**اعلیحضرت** ——— یعنی اس حدیث (لا تشدوا الرحال الخ) میں مسجد نبوی کی فضیلتِ عظیمہ پر دلالت موجود ہے جس طرح اس حدیث میں جس کو شارح علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا۔

۱۰۹
**طحطاوی** ——— نکاح بالاقرار کے انعقاد کے بارے میں تنویر الابصار میں دو قول بیان کئے گئے ہیں:

فلا ینعقد بالاقرار علی المختار وقیل ان کان بمحضر من الشھود صح وجعل انشاء وھو الاصح۔

اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

فتحصل ان فی انعقاد النکاح بالاقرار قولین مصححین۔

**اعلیحضرت** ——— بلکہ یہاں تیسرا قول بھی ہے جس کی تفصیل قاضی خاں سے گزر چکی ہے اور اسے فتح القدیر کے حوالے سے فتاوٰی شامی میں نقل کرکے کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل حق ہے، فتاوٰی شامی کی عبارت یہ ہے:۔

وقال فی الفتح قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقر بعقد ماض ولم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا وان اقر الرجل انہ زوجھا وھی انھا زوجھا یکون نکاحا ویتضمن اقرارھما الانشاء بخلاف اقرارھما بماض لانہ کذب وھو کما قال ابو حنیفۃ اذا قال لامرأتہ ...

یقع کانہ قال انی طلقتک ولو قال لم اکن
تزوجتها ونوی الطلاق لا یقع لانہ کذب محض الخ
یعنی اذا لم تقل لتشهد وجعلتما هٰذا انکاحا
فالحق هٰذا التفصیل لہ

ان اقوال میں توفیق ممکن ہے یعنی اگر عقدِ ماضی کا اقرار
حالانکہ عقد نہیں ہوا تو پھر انعقاد نہیں ہوگا اور اگر ایک دوسرے
زوج اور زوجہ ہونے کا اقرار ہے تو یہ انشاء شمار ہوگا تو بات ایک
ہے، اگر اقرار سے ثبوت ہے تو انعقاد صحیح نہیں اور اگر انشاء کا
پایا جاتا ہے تو صحیح ہے۔

۱۱۰ **طحطاوی** ـــــ حلبی کی ایک عبارت علامہ طحطاوی نے نقل فرمائی جس
آخری الفاظ یہ ہیں :-

فتختص بکل لفظ لا یفید الملک ولا ینعقد
بہ النکاح الخ

**اعلیٰحضرت** ـــــ فتاویٰ شامی میں بکل لفظ یفید الملک و
بہ النکاح الخ ہے اور یہی صحیح ہے (گویا کہ علامہ طحطاوی کی نقل
عبارت میں "لا" زائد ہے۔

۱۱۱ **طحطاوی** ـــــ اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں
کرے تو اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خود بھی موجود ہو کیونکہ اس صورت
لڑکی خود عاقدہ ہوگی اور یہ دو گواہ ہوں گے لیکن اس کی عدم موجودگی
صحیح نہیں کیونکہ گواہ دو نہیں (تنویر الابصار مع الدر المختار) علامہ طحطاوی
فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ اجازت پر موقوف ہے

جیسے حموی میں ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ امام طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں جیسا کہ ہم نے فتاویٰ شامی کے حاشیہ (ص ۴۴۹) پر تنبیہ کی ہے۔

(نوٹ) غالباً اعلیٰ حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ نکاح فاسد ہے کیونکہ گواہوں کی عدم موجودگی سے نکاح فاسد ہوتا جیسے اسی حاشیۂ طحطاوی میں درِ مختار کی عبارت ہے:۔

وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کالشهود الخ ؎۱

**۱۱۲ طحطاوی** ـــــ کتابیہ کے نکاح کے بارے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ صحیح ہے، صاحبِ درمختار نے وان کرہ تنزیها (اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے) کی قید لگائی ہے، علامہ طحطاوی نے فرمایا ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہتِ تحریمہ کے لئے نہی یا اس کے قائم مقام کی ضرورت ہے کیونکہ وہ واجب کے رتبہ میں ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ جس طرح کراہتِ تحریمی کے لئے نہی کی ضرورت ہے اسی طرح کراہتِ تنزیہی کے لئے بھی خاص نہی کا ہونا ضروری ہے ورنہ پھر خلاف ہی نہیں ہوگا۔

(پھر اس مسئلہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں) اولیٰ وہ تحقیق ہے جو فتح القدیر میں موجود ہے)، فتح القدیر کی عبارت یہ ہے:۔

(ویجوز تزویج الکتابیات) والاولیٰ ان لایفعل

---

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۵۹

ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معہا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما [1]

۱۱۳ **طحطاوی** ـــــــ اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں دعوی کیا کہ فلاں شخص نے اس سے نکاحِ صحیح کے ساتھ شادی کی ہے تو اس مدعا علیہ کیلئے اس مدعیہ کے ساتھ وطی جائز ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی استفسار کے طور پر فرماتے ہیں کہ کیا پنچ (حَکَم) کو بھی قاضی کی مثل شمار کیا جائیگا۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ میں کہتا ہوں، فقہار نے تصریح کی ہے کہ حکم بھی قاضی کی طرح ہے البتہ قصاص اور حدود میں وہ حکم دینے کا مجاز نہیں۔

علامہ شامی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

قلت الظاھر نعم لانھم انما فرقوا بینھما فی انہ لا یحکم فی قصاص وحدود ودیۃ علی عاقلۃ [2]

فتح القدیر میں ہے :۔

وینفذ حکمہ علیھما ولھذا اذا کان المحکم بصفۃ الحاکم لانہ بمنزلۃ القاضی ـــــــ ولا یجوز

---

[1] فتح القدیر ، ج ۳ ، ص ۱۳۵

[2] ردالمحتار ، ج ۲ ، ص ۲۹۵

التحکیم فی الحدود و القصاص ــــ قالوا و تخصیص الحدود والقصاص یدل علی جواز التحکیم فی سائر[1]

۱۱۴

**طحطاوی** ــــ اگر ولی اقرب نے بالغ لڑکی سے اذنِ نکاح چاہا اور وہ خاموش رہی پھر اس نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو اگر خاوند اور مہر معروف ہیں تو جائز ہے (درمختار)

اس پر بحر الرائق میں اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو اجازت کے بغیر توکیل کی اجازت نہیں پس اس کا تقاضا عدمِ جواز ہے یا یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

علامہ طحطاوی نے مزید بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ دوسری صورت متعین ہے یعنی یہ استثناء ہے۔

**اعلیٰحضرت** ــــ بندۂ ضعیف نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ یہ تمام بحث لا حاصل ہے اور صحیح واجب الاعتماد بات یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے اور نکاح فضولی ہے۔

فتاوٰی رضویہ میں ہے:۔

"وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو، بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر بلا اذن ہوگا"

---

[1] فتح القدیر، باب التحکیم، ج ۶، ص ۴۰۸

بہر حال مذہبِ راجح پر یہ نکاح، نکاحِ فضولی ہوتے ہیں [۱]

۱۱۵
**طحطاوی** —— اگر نکاح کرنے والا لڑکی کا باپ یا دادا ہو تو صرف خاوند کا ذکر ہی کافی ہے کیونکہ وہ مہر میں کمی نہیں کرتے جبکہ ان کا غیر ہو تو مہر کا ذکر بھی ضروری ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— یعنی باپ یا دادا کسی اعلیٰ غرض کے پیشِ نظر مہر میں کمی نہیں کریں گے، لہٰذا یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے، یا تو یہی الفاظ لغرض فوقہا ہیں یا اسی مفہوم کے کچھ اور الفاظ ہیں۔

۱۱۶
**طحطاوی** —— اگر باپ یا دادا، نابالغہ کا نکاح کر دیں تو چاہے غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں ہی کیوں نہ ہو، لازم ہو جائے گا (تنویر الابصار مع الدر المختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ غیر کفو میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے۔

**اعلیٰحضرت** —— پس اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں ہے:۔

ومن زوج ابنتہ وھی صغیرۃ عبدا او زوج ابنہ وھو صغیر امۃ فھو جائز قال وھذا عند ابی حنیفۃ ایضا لان الاعراض عن الکفاءۃ لمصلحۃ تفوقہا وعندھما ھو ضرر ظاھر لعدم الکفاءۃ فلا یجوز واللہ اعلم [۲]

---

[۱] فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ص ۵۵، ۵۶ ملخصاً

[۲] ہدایہ اولین، ج ۲، باب الاولیاء والاکفاء، ص ۳۲۲

۱۱۷
**طحطاوی** —— اگر باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص غبنِ فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں نکاح کر کے دے تو صحیح نہیں، علامہ طحطاوی نے وان کان المزوج غیرھما میں ھما ضمیر کا مرجع بتایا۔

**اعلیٰحضرت** —— تنویر الابصار مع در المختار میں بیان کیا گیا کہ اگر باپ اور دادا سوءِ اختیار سے اور خاوند سوءِ عسرت سے معروف نہ ہو تو اس صورت میں باپ دادا غیر کفو میں یا غبنِ فاحش کے ساتھ نکاح کر کے دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں لیکن اگر نکاح کے بعد خاوند غیر کفو میں بدل جائے تو پھر کسی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں لہٰذا نکاح کے عدمِ جواز کے لئے خاوند کا سوءِ عسرت سے معروف ہونا نکاح سے پہلے ضروری ہے، بعد کا اعتبار نہیں۔

۱۱۸
**طحطاوی** —— نکاحِ فاسد کی تعریف میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ وہ نکاح جس میں شرائطِ نکاح میں سے کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہوں کا نہ ہونا۔

علامہ طحطاوی نے نکاحِ فاسد کی چند مثالیں بیان فرما کر آخر میں فرمایا کہ نکاح فاسد سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی۔ ان مثالوں میں سے ایک مثال "کافر کا مسلمان عورت سے نکاح" بیان فرمائی۔

**اعلیٰحضرت** —— (آپ فرماتے ہیں) باب ثبوت النسب کے آخر میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر کا مسلمان عورت سے نکاح فاسد نہیں بلکہ [illegible]

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں :

قلت و فی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل۔

اس کی تشریح کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں :۔

لانہ لیس بشبہۃ بقرینۃ عدم وجوب العدۃ منہ واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم [1]

لہٰذا علامہ طحطاوی کا یہ قول صحیح نہیں کہ نسب ثابت ہو جائے گا رفتاوی شامی میں ہے :۔

(لانہ نکاح باطل) ای فالوطیٔ فیہ زنی لا یثبت بہ النسب بخلاف الفاسد فانہ وطیٔ بشبہۃ فیثبت بہ النسب [2]

۱۱۹ طحطاوی ــــــ دس عقودِ فاسدہ کو ایک نظم میں بیان کیا گیا ہے، نظم کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

والواجب الاکثر فی الکتابۃ
من الذی سماہ او من قیمۃ

حلبی کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے فرمایا الکتابۃ اور من القیمۃ میں "تا" کو مجرور پڑھا جائے گا اور وقف کر کے "تا" کو "ہا" نہیں پڑھیں گے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۲۱

[2] ردالمحتار ، ج ۲ ، باب، فصل فی ثبوت النسب ، ص ۶۳۳

کیونکہ نظم میں رجز ہوتا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے عدمِ توقف کی وجہ بیان فرمائی اور وہ اختلافِ قافیہ سے احتراز ہے۔

۱۲۰
**طحطاوی** ——— ایک اور شعر کے آخری الفاظ الامانۃ اور القیمۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ ان کو مرفوع پڑھا جائے گا اور سکون کے ساتھ وقف نہیں کیا جائے گا جیسے کہ اس سے قبل حلبی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ طحطاوی نے لما مر قالہ الحلبی کہہ کر جس حوالے کی طرف اشارہ فرمایا، اعلیٰحضرت نے اسے علامہ طحطاوی سے غیر مستحسن قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس سے قبل علامہ طحطاوی نے صرف حکم بیان فرمایا تعلیل نہیں بیان فرمائی اس لئے یہاں تعلیل کا حوالہ دینا مناسب نہیں البتہ تعلیل علامہ شامی نے حلبی کے حوالے سے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے:۔

لئلا تختلف القافیۃ [1]

۱۲۱
**طحطاوی** ——— طلبِ مہر کی بنا پر عورت خاوند کو جماع سے منع کر سکتی ہے، اس کے علاوہ اسے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور خاوند اس کی مرضی کے بغیر بھی جماع کر سکتا ہے البتہ اگر مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منع کرے تو امامِ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماع جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے لیکن یہ اس وقت جبکہ اس سے قبل اس کی مرضی سے جماع کر چکا ہو اور اگر اس سے قبل ایسا نہیں ہوا تو عدمِ جواز پر اتفاق ہے۔

---

[1] ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۵۲۔

**اعلیحضرت** ـــــ اسی طرح بعض وہ اشیاء جو عادتاً (عرفاً) مشروط سمجھی جاتی ہیں جیسے موزے (جرابیں وغیرہ) مکعب[۱]، ریشمی چادر اور مٹھائی (جو تقسیم کی جاتی ہے) کے لئے رقم وغیرہ ان کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بھی عورت جماع سے منع کر سکتی ہے کیونکہ وہ بھی غیر مصرح مہر کی طرح ہیں، فتاوٰی شامی میں اسکی تصریح اس طرح کی گئی ہے :-

وقد رأیت فی الملتقط التصریح بلزومہ کما قلنا حیث ذکر فی مسئلۃ منع المرأۃ نفسہا حتی تقبض المہر فقال ثم ان شرط لہا شیئا معلوما من المہر معجلا فاوفاہا ذٰلک لیس لہا ان تمنع نفسہا وکذٰلک المشروط عادۃ کالخف والمکعب ودیباج اللفافۃ ودراہم السکر علٰی ما ھو عادۃ اہل سمرقند[۲]

۱۲۲

**طحاوی** ـــــ تنویر الابصار مع الدر میں ہے کہ اگر باپ اپنے چھوٹے فقیر لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کرے تو باپ سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا البتہ اگر وہ خود ادائیگی کا ضامن بن جائے تو مطالبہ کیا جائے گا جس طرح نفقہ کے بارے میں ہے کہ باپ اسی صورت میں ادائیگی کرے گا جب وہ ضامن ہو۔

---

[۱] مکعب کے معنٰی لغات میں زنبیل، ابھرے ہوئے پستان والی لڑکی وغیرہ ہیں، یہاں یا تو زنبیل مراد ہے یا پستان کے اوپر کا کپڑا یعنی باڈی،

[۲] ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۳۴۹

رت ـــــــ باپ، قاضی کے فرض کرنے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کا ضامن ہوگا کیونکہ فقہاء کرام کی تصریح موجود ہے کہ نفقہ یا تو باہمی رضامندی سے قرض بنتا ہے یا قاضی کے فرض کردینے سے اور کفالت کیلئے دَین ہونا شرط ہے اسی لئے فقہاء نے زوجہ کے نفقہ کی کفالت کو باطل قرار دیا ہے۔

علامہ شامی نے مختلف اقوال کے درمیان اسی طرح تطبیق دی ہے فتاوی شامی میں ہے :-

ان الاب لا یطالب بنفقۃ زوجۃ ابنہ الا اذا ضمنہا مقید بالمفروضۃ والمقضیۃ توفیقا بین کلامہم [1]

۱۲۴ طحاوی ـــــــ جب تک مہرِ معجل ادا نہ کیا جائے عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خاوند کو جماع سے منع کردے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر پورا مہر مؤجل ہو تو پھر بھی عورت کو حقِ امتناع حاصل ہے کیونکہ عادۃً تمام مہر کی تاخیر کے سبب جماع مؤخر ہوتا ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ امامِ ثانی کے قول پر فتوٰی کی وجہ عرف وعادت کا لحاظ ہے، لہٰذا جہاں عرف یہ ہوگا وہاں عورت کو حقِ امتناع حاصل ہوگا لیکن ہمارے ملک میں مہر کی ادائیگی سے پہلے دخول معروف ہے اس لئے یہاں بالاتفاق ائمہ عورت کو امتناع کا حق نہیں کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے اور یہی بات خود طحطاوی نے صراحۃً بیان کی کہ یہ اس وقت ہے جب پہلے سے مشروط ہو

---

[1] شامی، ج ۲، ص ۶۵۱

اگر حلولِ مہر سے قبل دخول کی شرط لگادی جائے اور عورت بھی راضی ہو
اسے روکنے کا حق بالاتفاق نہیں ہے۔

۱۲۴
**طحطاوی** ـــــــ ہر وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح شمار ہوتا ہے، کفار کے ہاں
بھی درست ہے۔

اس کی دلیل کے طور پر صاحبِ درِ مختار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
کا یہ ارشاد نقل کیا:

ولدت من نکاح لا من سفاح

جس کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین (معا
اللہ) غیر مسلم تھے۔ علامہ طحطاوی نے اس استدلال کو غیر مناسب قرار دیتے
ہوئے فرمایا کہ اس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی
کفر کی طرف نسبت ہے جو سوءِ ادب ہے اور صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ
کفر سے محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسولِ کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے اور
اسی پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابوطالب کے بارے میں فرمایا کہ "جہنم کے ادنیٰ عذاب میں وہ شخص مبتلا ہے
جسے آگ کے جوتے پہنائے گئے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے"
اور یہ بات ابوطالب کے حق میں ہے اور یہ ادنیٰ عذاب رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر کے پیشِ نظر ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ میں کہتا ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوطالب کفر پر قائم
رہے اور اسی پر اس نے انتقال کیا، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ
پاک کو خوب جانا کیونکہ بچپن میں آپ کی تربیت کی، سفر و حضر میں آپ کے

سانقد رہے، آپ کے معجزات کو دیکھا، قرآنِ پاک کو سُنا اور اس کا ذکر کیا،
ان تمام باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب زیادہ ہو لیکن اس کے باوجود خفیف
کیوں ہے؟ یا تو اس کے بدلے میں ہے جو آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی حمایت و مدد کرتے رہے، یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم
کے پیشِ نظر ہے کیونکہ آپ طبعی طور پر ابوطالب سے محبت کرتے تھے
اور وہ آپ کی حمایت میں کمربستہ رہے کیونکہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔
ظاہر ہے پہلی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآنِ پاک کے مطابق کفار کے
اعمال کالعدم ہیں اور انہیں محض دنیا میں فائدہ پہنچتا ہے لھذا ابوطالب
کے عذاب میں تخفیف صرف اور صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تکریم و توقیر کی وجہ سے ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپکی
تکریم والدین کے بارے میں کہیں زیادہ ہے اور اسی طرح ان کو پہنچنے
والی تکلیف آپ کی پریشانی کا باعث ہے اور اگر معاذ اللہ وہ کفر پہ
ہوتے تو ان کا عذاب ابوطالب کے عذاب سے بہت خفیف ہوتا حالانکہ
حدیثِ پاک سے واضح ہے کہ ابوطالب کا عذاب سب سے خفیف ہے،
علاوہ ازیں آپ کے والدینِ کریمین نے نہ تو زمانۂ بعثت کو پایا اور نہ ہی
اسے رد کیا پس ثابت ہوا کہ وہ مسلمان تھے اور ہم مسلمانوں کو اس بارے
میں قطعاً کوئی شک نہیں، سیدھے راستے کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔

۱۲۵ طحاوی — والدین کریمین کے اسلام کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے
ایک فاضل کا واقعہ بھی نقل فرمایا کہ اسے علماء کے مختلف اقوال کے بارے
میں کافی تفکر تھا چنانچہ اسی تفکر کے عالم میں وہ سو گیا، صبح ہوئی تو امیرِ شہر کا
ایلچی اسے امیر کے پاس بطورِ مہمان لے گیا، راستے میں ایک شخص نے

اس کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے مسئلہ بتایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے والدین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور انہوں نے رسالت کی
گواہی دی لہٰذا جو شخص اس حدیث کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف ہے اور
حقیقت کو سمجھنے سے عاری ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— ان یضیفه میں ضمیر مرفوع متصل کا مرجع جندی یعنی امیر ہے
اور ضمیر منصوب متصل کا مرجع وہ شخص فاضل ہے یعنی امیر نے اس فاضل کی دعوت کی

۱۲۶
**طحطاوی** ——— جو نکاح حرمت محل (جس طرح محارم) کی وجہ سے حرام ہو منعقد
ہو جائیگا لہٰذا نفقہ بھی واجب ہوگا اور قاذف کو حد بھی لگائی جائے گی۔
لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں
ہونگے کیونکہ وراثت صرف نکاحِ صحیح میں ثابت ہے اور وہ بھی خلافِ
قیاس، لہٰذا اپنے مورد پر بند رہے گی۔

**اعلیٰحضرت** ——— یعنی خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے
لیکن اولاد ماں باپ کی وارث ہوگی کیونکہ ان کی ولادت نکاحِ صحیح پر
بھی موقوف نہیں اس لئے کہ نکاحِ صحیح تو خلافِ قیاس نہیں (کہ صرف
اسی پر اقتصار ہو) لہٰذا جہاں نسب ثابت ہوگا وہاں وراثت بھی ثابت ہوگی
اسی لئے نکاحِ باطل میں وراثت نہیں جیسے مسلمان کی اولاد بت پرست
عورت سے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔

۱۲۷
**طحطاوی** ——— صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کا
انقطاع مدتِ ایلاء سے زیادہ اس کی مرضی کے بغیر نہ کرے۔

اس پر علامہ طحطاوی، آزاد عورت کی مدتِ ایلاء چار ماہ اور لونڈی
کی مدتِ ایلاء دو ماہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کیا ہر ایک میں اسکی

اپنی مدتِ ایلاء معتبر ہوگی یا آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائیگا۔

اعلیٰ حضرت ——— اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام طحطاوی کی جانب سے تعینِ مدت میں تشکیک کو تعجب خیز قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اگر آزاد اور لونڈی دونوں کی اپنی اپنی مدت کا اعتبار کیا جائے تو پھر لونڈی کی فضیلت لازم آتی ہے کیونکہ اس کے لئے دو ماہ میں ایک مرتبہ جماع کا حق ثابت ہوگا جب کہ آزاد عورت کے لئے چار ماہ میں ایک مرتبہ، اور یہ آزاد عورت پر زیادتی ہے اور یہ مطلوب کے خلاف ہے کیونکہ یہ تنقیص آزاد عورت پر ایسی زیادتی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس کی تائید میں علامہ طحطاوی کا قول جسے صاحب درمختار نے نقل فرمایا، بیان کیا کہ آزاد عورت کے لئے چار دنوں میں ایک دن اور لونڈی کے لئے سات دنوں میں ایک دن کا حق ہے، اسی طرح حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ بھی آپ نے بطورِ تائید پیش فرمایا جس میں مجاہدین کو چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت کا حکم دیا گیا تھا اور اس میں آزاد اور لونڈی کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی بحث مکمل کرنے کے بعد فتاویٰ شامی کو دیکھا تو وہاں بھی یہ بات مذکور تھی، شامی میں ہے:۔

وھو اربعۃ اشھر یفید ان المراد ایلاء الحرۃ ویؤید ذٰلک ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع فی اللیل امرأۃ تقول الخ[1]

---

[1] شامی، ج۲، ص ۳۹۸

۱۲۸

**طحطاوی** —— "اگر عورت کی جانب سے نافرمانی کا ڈر ہو تو پہلے سمجھا[illegible]
پھر علیحدگی اختیار کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو مارا جائے۔" قرآن پا[illegible]
میں بھی حکم دیا گیا ہے[1]۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ ھجر کی [illegible]
اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ بستر علیحدہ کیا جائے الخ

**اعلیحضرت** —— واھجروھن سے بستر کی علیحدگی آیت کا ظاہری [illegible]
ہے۔

۱۲۹

**طحطاوی** —— بعض کے نزدیک ترکِ جماع مراد ہے۔

**اعلیحضرت** —— آیتِ کریمہ میں اس معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔

۱۳۰

**طحطاوی** —— امام طحطاوی فرماتے ہیں، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرور[illegible]
پڑے تو بستر کی علیحدگی اور ترکِ جماع کے ساتھ ترکِ کلا[illegible]
کیا جائے۔

**اعلیحضرت** —— واھجروھن فی المضاجع کے ظاہر الفاظ سے [illegible]
مفہوم بعید ہے، شاید دلالۃً یہ مفہوم اظہر ہو۔

۱۳۱

**طحطاوی** —— درِمختار میں ہے کہ خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ ہر مباح [illegible]
میں خاوند کی اطاعت کرے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ جب خاوند اسے حک[illegible]
تو یہ کام اس پر واجب ہو جائے گا جس طرح بادشاہ کا حکم رعایا کے
لئے (وجوب کا درجہ رکھتا ہے)

**اعلیحضرت** —— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کتاب الجہاد کے شروع میں بحر الرائق ک[illegible]

---

[1] والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن الآیۃ پ۵ ع[illegible]

حوالے سے محشی نے نقل کیا کہ عورت پر خاوند کے احکام کی پابندی صرف انہی امور میں ہے جو نکاح سے متعلق ہیں اور فتح القدیر کے حوالے سے ہے کہ اطاعت واجب ہے لیکن ان امور میں نہیں جن میں روحانی خطرات ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ امام طحطاوی کا مطلقاً خاوند کے حکم کی اطاعت کا یہ قول محشی کی نقل کردہ عبارات سے متصادم ہے۔

۱۳۲
طحطاوی ——— علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر عورت باوجود (حیض ونفاس سے) پاک ہونے کے خاوند کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو خاوند اسے سزا دے سکتا ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (صرف طہارت کی قید کافی نہیں بلکہ) مناسب تھا کہ ایسی مرض سے سلامتی کی قید لگائی جاتی جس کے ساتھ جماع موافق نہیں یا مضر رساں ہے، اسی طرح عورت کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔

۱۳۳
طحطاوی ——— اگر طلاق کو طلاق نامہ کے آنے سے مشروط کرتے ہوئے کہا کہ جب تیرے پاس میری یہ تحریر آئے، تجھے طلاق ہے پس اس عورت کے پاس خاوند کی تحریر پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، اچاہے وہ اسے پڑھے یا نہ پڑھے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ طحطاوی نے جو عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل فرمائی اس کے بارے میں اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، یہ نامکمل ہے یا تو علامہ طحطاوی نے اختصار سے کام لیا ہے یا فتاوٰی عالمگیری کے نسخہ میں عبارت رہ گئی ہے ورنہ فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی ہندیہ میں مزید عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ تحریر عورت کے پاس نہ پہنچے طلاق نہیں واقع ہوگی اور اگر اس نے کہا جب تیرے پاس میری یہ تحریر

پہنچے، پس تجھے طلاق ہے پھر اس کے بعد (طلاق کا ذکر نہ ہو بلکہ) دیگر کا ذکر ہو تو بھی طلاق صحیح ہو گی۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:۔

وان علق طلاقہا بمجیئ الکتاب بان کتب اذا جاءك کتابی ھٰذا فانت طالق فان لم یجیئ الیہا الکتاب لا یقع وان کتب اذا جاءك کتابی ھذا فانت طالق وکتب بعد ھٰذا حوائج فجاءھا الکتاب وقرأت اولم تقرأ یقع الطلاق وان بدا لہ بعد ما کتب فمحا الحوائج وترك اذا جاءك کتابی ھٰذا فانت طالق فجاءھا الکتٰب وقع الطلاق لان قولہ کتابی ھٰذا اشارۃ الی ما کتب قبل الطلاق واذا وصل الیہا ذٰلك وقع الطلاق وان بدا لہ بعد ما کتب فمحا اذا جاءك کتابی ھٰذا فانت طالق وترك الحوائج فوصل الیہا ذلك لا یقع الطلاق لان شرط وقوع الطلاق ان یصل الیہا ماکتب قبل قولہ ھٰذا فاذا محا ذٰلك لم یصل الیہا ما یتعلق بہ الطلاق الخ [1]

۱۳۴ **طحطاوی** ——— علامہ طحطاوی نے فرع کے عنوان کے تحت یہ مسئلہ درج کیا کہ اگر کوئی شخص جھوٹی طلاق کا اقرار کرے تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہو گی البتہ قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں بر حاشیہ فتاوٰی عالمگیری، ج ۱، ص ۴۷۱

**اعلیٰحضرت** ——— آپ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں اس مسئلے پر فتوٰی دے چکا ہوں اور اس دلیل سے کہ ہر شخص کسی بھی بات کے اقرار میں خود مختار ہے لہٰذا اس کا اقرار صحیح قرار دیا جائے گا اور میں نے درِمختار کے حاشیے پر بھی اس کا ذکر کیا ہے (اب علامہ طحطاوی کا ذکر کردہ یہ مسئلہ دیکھا) الحمدللہ یہ معقول، منقول کے موافق ہوا اور یہ محض اللہ تعالیٰ بلند و بالا کی عطا فرمودہ قوت ہی سے ہے۔

۱۳۵
**طحطاوی** ——— الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الحقی برقبتك اور وھبتك لاھلك کا ذکر فرمایا۔

**اعلیٰحضرت** ——— برقبتك صحیح نہیں بلکہ برفقتك صحیح لفظ ہے جس طرح فتاوٰی ہندیہ میں ہے:۔

وفی الحقی برفقتك یقع اذا نوی کذا فی البحر الرائق[1]

۱۳۶
**طحطاوی** ——— طلاق کے ضمن میں الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے الدر المنتقٰی اور فتاوٰی ہندیہ کے حوالہ سے چند کنایات بیان فرمائے جن میں سے ایک وھبتك لاھلك او ابیك او امك اور دوسرا عفوت عنك لاجلھم ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ الدر المنتقٰی میں وھبتك لاھلك کو الفاظِ کنایہ میں شمار کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور اس بات کا بھی کہ میں نے تیرے خاندان کی وجہ سے تجھے معاف کر دیا۔ پس علامہ طحطاوی سے عبارت دیکھنے میں لغزش واقع ہوئی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ، ج ۱، ص ۳۷۵

(کیونکہ) الدر المنتقی کے متن الملتقٰی میں ہے وھبتك لاھلك، اسکی تشریح میں مجمع الانہر میں ہے " میں نے تجھے تیرے خاندان کی وجہ سے معاف کر دیا یا میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے سپرد کر دیا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی یعنی عفوت عنك لاجلھم کو بطور احتمال بیان کیا گیا، اصل الفاظ کنایہ کے طور پہ بیان نہیں کیا جبکہ علامہ طحطاوی نے ان الفاظ کو مستقل الفاظِ کنایہ میں شمار کیا ہے

۱۳۷
**طحطاوی** ـــــ الفاظِ کنایہ میں سے ایک اظفری بمرادك ہے یعنی تو اپنی مراد کو پالے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ گذشتہ کی طرح یہاں بھی دو احتمال ہیں جس طرح خود علامہ طحطاوی نے اس سے قبل صاحبِ درِ مختار کے قول افلحی کے تحت بحرالرائق کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس قول میں نیت کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس قول کا معنی "چلی جا" بھی ہے اور " اپنے مقصد میں کامیاب ہو جا" بھی ہے (لہٰذا جب دو معنوں کا احتمال ہے تو نیتِ طلاق سے طلاق واقع ہو جائے گی (مرتب)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے وقوعِ طلاق اس وقت واضح ہے، جب عورت طلاق طلب کرے یا کہے کہ میں چاہتی ہوں تو مجھے مجھے طلاق دے تو جواب میں خاوند کہے اظفری بمرادك ظاہر ہے یہاں مراد سے مطلوب طلاق ہے۔

۱۳۸
**طحطاوی** ـــــ یہ عبارت درمختار کی ہے، صاحبِ درمختار نے تعلیقِ طلاق کی شرائطِ صحت کے ضمن میں پہلی شرط یہ بیان کی کہ جس شرط سے طلاق کو معلق کیا جائے وہ ایسی معدوم ہو جو وجود میں آسکتی ہو کیونکہ اگر وہ متحقق ہو تو

طلاق فی الفور واقع ہو جائے گی، مُعلّق نہیں رہے گی اور اگر وہ محال ہو تو وہ کلام لغو ہو جائیگی، محال کی مثال یہ ہے کہ خاوند بیوی کو کہے، اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق ہے چونکہ اونٹ کا داخل ہونا محال ہے اس لئے یہ کلام لغو ہو جائے گی۔

دوسری شرط لفظِ طلاق اور شرطِ تعلیق کا اتصال ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق کو کسی امر محال سے معلق کرنے سے لغویت ایک ظاہری اور بدیہی امر ہے لیکن اگر امرِ محال سے عدمِ طلاق کو معلق کیا جائے تو کیا طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ مثلاً یہ کہے کہ "اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق نہیں" اس صورت میں کلام کے مفہوم کا اعتبار کیا جائے تو طلاق تنجیزی واقع ہو گی کیونکہ طلاق کو ایک وجودی سے معلق کیا گیا ہے لیکن محض نیت کرنے اور فرض کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وقوع ہوتا ہے جس طرح اگر کوئی کہے لاحاجۃ لی الیک (مجھے تیری طرف کوئی حاجت نہیں) تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہ طلاق کے الفاظ نہیں اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی تعلیق کا مفہوم ہے الفاظ نہیں (لہذا طلاق نہیں واقع ہو گی)

۱۳۹ طحطاوی ——— تنویر الابصار کے مصنف نے مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے اگر تو زید کی زیارت کرے تو تجھے طلاق ہے اب اسی عورت سے اس شخص نے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی زیارت کی تو طلاق واقع نہیں ہو گی بلکہ کلام لغو ہو جائے گی۔

اسی ضمن میں صاحب درِ مختار نے بحر الرائق کے حوالے سے بیان کیا کہ

ہمارے عرف میں عورت کی زیارت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان لے کر جاتے جسے وہاں جا کر پکایا جاتے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصر میں آجکل اس کے خلاف معروف ہے یعنی وہاں عورت زیارت کرنے والی شمار کی جائے گی اگرچہ اس کے پاس ایسی چیز بھی ہو جسے پکایا نہیں جاتا جیسے پھل وغیرہ۔

اعلیحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے عرف میں زیارت کا مفہوم ان دونوں سے عام ہے کیونکہ ہمارے ہاں عورت زائرہ شمار ہو گی چاہے وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لے جائے۔

۱۴۰

طحطاوی ——— طلاق مریض کی بحث میں صاحبِ درِ مختار نے المجتبیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ اگر مقعد[۱] مسلول[۲] اور مفلوج[۳] کی بیماری طویل ہو جائے اور اسے چلنے پھرنے سے معذور نہ کردے تو وہ صحیح کی طرح ہے، اس پر تفریع کے طور پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بیماری طویل نہ ہو یا طویل تو ہو لیکن چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو تو وہ مریض ہے۔

اعلیحضرت ——— علامہ شامی نے کتاب الوصایا میں درِ مختار کے اس قول واعتمد فی التجرید کی تشریح میں جو لکھا ہے وہ اس کے خلاف ہے، فتاویٰ شامی کی عبارت یہ ہے:۔

---

[۱] الذی اقعدہ المرض عن القیام۔

[۲] من السل بالکسر مرض معروف۔

[۳] من یحدث فی احد شقی البدن طولا فیبطل احساسہ وربما کان فی الشقین ویحدث بغتۃ۔ (حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۱۶۵)

والظاهر انہ مقید بغیر الامراض المزمنۃ التی طالت ولم یخف منہا الموت کالفالج ونحوہ وان صیرتہ ذا فراش ومنعتہ عن الذھاب فی حوائجہ [1]

۱۴۱
**طحطاوی** ——— تنویر الابصار مع درِمختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے انت علی مثل امی اور احترام یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ کنایہ ہے لہٰذا جو اس نے ارادہ کیا وہی واقع ہوگا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چاہے نیت کرے چاہے دلالتِ حال ہو، طلاق واقع ہو جائے گی۔

**اعلیٰحضرت** ——— صرف دلالتِ حال سے وقوعِ طلاق کے قول سے فقیر کو اختلاف ہے۔

۱۴۲
**طحطاوی** ——— کفارہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، جس کے صحیح ہونے کی امید نہ ہو یا بوڑھا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر قیمت ادا کرے اور اگر ان کو صبح و شام کے کھانے کا مالک بنائے یا ایک وقت کا کھانا اور دوسرے وقت کی قیمت ادا کرے یا دو صبح یا دو پہر یا ایک سحری اور شام کے وقت کھانا کھلائے تو جائز ہے (تنویر الابصار و درمختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کھانا جو مساکین کے لئے مباح کیا گیا، انہی کے ہاتھوں ضائع جائے تو جس نے مباح کیا

---

[1] شامی ج ۔۔۔۔ ص ۔۔۔۔

اس کی ملک میں ضائع ہوگا یا جس کے ہاتھوں ضائع ہوا، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں
" میں کہتا ہوں کہ جب وہ کھانے میں بدل گیا اور ماکول ہوگیا تو مباح
کنندہ کی ملک زائل ہوگئی، اب وہ کسی کی ملک نہیں ہوگا۔"

اعلیٰحضرت ——— صاس کا اسم وہ چیز ہے جو ہلاک (ضائع) ہو رہی ہے پس یہ اس کو
بھی شامل ہوگا جب پانی کو مباح کیا جائے تاکہ اس کے ساتھ وضو کیا جائے
غسل کیا جائے یا اس کے ساتھ کپڑے دھوئے جائیں اور اسی قسم کی
دوسری اشیاء بھی (یعنی جب کوئی چیز کسی نے مباح کردی تو وہ مبیح عنہ کی
ملک نہیں رہے گی)

۱۴۳
طحطاوی ——— تنویر الابصار میں ہے :-

لو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ
اجزأ عن یومہ ذٰلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام
بدفعات فی یوم واحد علی الاصح۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ لو اباحہ میں اباحت سے مراد
تملیک ہے یعنی اگر کفارہ ادا کرنے والے نے مسکین کو ایک ہی دن میں پورا
طعام (کفارہ) کا مالک بنادیا یا ایک ہی دن میں کئی بار کے ذریعے مالک بنایا
تو فقط اسی دن کا کفارہ ادا ہوگا۔

اعلیٰحضرت ——— آپ فرماتے ہیں کہ امام طحطاوی کا اباحت سے تملیک مراد لینا
صحیح نہیں کیونکہ اباحت کے مقابلے میں مصنف او ملکہ لائے ہیں (جس سے
صاف ظاہر ہے کہ دونوں سے ایک معنی مراد نہیں ہے) امام طحطاوی نے یہ بات
اس لئے بتائی کہ مصنف نے اولاً اباحۃ دفعۃ کہا پھر ملکہ بدفعات
کہا جس سے علامہ طحطاوی نے گمان کیا کہ دونوں مسئلوں میں صرف دفعۃ

اور دفعات کا فرق ہے ورنہ اگر اباحت اور تملیک کو ہم معنی نہ مانا جائے تو یہ قیود (دفعۃ اور دفعات) باطل ہیں لیکن امام شامی نے اس بات کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ قبیلۂ احتباک سے ہے یعنی دونوں جگہوں میں مصنف نے اس بات کی تصریح کردی جسے دوسرے مقام پر ذکر نہیں کیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ دونوں مقامات پر بدفعۃ اور دفعات مراد ہے یعنی دونوں مسئلوں میں عبارت مقدر ہے علامہ شامی کی عبارت یہ ہے :۔

(قولہ دفعۃ) ای او بدفعات وقولہ بدفعات ای او بدفعۃ کما افاد فی البحر فھو من قبیل الاحتباک حیث صرح فی کل من الموضعین بما سکت عنہ فی الموضع الآخر[1]

اب تنویرالابصار کی عبارت یوں ہوگی :۔

ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد دفعۃ او بدفعات اجزأ عن یومہ ذلک فقط وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات او بدفعۃ فی یوم واحد علی الاصح۔

۱۴۴
طحاوی ——— عنین کے احکامات کے سلسلہ میں تنویرالابصار میں باب باندھا، باب العنین وغیرہ، علامہ طحطاوی نے وغیرہ کے تحت فرمایا :۔

شمل الخصی والشکاز والمسحور والخنثی المشکل والمعتوہ والشیخ الکبیر الخ۔

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۵۸۳

**اعلیحضرت** ـــــــ الشکاذ کی تعریف کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے معانقہ کرے، اسے چھوئے یا اسے بوسہ دے تو بلا دخول انزال ہو جائے (یعنی سرعت انزال کا مریض)

۱۴۵

**طحطاوی** ـــــــ صاحبِ درمختار نے عنین کا لغوی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علی الجماع

صاحبِ تنویر الابصار نے اصطلاحی معنیٰ یہ بیان کیا :۔

من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لغوی معنیٰ اصطلاحی معنیٰ سے زیادہ عام ہے، کیونکہ اس میں تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت کا مفہوم ہے جبکہ اصطلاحی معنی میں صرف زوجہ کا ذکر ہے۔

**اعلیحضرت** ـــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک اعتبار سے تو لغوی معنی اعم نہیں بلکہ اخص ہے کیونکہ اصطلاحی معنی میں تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے فرج میں جماع پر قادر نہ ہو اگرچہ اس کی دبر میں قادر ہو یا باقی تمام عورتوں کی فروج میں جماع پر پہلے قادر رہ چکا ہو اور لغوی معنیٰ خاص ہے کہ مطلقاً جماع پر قادر نہ ہو لیکن (دوسرے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے جس طرح علامہ طحطاوی نے فرمایا) لغوی معنیٰ کے اعتبار سے تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت مراد لی گئی ہے اور اصطلاحی معنیٰ میں صرف اپنی بیوی کی فرج سے جماع پر عدمِ قدرت مراد ہے پس اس معنیٰ کے اعتبار سے لغوی معنی اعم ہے یعنی یہ (صرف بیوی کی فرج ہی نہیں بلکہ) ان فروج کو بھی شامل ہوگا جن سے جماع کی عدمِ قدرت کا بیان کیا گیا ہے۔

۱۴۶ طحاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں "ابن عقیل نے کہا کہ عنین سے دبر میں جماع کی بھی نفی ہے کیونکہ یہ قُبُل (فرج) میں جماع سے بھی سخت ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فرج میں جماع کی عدم قدرت سے دُبر میں جماع کی عدمِ قدرت ثابت کرنا صحیح نہیں کیونکہ بعض اوقات جادو کے سبب فرج میں جماع پر قدرت نہیں ہوتی۔

۱۴۷ طحاوی ——— عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی مہلت دے، پھر فرماتے ہیں حموی شرح کنز میں ہے اور اسکی کلام دلالت کرتی ہے کہ غیرِ قاضی کی تاجیل معتبر نہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محکم بھی ہو تو اسے بھی اختیار نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— یہ بات فتاوٰی خیریہ کی تصریح کے خلاف ہے البتہ فتاوٰی خیریہ میں صرف ضابطۂ کلیہ بیان کیا گیا ہے، کوئی دلیل نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ حد اور قصاص کے علاوہ تحکیم جائز ہے [1]

۱۴۸ طحاوی ——— باکرہ عورت کی پہچان کے لئے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے، اگر سیدھا دیوار پر لگے تو وہ باکرہ ہے ورنہ ثَیِّبہ ہے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰ حضرت وضاحت فرماتے ہیں کہ تجربہ سے ثیبہ اور باکرہ کے درمیان کیفیتِ پیشاب میں فرق ثابت ہو چکا ہے۔

۱۴۹ طحاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ زوجین میں کسی ایک کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ وہ عیب زیادہ ہو مثلاً

---

[1] فتاوٰی خیریہ برحاشیہ فتاوٰی حامدیہ، ج ۲، ص ۲۷

جنون، جذام، برص، رتق اور قرن وغیرہ، ائمہ ثلاثہ نے ان پانچوں عیوب
خاوند کے اختیار کی مخالفت کی ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین
میں مخالفت کی ہے۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہی
نے ہر اس عیب کو لاحق کیا جس کی وجہ سے عورت کے لئے خاوند
کٹھرنا ناممکن ہو۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ اسے زیلعی نے تبیین میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت
محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب خاوند میں ایسا عیب ہو جس کے باعث
عورت اپنا حق نہ پاسکتی ہو تو اسے رد کا اختیار ہے کیونکہ وہ اس عیب
کی وجہ سے اپنا حق حاصل نہیں کر سکے گی پس وہ مجبوب اور عنین کی طرح ہو
لیکن مرد کو یہ اختیار نہیں کیونکہ عورت میں عیب کی وجہ سے خاوند طلاق کے
ذریعے ضرر سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری عورت
سے متمتع ہو۔

۱۵۰

**طحطاوی** ـــــ بچے کی تربیت عصبات کے بعد ذوالرحم کے ذمے ہے الخ
علامہ طحطاوی نے ذوالرحم کو محرم کی قید سے مقید کیا اور اس کی وجہ یہ
بیان فرمائی کہ اگر مطلقاً ذوالرحم مراد ہو تو یہ ان عورتوں کو بھی شامل ہوگا
جو محرم نہیں جس طرح پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہنیں اور یہ بات صحیح نہیں
کیونکہ یہ درمختار کے بعد والے قول ولاحق لولد عم وعمۃ
وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ کے مخالف ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ لاحق لولد عم الخ مشتہاۃ کے حق میں ہے جب کہ
چچازاد سے امن نہ ہو جس طرح خود علامہ طحطاوی نے بعد میں بحر الرائق سے
نقل کیا ہے اس لئے دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

بحر الرائق کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے یہ عبارت نقل کی ہے :۔

عبر بالولد لیعم الذکر والانثٰی وھٰذا فی حق الانثٰی المشتہاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون الخ[1]

بحر الرائق میں ہے :۔

لکن ینبغی ان یکون محل عدم الدفع الی ابن العم ما اذا کانت الصغیرۃ تشتہی وھو غیر مامون اما اذا کانت لا تشتہی کبنت سنۃ فلا منع لانہ لا فتنۃ وکذا اذا کانت تشتہی وکان مامونا[2]

۱۵۱ طحطاوی ——— چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں کو حقِ حضانت (تربیت) حاصل نہیں کیونکہ وہ محرم نہیں (درِ مختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ عدمِ محرمیت کی علت کا تقاضا ہے کہ ان مذکورہ بالا کو حقِ پرورش حاصل نہیں اگرچہ بچی غیر مشتہاۃ ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰحضرت ——— اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی نے مختلف کتبِ فقہ کے حوالوں سے بیان فرمایا کہ چچازاد بھائیوں کو، بچہ یا چھوٹی بچی پرورش کے لئے نہ دیجائے (قاضی ملخصاً)، غیر محرم اور عصبہ فاسق کو بچی کی پرورش کا کوئی اختیار نہیں (کفایہ وہندیہ[3]) محرم ہی کو بچی کی تربیت کا حق حاصل ہے۔ (فتاویٰ خیریہ عن المنہاج للعقیلی، خلاصہ، تاتارخانیہ)، چچازاد کو لڑکی کی پرورش کا کوئی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۴۶

[2] بحر الرائق، ج ۴، ص ۱۶۹

[3] فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۵۴۲

حق نہیں (خانیہ و فتح القدیر)[1]

ہدایہ میں ابنِ عم کے لئے عدمِ حق حضانت کو بلا تفصیل بیان کیا گیا ہے[2] صاحب ہدایہ نے جو دلیل بیان کی ہے اس کے ظاہر الفاظ تفصیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ صاحبِ ہدایہ نے ابنِ عم کو حقِ حضانت حاصل نہ ہونے کی دلیل "فتنے سے حفاظت" بیان کی اور ظاہر ہے کہ فتنہ مشتہاۃ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

**طحطاوی ۱۵۲** ——— علامہ طحطاوی نے فتاوٰی قاری الہدایہ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ فقہاء کے قول ویصح اسلام الصبی العاقل میں صبی سے مراد وہ ہے جو سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو جائے، اس پر بطورِ دلیل فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرتِ امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سات سال کی عمر میں دعوتِ اسلام دی۔

**اعلٰحضرت** ——— اعلیٰحضرت فرماتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ کی عمر دس سال تھی۔

**طحطاوی ۱۵۳** ——— پرورش کرنے والی، ربیبہ کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا (تنویر الابصار)

اس مسئلے کے ضمن میں درِ مختار میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر بچے کی ماں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور اس بچے کو اس کی نانی اس کے سوتیلے باپ کے گھر میں رکھے تو باپ کو بچہ واپس لینے کا حق ہے، بحر الرائق میں ہے، مجھے اس بارے میں تردد ہے کہ اگر بچے کو

---

[1] فتاوٰی خانیہ برحاشیہ فتاوٰی ہندیہ، ج ۱، ص ۴۲۳ - فتح القدیر، ج ۴، ص ۱۸۶

[2] ہدایہ اولین، ص ۴۳۵ (باب حضانۃ الولد ومن احق بہ)

اس کی خالہ یا اس جیسی کوئی رشتہ دار کسی اجنبی کے ہاں ٹھہرائے تو آیا حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا؟ صاحبِ بحر الرائق فرماتے ہیں کہ ساقط ہو جائے گا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ زوج الام اور اجنبی میں فرق ہے۔

صاحبِ نہر الفائق کے قول کی وجہ علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی کہ اگرچہ زوج الام اپنی بیوی کے بچے پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود ماں سے تعلق کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے اور بسا اوقات بعض اغراض کے تحت اپنی بیوی یا اس بچے کو منع کر دیتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

حضرت —— آپ نے اس دلیل کو اقویٰ قرار دیتے ہوئے وجہ بیان فرمائی کہ چونکہ عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے اور عام طور پر گھر کا سب سامان عورت کے اختیار میں ہوتا ہے اس لئے اجتناب کے باوجود ماں از روئے شفقت بچے کو خاوند کے مال میں سے بالخصوص پھل اور کھانا وغیرہ دے دیتی ہے چنانچہ خاوند بدگمانی کرتا ہے اور عورت کو متہم کرتا ہے اور اس بنا پر وہ بچے کو ناپسند کرتا ہے حتیٰ کہ بیوی اور خاوند کے درمیان اختلاف و نما ہو جاتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ عورتیں اجنبی کے مال سے اجتناب کرتی ہیں اور وہ بھی ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا، ان تمام باتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ اجنبی لوگ چھوٹے بچوں پر مشفق ہوتے ہیں اور زوج الام کو بچے سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ المختصر اجنبی سے عداوت متصور نہیں جبکہ مربی سے علاقۂ عداوت ہے لہٰذا دونوں میں فرق ہے۔

۱۵۴
طحطاوی —— ماں اور دادی کو بچی کے حیض آنے تک حقِ حضانت ہے اور ان کے غیر کو اس بچی کے مشتہاۃ ہونے تک حق ہے لیکن امام محمد علیہ الرحمہ

کے نزدیک ماں اور دادی کے لئے مشتہاۃ ہونے تک حقِ حضا
ہے۔ (تنویرالابصار) درِمختار میں زیلعی کے حوالے سے اس کی
کثرتِ فساد بیان کی گئی ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— امامِ محمد علیہ الرحمہ کی اس روایت پر عمل در آمد اس وقت
ہوسکتا ہے جب بچی کا باپ یا کوئی عصبہ موجود ہو نیز حاضنہ سے
کوئی بہتری کی امید نہ ہو اور عصبہ سے مراد محارم ہیں اور بچی ان کے
علاوہ کسی دوسرے کے سپرد بھی نہ کی جائے۔

۱۵۵
**طحطاوی** ——— مسائلِ نفقہ کے ضمن میں علامہ طحطاوی نے ایک مسئلہ
بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالقادر کی کتاب 'الواقعات' کا ذکر کیا

**اعلیٰحضرت** ——— یہ علامہ عبدالقادر بن یوسف آفندی ہیں جو قدری کے وزیر مشہور ہیں

۱۵۶
**طحطاوی** ——— کیا غیراللہ کے ساتھ قسم کھائی جاسکتی ہے؟ بعض کے نزدیک
مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں، بالخصوص ہمارے زمانے
میں اسی پر فتویٰ ہے اور حدیثِ پاک میں جو نہی وارد ہوتی ہے اس کا
مطلب یہ ہے کہ عادۃً اور تفاخر کے طور پر قسم نہ کھائی جائے اگر وثوقاً ہو
تو کوئی حرج نہیں (درمختار)

**اعلیٰحضرت** ——— اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں؛ حدیثِ پاک میں طلاق کے ساتھ
قسم کی مذمت کی گئی، ابنِ بلبان نے تلخیص الجامع میں اس کی تصریح
کی ہے جیسے علامہ شامی نے (ردالمحتار کے) ص ۶۹ پر نقل کی ہے
اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر ص ۷۰ پر اس کی توجیہ کی ہے۔

۱۵۷
**طحطاوی** ——— یمینِ لغو کے بارے میں مصنفِ تنویرالابصار نے فرمایا کہ
اس میں گناہ نہیں ہوگا لیکن امام محمد علیہ الرحمہ نے اس پر جزم نہیں کیا

کہ عدمِ مواخذہ کی امید سے معلق کیا۔

اب امامِ محمد علیہ الرحمہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک میں اس آیت لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کے ذریعہ عدمِ مواخذہ پر جزم کیا گیا ہے اور امامِ محمد علیہ الرحمہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ یمینِ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لئے عدمِ مواخذہ کو امامِ موصوف نے امید سے معلق کیا ہے نہر الفائق میں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ دو چیزیں ہیں، ایک کفارہ، دوسرا عذاب۔ تو جب آیت میں مواخذہ بالکفارہ کے ساتھ منفی ہو گی تو آیت میں آخرت کے بارے میں سکوت ہے اسی لئے امام موصوف نے رجاء سے معلق کیا ہے، امام حموی نے نہر الفائق کی عبارت نقل کرکے اس پر اعتراض کیا کہ امامِ شافعی تو امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہوئے ہیں لہٰذا اس وقت اختلاف ہی نہ تھا تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اختلافِ تفسیر کی بنا پر امامِ محمد علیہ الرحمہ نے امید کے ساتھ معلق کیا ہے۔

حضرت ــــــ یمینِ لغو کی تفسیر میں صرف امامِ شافعی ہی کا اختلاف نہیں بلکہ امامِ شافعی بلکہ امامِ محمد رحمہما اللہ سے پہلے ائمہ مجتہدین میں اختلاف تھا۔

طحطاوی[۱۵] ــــــ وسلطان اللہ کے الفاظ اسی وقت قسم بن سکتے ہیں جبکہ قدرت کی نیت کی جاتی، اگر بادشاہی یا قوتِ مراد لی جائے تو قسم نہیں بنیں گے لہٰذا عرف کے اعتبار سے فرق کیا جائے گا یعنی جہاں سلطان کے معنٰی قدرت کے لئے جاتے ہیں وہاں قسم منعقد ہو جائے گی اور جہاں نہیں وہاں نہیں۔

حضرت ــــــ ردالمحتار[۱] میں اس کی بہترین توجیہ کی گئی اور وہ یہ کہ نوعی

---

[۱] ردالمحتار ، ...

قد بہت کے الفاظ کے ساتھ اس کلام سے احتراز کیا گیا، جب
السلطان کے ساتھ البرھان و الحجۃ کے الفاظ بھی ہوں کہ
لفظ برہان اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

۱۵۹
**طحطاوی** —— وہ زنا جس سے حد واجب ہوتی ہے اس کی تعریف
تنویر الابصار نے یہ فرمائی :۔

وطیٔ مکلف ناطق طائع فی قبل مشتہاۃ خال
عن ملک وشبہۃ فی دار الاسلام او تمکینہ من ذٰلک
او تمکینہا۔

محیط میں اس کے ساتھ العلم بالتحریم کی بھی قید لگائی گئی ہے
فتح القدیر نے فرمایا کہ زنا ہر ملت میں حرام ہے۔ امام طحطاوی فرماتے
کہ صاحب فتح القدیر کا رد ظاہر نہیں کیونکہ ہر ملت میں حرمت کا ثبوت
کے مخالف نہیں کہ بعض لوگ اس سے لاعلم ہوں، نیز کسی صاحب نے ہر ملت
میں اس کے حلال ہونے کا دعوٰی بھی نہیں کیا اور اسی کے ساتھ
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اگر وہ شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
زنا کو حرام کیا ہے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر نہیں جانتا تو اسے بتا
پھر ارتکاب زنا کرے تو کوڑے لگاؤ[1]

**اعلیٰحضرت** —— امام طحطاوی کے اس جواب کے ساتھ کہ بعض لوگوں کی جہالت
اس کی حرمت ثابتہ کے مخالف نہیں، یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ نئے
اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو شریعت حقہ کے بہت سے احکام کو اپنی

---

[1] امیر المومنین نے یہ حکم اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے یمن میں زنا کا ارتکاب کیا۔ ...

شریعت کے مخالف دیکھتے ہیں لہٰذا نومسلم کا اپنے دین میں کسی بات کی حرمت کو جاننے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دینِ اسلام میں اس کی حرمت کو بھی جانتا ہو۔

طحاوی ۱۹ ــــــ زنا کے ثبوت کے لئے جو چار گواہ گواہی دیں ان سے قاضی پوچھے "ماھو وکیف ھو واین ھو ومتی زنی وبمن زنی۔" ماھو سے زنا کی شرعی تعریف یعنی "ایلاج" کا سوال ہوگا تاکہ غیر ایلاج سے احتراز ہو جائے، کیف ھو سے یہ مطلب ہے کہ آیا ارتکابِ زنا اطاعت کے ساتھ ہوا یا اکراہ کے ساتھ، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب زنا موجبِ حد کی تعریف میں لفظِ "طائعًا" کے ذریعے مکرہ سے احتراز ہو گیا تو یہاں اس کی کیا ضرورت ہے؟

اعلیٰحضرت ــــــ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ کیف ھو کے ذریعے سوال صحیح ہے کیونکہ ایک زنا وہ ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور اس کو جمیع قیود کے ساتھ علماء ہی جانتے ہیں۔ اس تعریف سے مکرہ کا خارج ہونا اسے مطلقًا زنا کی تعریف سے تو خارج نہیں کرتا اور زنا کی شرعی تعریف جس کے بارے میں گواہوں سے سوال کیا جاتا ہے محض آنکھوں اور ہاتھوں کے زنا نیز ران یا ناف کے جماع سے احتراز کے لئے ہے اسی لئے شارح نے اسے محض ایلاج قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مکرہ سے زنا میں فرج میں ذکر کا دخول پایا جاتا ہے لہٰذا یہ سوال ضروری ہو گیا کہ کیف ھو تاکہ اس کے ذریعے مکرہ وغیرہ کو حدِ زنا سے خارج کیا جا سکے۔

طحاوی ۱۶۱ ــــــ امامِ طحطاوی نے "تتمہ" کے عنوان کے تحت فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ اہلِ جنت کی صفات میں سے ہے کہ ان کے دُبر نہیں ہونگے کیونکہ یہ دنیا میں ناپاک فضلے حاجت کے لئے بنائے گئے ہیں اور جنت

ناپاکی کی جگہ نہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— مذکورہ بالا علت پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں کے بارے میں بھی یہی بات مناسب ہے کیونکہ وہ پیشاب کے سوراخ ہیں۔

۱۶۲
**طحطاوی** ——— تنویر الابصار میں ہے کہ بچے، غلام اور عورت پر جہاد فرض نہیں ہے امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا مالک اپنے غلام کو جہاد کا حکم دے تو ان کے حکم کی تعمیل میں فرض ہوگا۔ بحر الرائق میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ بات مسلمان غلام کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے لیکن عورت کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت پر صرف انہی احکام میں خاوند کی اطاعت واجب ہے جو نکاح سے متعلق ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— نکاح سے متعلق امور جن میں بیوی پر خاوند کی اطاعت واجب ہے یہ ہیں، زیبائش اختیار کرنا، جماع کی طرف بلائی جائے تو حاضر ہونا بشرطیکہ جماع اپنی شروط کے ساتھ ہو، خاوند کے گھر سے ناجائز باہر نہ جانا، کسی کے ہاں چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو، رات نہ گذارنا البتہ اگر باپ کو بالخصوص اس کی ضرورت ہو تو وہاں رات گذار سکتی ہے، نفلی روزے ترک کر دینا۔ لباس اور بدن کو عطر وغیرہ سے خوشبو لگانا اور حیض کے بعد شرمگاہ کو خوشبودار روئی وغیرہ سے صاف کرنا وغیرہا۔

۱۶۳
**طحطاوی** ——— اگر دارِ حرب سے قیدیوں کو خریدنے کا ارادہ کیا جائے اور قیدیوں میں مرد، عورتیں، علماء اور جہال ملے جلے ہوں تو انہیں کس ترتیب سے خریدا جائے، اس بحث میں علامہ طحطاوی نے الدر المنتقیٰ کے حوالے سے فرمایا کہ مردوں کو مقدم کیا جائے تاکہ دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

حضرت —— اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر امام کو تکثیرِ لشکر کی ضرورت ہو تو مردوں کو پہلے خریدے ورنہ عورتوں کی خریدی کو مقدم کرے تاکہ ان کی عصمت محفوظ ہوسکے۔

طحاوی ۱۶۴ —— مالِ غنیمت میں سے بعض لوگوں کے لئے سہمہ مقرر ہے جبکہ بعض کے لئے کچھ عطیہ ہے، مؤخر الذکر افراد میں سے ایک وہ ذمی ہے جو راستہ دکھائے (تنویر الابصار)

صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کفار سے استعانت جائز ہے اور خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہودیوں کے خلاف یہودیوں سے مدد لی اور مالِ غنیمت میں سے بھی انہیں کچھ حصہ دیا۔

علامہ طحطاوی نے مسئلہ مذکورہ کے ضمن میں فتح القدیر کی عبارت نقل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف مشرکین سے استعانت جائز ہے جبکہ وہ خوشی سے آمادہ ہوں نیز نہ تو ان کو حصہ دیا جائے اور نہ ہی ان کیلئے جھنڈا ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے ان کو پورا حصہ دیا ہو بلکہ کچھ مال دیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں بعض افراد کو واپس کر دیا، صاحبِ فتح القدیر نے فرمایا:۔

ولعل رده من رده فی غزوة بدر رجاء ان یسلم الخ [1]

---

[1] فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۴۳۔

**اعلیحضرت** —— "لعل مرادہ من الخ" فتح القدیر کی کلام نہیں بلکہ صاحبِ فتح القدیر نے اسے امامِ شافعی رحمۃ اللہ سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ انہوں نے اسے نصب الرایہ میں بیان کیا۔

۱۶۵
**طحطاوی** —— بزازی نے کہا کہ اگر کوئی شخص شراب پیتے، ارتکابِ زنا کرتے یا قطعی حرام کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی توہین کی۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازی کے قول لانہ استخف باسم اللہ تعالیٰ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کفر کی وجہ استخفاف ہے اور استخفاف کا تعلق دل سے ہے لہذا اگر استخفاف ثابت ہو جائے تو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہوگا۔

**اعلیحضرت** —— موجباتِ کفر مختلف ہیں۔ بعض میں دونوں جانبیں (استخفاف و عدمِ استخفاف) برابر ہیں اور استخفاف صرف دلیل ہی سے ثابت ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جمال کی کم پرواہ کرے اور لباس مبارک کے میلا ہونے کو اگر القاء پہ یا اس بات کے اظہار پہ کہ دنیا قابلِ التفات نہیں یا کسی دوسرے اچھے مقصد سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر محمود ہے اور اگر اس بات کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے انداز میں ہو تو کفر ہے اور یہ بات ظاہر سے معلوم ہوئی۔

بعض موجبات وہ ہیں جن میں جانبِ استخفاف راجح ہے تو جب تک اس کے خلاف پر دلیل نہ ہو، استخفاف ہی سمجھا جائے گا جیسے قرآن پاک کو (معاذ اللہ) نجاست میں ڈالنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے وقت اپنا ستر کھولنا، پس اس ضابطے کو اچھی طرح محفوظ کر لے جزئیات

میں تجھے نفع دے گا، اللہ تعالٰی بہتر جاننے والا ہے اور درالمختار ج ۳ ص ۴۳۸ میں ملاحظہ کریں۔

۱۶۶ **طحاوی** ـــــ بحرالرائق کے حوالہ سے علامہ طحطاوی نے باب المرتد میں بیان فرمایا

ویکفر بقولہ لم تعص الانبیاء حال النبوۃ و لا قبلہا لرده النصوص۔

**العصرات** ـــــ الاشباہ میں لم تعص کی بجائے لم یعصوا ہے اور امام حموی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ لم یعصوا ہے (عصیان سے نہیں بلکہ عصمت سے ہے) کیونکہ اکابر محققین اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ تو نبوت کے بعد اور نہ ہی پہلے کبھی عصیان کے مرتکب ہوئے، ان محققین میں سے ایک حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بھی افضل القرٰی اور الزواجر میں یہی نقل فرمایا، حموی کی عبارت یہ ہے :-

وقد یقال ان المیم سقطت من ثنایا الاقلام فاوجبت فساد الکلام وان الاصل کان ولو قال الانبیاء لم یعصموا حال النبوۃ ولا قبلہا کفر لانہ رد النصوص والمراد بالنصوص حینئذٍ الادلۃ الدالۃ علی عصمتہم المذکورۃ فی علم الکلام واللہ الھادی الی بلوغ المرام [1]

۱۶۷ **طحاوی** ـــــ بحرالرائق میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ہمارے نبیِ اکرم

---

[1] الاشباہ ـ النظائر مع الحموی، ص ۱۷۹

صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش نہ ہوتی۔ اس قول سے وہ کافر تو نہ ہوگا البتہ یہ بات خطا ہے۔

**اعلیحضرت** ـــــــ میں کہتا ہوں یہ بات (خطا نہیں بلکہ) صحیح اور متفق علیہ ہے اور صحیح احادیث میں مذکور ہے لہٰذا اس قولِ خطا سے بچنا چاہیے۔

۱۶۸

**طحطاوی** ـــــــ کسی شخصِ معین کی لعنت سے انکار کفر نہیں۔

**اعلیحضرت** ـــــــ یہ بات محلِ غور ہے کیونکہ نصوصِ متواترہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ جس طرح مطلقاً لعنت ثابت ہے اسی طرح لعنتِ مطلقہ[1] کا ثبوت بھی ہے اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

۱۶۹

**طحطاوی** ـــــــ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دو شریکوں میں سے ایک کا مال ضائع ہوگیا، پھر دوسرے نے اپنے مال سے سامان (تجارت) خریدا، اگر انہوں نے عقدِ شرکت میں وکالت کی تصریح کی ہے بایں طور کہ ہم میں سے جو بھی اپنے مال سے جو کچھ خریدے گا وہ دونوں میں مشترک ہوگا تو حسبِ شرائط خریدا ہوا مال دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ وکالت باقی ہے اور اگر انہوں نے محض شرکت کا ذکر کیا تھا اور وکالت کا ذکر نہیں کیا تھا تو پھر وہ مال صرف اسی کا ہوگا جس نے خریدا ہے، یہاں درمختار اور طحطاوی دونوں میں ولم یتصادقا علی الوکالۃ کے الفاظ ہیں۔

**اعلیحضرت** ـــــــ صحیح عبارت لم ینصا علی الوکالۃ فیھا ہے جیسے علامہ شامی نے طحاوی سے نقل کی ہے[2]

---

[1] لعنتِ مطلقہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انبیاء کی لعنت کا اقرار کیا جائے اور کسی ایک کی لعنت کا انکار سب کا انکار ہے۔

[2] ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۴ ، فتح القدیر، ج ۵، ص ۴۰۰ ۔

۱۷۰ طحطاوی — تعلیقِ وقف کی بحث میں علامہ طحطاوی نے بحر الرائق کی ایک طویل عبارت نقل فرمائی جس میں وقفِ مریض کا ذکر ہے، پھر خود ہی سوال اٹھایا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ منقولہ عبارتِ وقف مریض کے بارے میں ہے اور تمہاری کلام تعلیقِ وقف کے سلسلہ میں ہے تو اس کا جواب علامہ طحطاوی نے یہ دیا کہ اس سے قبل صاحبِ بحر الرائق نے طحاوی کے حوالے سے بتایا کہ مرضِ موت میں وقف، وصیت بعد الموت کی طرح ہے۔

اعلیٰحضرت — یہ صحیح ہے کہ بحر الرائق نے طحاوی سے نقل کیا لیکن اس کے بعد اس کے خلاف کو صحیح قرار دیا، اس لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ اس شخص پر تعجب ہے جس نے بحر الرائق کی ابتدائی عبارت نقل کی لیکن پوری عبارت نہیں دیکھی۔

۱۷۱ طحطاوی — مسجد کا بانی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اہلِ مسجد کو مسجد میں کمی زیادتی سے منع کریں اور اگر وہ راستے میں سے کچھ حصہ مسجد میں داخل کر کے مسجد کو وسیع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اعلیٰحضرت — یہ اجازت اس وقت ہے جب راستہ بطورِ علامت ہو اور گزرنے والے کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے نیز مسجد کو توسیع کی ضرورت ہے، زیلعی اور الدر وغیرہا میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۲ طحطاوی — اگر کسی بستی کے خراب ہونے اور وہاں کے ماحول کے خراب ہو جانے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہو جائے تو امام یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی کی اجازت سے اس کا سامان بیچ کر دوسری مساجد میں صرف کیا جائے۔ زیلعی[1] نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

[1] شامی ...

**اعلیحضرت** ——— امام زیلعی نے لفظِ عند کے ساتھ ذکر کیا جو ظاہر روایت کے اوپر دلالت کرتا ہے لیکن الدر سے اس کے غیر کا پتہ چلتا ہے۔

۱۷۳ **طحطاوی** ——— شرح الملتقیٰ میں ہے کہ اگر متولی کسی غیر کو مختار بنائے تو صحیح نہیں

**اعلیحضرت** ——— اگر کسی کو تولیت کی وصیت کرے تو جائز ہے اور وہی وصی متولی ہو گا جس طرح فتاویٰ خیریہ اور اسی فتاویٰ طحطاوی میں ہے۔

۱۷۴ **طحطاوی** ——— وقف میں اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے کسی دوسرے کے لئے فارغ ہو تو مفروغ لہٗ کے لئے حق اس وقت تک ثابت نہیں ہو گا جب تک قاضی کی طرف سے تقرری نہ ہو۔

**اعلیحضرت** ——— اور یہ فارغ ہونے والا شخص بھی واقف یا قاضی کے علم کے بغیر (اپنے آپ) معزول نہیں ہو سکتا جیسے عنقریب متن میں آئے گا:

ولو عزل الناظر نفسه ان علم الواقف او القاضی صح والا لا [1]

۱۷۵ **طحطاوی** ——— اگر کسی معین شخص کو نگران مقرر کیا پھر حاکم کو نگران بنایا گیا۔ اب اس شخصِ معین نے کسی دوسرے شخص کی تقرری کی، پھر وہ مر گیا تو کیا اختیارات حاکم کی طرف لوٹیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض صحت کی حالت میں ہوئی تو حاکم کو اختیار حاصل ہو جائے گا اور اگر حالتِ مرض میں تفویض کئے گئے تو جب تک مفوض الیہ زندہ ہے، حاکم کو اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے۔

**اعلیحضرت** ——— حموی نے اس بات کی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ شرطِ واقف

---

[1] درمختار مع حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۵۵۷

کو باطل کرنے کی طرف لے جاتی ہے (واقف نے تو اس کے بعد حاکم کو مقرر کیا ہے لہٰذا اس صورت میں واقف کی شرط باطل ہو جائیگی)

۱۷۶ طحاوی —— علامہ شیخ قاسم سے سوال کیا گیا کہ سلطان جقمق نے بیت المال سے مصالح مسجد کے لئے زمین مہیا کی تو کیا یہ وقف صحیح ہے؟ علامہ موصوف نے فتوٰی دیا کہ یہ وقف صحیح ہے اور دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں [1]

المحشر —— یعنی یہ اسی طرح لازم ہو جائے گی جس طرح وقف لازم ہوتا پس دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ وقف شرعی نہیں جس میں شروط کا اعتبار کیا جائے جیسے علامہ شامی نے بیان فرمایا ہے، فتاوٰی شامی میں ہے:۔

افتی المولیٰ ابو السعود بان اوقاف الملوک والامراء لا یراعی شرطها لانها من بیت المال وتؤول الیه —— ولعل مراد العلامة القاسم بقوله ان الوقف صحیح ای لازم لا ینتقض علی وجه الارصاد المقصود منه وصول المستحقین الی حقوقهم ولم یرد حقیقة الوقف الخ [2]

۱۷۷ طحاوی —— صاحب درمختار نے نہر الفائق کے حوالہ سے نقل کیا کہ مصر میں امراء کے اوقاف عام طور پر زمین کے وہ ٹکڑے ہوتے ہیں جو بیت المال کے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۸۸

[2] ردالمحتار

وکیل سے صورۃً خریدے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جب ان کا خرید نا صحیح نہیں تو وقف بھی صحیح نہیں، پھر علامہ طحطاوی التحفۃ المرضیہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المال سے خریدی ہوئی زمین کا حال معلوم نہ ہو تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ یعنی جب یہ معلوم ہو کہ خریدی گئی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خرید نا صحیح ہے یا نہیں تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا لیکن جب نفسِ شراء کا بھی علم نہ ہو تو پھر صحت پر محمول نہیں کیا جائے گا، اب یہ صورۃً وقف ہوگی کیونکہ وقف سلطان کے لئے خرید نا لازم نہیں ہے جیسے علامہ شامی نے تحقیق فرمائی، فتاوٰی شامی میں ہے :۔

وان کان الواقف لہا السلطان من بیت المال من غیر شراء فافتی العلام قاسم بان الوقف صحیح [1]

۱۷۸

**طحطاوی** ــــــ الاشباہ والنظائر میں ہے (چند مسائل کے علاوہ) خاموشی کلام کی طرح ہے، ان میں سے ایک مسئلہ سکوت البکر عند استیمار ولیہا قبل التزویج و بعدھا بیان کیا گیا [2]۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ لفظِ و بعدہ کا عطف عند استیمار پر ہے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ اس مسئلہ یعنی عطفِ بیان میں علامہ طحطاوی نے حموی کی پیروی

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ۳، ص ۳۹۲

[2] الاشباہ والنظائر مع الحموی، ص ۱۱۴

کی ہے اور جو کچھ ہم نے اس پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں، حموی میں ہے:

و بعدہ عطف علیٰ قولہ عند استیمارھا اعلیٰ قبلہ کما ھو ظاھر لمن تدبر۔ [1]

۱۷۹
طحاوی ——— لفظ "قبل" پر بھی عطف جائز ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں۔

اعلیٰحضرت ——— بلکہ یہی (یعنی لفظ "قبل" پر عطف ہی) متعین ہے جسطرح ہم نے اپنے مقام پر بیان کیا ہے۔

۱۸۰
طحاوی ——— مجبور شخص کی خرید و فروخت فاسد ہے یعنی کسی کو کسی چیز کے اصل قیمت سے زیادہ کے ساتھ خریدنے پر مجبور کیا جائے اور یونہی اسے مجبور کر کے اس سے کچھ خریدا جائے۔

اعلیٰحضرت ——— الاشباہ میں جو حکایت امام صاحب کی اعرابی کے ساتھ پانی فروخت کرنے کے بارے میں مذکور ہے اس میں دیکھیں، شاید وہ امام صاحب سے ثابت نہیں۔

۱۸۱
طحاوی ——— تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دراہم و دنانیر آٹھ مسائل میں ایک ہی جنس ہیں جن میں سے ایک ادائیگی قرض ہے۔

علامہ طحطاوی نے اس کی ایک صورت یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص کے دراہم دوسرے کے ذمے قرض ہیں اور وہ مقروض ادائیگی نہیں کرتا، دریں اثنا اس کے مال سے دنانیر قاضی کے قبضہ میں آجاتے ہیں تو قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ ان دنانیر کو دراہم کی جگہ صرف کرے اور قرض خواہ کا قرض بھی ادا کرے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف دیناروں ہی ہیں

---

[1] الاشباہ والنظائر مع الحموی ، ص ۱۱۴

اس طرح کرسکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غیر دینار بھی اسی حکم میں ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— ظاہر روایت کے مطابق قرض خواہ خود بخود دینار نہیں لے سکتا جبکہ اس کا قرض درہم ہوں اور یونہی بالعکس، قاضی خاں نے باب العین میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور ہمارے زمانے میں فتوٰی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے جسطرح باب الحجر میں آرہا ہے :۔

والفتوٰی الیوم علٰی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتھم العقوق[1]

فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے :۔

وان ظفر بدنانیر مدیونہ فی ظاھر الروایۃ لیس لہ ان یاخذ الدنانیر و ذکر فی کتاب العین والدین لہ ان یاخذ و الصحیح ھو الاول[2]

۱۸۲

**طحطاوی** ——— غصب شدہ کھانا اگرچہ پکانے کے سبب اسے اپنی اصل سے بدل دیا گیا ہو جب تک اس کی قیمت نہ ادا کی جائے یا ضمانت نہ دی جائے یا معاف نہ کرایا جائے، خریدنا حرام ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— امام طحطاوی کی یہ تعمیم صاحبین کے مذہب پر صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک غاصب، مغصوب کے تبدیل یا ہلاکت ہونے سے مالک نہیں بنتا جب تک اس کی قیمت ادا نہ کرے یا ضمانت نہ دے لیکن امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غاصب مغصوب کا مالک ہے اگرچہ سببِ ملک میں خبث ہے لہذا یہ استیعاب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۸۶

[2] قاضی خاں بر حاشیہ عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۲۵۲

ہوگا جیسے بیعِ فاسد میں خریدا ہوتا ہے یعنی مشتری کے لئے طیب ہے کیونکہ خبث کا تعلق صرف غاصب کے ساتھ ہے لہذا مغصوب کے تبدیل ہونے یا ہلاکت پذیر ہونے سے اس کا تعلق مغصوب منہ کے ساتھ نہیں ہوگا کیونکہ وہ تعلق ضمانت کی طرف منتقل ہوگیا بلکہ ہماری تحقیق کے مطابق غاصب کی ملکیت پر تمام ائمہ کا اجماع ہے جیسے کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے۔

١٨٣ طحاوی ——— بیعِ فضولی کے ضمن میں بحرالرائق عن البزازیہ کے حوالہ سے علامہ طحاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی :-

والصحیح انہ اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الی فلان یتوقف علی اجازۃ فلان کذا فی البحر عن البزازیۃ [1]

[illegible] ——— فتاوٰی بزازیہ میں کتاب البیوع کی فصل عاشر کے آخر میں یہ عبارت ہے لیکن وہاں لفظِ الصحیح نہیں ہے [2]

١٨٤ طحاوی ——— فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی قرضخواہ مقروض کے دراہم حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے اور قرض معجل بھی ہوا اور نہ ہی یہ دراہم اس کے دراہم سے زیادہ کھرے ہوں تو وہ لے سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے اسے اگر مدیون کے دینار مل جائیں اور مقروض کے ذمہ دراہم ہوں تو نہیں لے سکتا۔

---

[1] بحرالرائق ، ج ٦ ، ص ١٤٩

[2] فتاوٰی بزازیہ علیٰ حاشیہ فتاوٰی ہندیہ ، ج ٤ ، ص ٤٩٠

اعلیٰحضرت ـــــ فتاویٰ خانیہ کے باب الصرف میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

۱۸۵
طحطاوی ـــــ کسی شخص سے ایک مقررہ وعدہ پہ کوئی چیز بنوانا بیعِ سلم ہے بشرطیکہ وقتِ مقرر میں عجلت نہ ہو بلکہ مہلت ہو (تنویرالابصار مع الدرالمختار)

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اجل، یا تو اجلِ سلم کی طرح ہوگا جس طرح ایک مہینہ یا زائد تو یہ بلا تفصیل سلم ہے اور اگر اجل سلم کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں، اس میں تعامل جاری ہوسکتا ہے یا نہیں، اگر جاری ہوسکتا ہے تو پھر طلبِ صفت ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہونگی، اگر اجل بطورِ عجلت ہے تو بھی طلبِ صفت کہلائیگی لیکن اگر بطورِ مہلت ہو تو اجل فاسد ہوگی۔

اعلیٰحضرت ـــــ امامِ طحطاوی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تجزیہ اس صورت میں ہے جب تعامل جاری نہ ہوسکتا ہو تو اس صورت میں فساد کی دو شرطیں ہیں، اجل کا ذکر بطورِ مہلت کیا جائے اور تعامل بھی نہ ہوسکے اور صحت کے سلسلہ میں دو باتوں سے ایک بات ضروری ہے، تعامل یا ذکر بطورِ عجلت، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے پس صحت کے لئے دو شرطیں ہیں، تعامل اور اجل بلا مہلت اور ان دونوں میں سے ایک کے پائے جانے سے حصولِ فساد ہے۔

۱۸۶
طحطاوی ـــــ استصناع بطورِ بیع صحیح ہے، بطورِ معاہدہ صحیح نہیں ہے۔ (تنویرالابصار) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اہلِ مذہب سے ایک جماعت نے بطورِ معاہدہ صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

---

ملہ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۲۶

مصنف — اس جماعت میں سے حاکم شہید بھی ہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے۔

(نوٹ) بحرالرائق میں بھی اسی طرح ہے:

فقد اختلفوا فی کونہ مواعدۃ ومعاقدۃ فعند الحاکم الشہید والصفار ومحمد بن سلمۃ وصاحب المنثور مواعدۃ [1] (مرتب)

۱۸۶ الطحطاوی — درِمختار میں بیع الوفاء کی یہ صورت بیان کی گئی کہ کوئی شخص کسی عین چیز کو مثلاً ایک ہزار درہم پر بیچے اور یہ بات طے ہو جائے کہ جب وہ چیز واپس لوٹائے گا تو رقم واپس کر دی جائے گی۔ اس کے بعد کہا گیا ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ الخ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب بیعِ وفا کی صورت میں علٰی انہ اذا رد علیہ الثمن الخ کہہ دیا تو پھر ثم اذا ذکر الفسخ صحیح نہیں لہٰذا اسے حذف کرنا اولیٰ ہے تاکہ اختلاف صحیح ہو سکے۔

علامہ الحضرت — میں کہتا ہوں کہ جب بیع مطلق ہوا ور نفسِ عقد میں شرطِ فسخ اور عدمِ لزوم کا نہ تو صراحۃً ذکر ہوا اور نہ دلالۃً اور عقد کے بعد اس کا معاہدہ ہوا اور اس بیع میں بائع کے علم میں غبنِ فاحش یا اصل ثمن پر زائد منافع بھی نہ ہو تو وہ بیع رہن نہ ہوگی اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ بیع وفا وہ ہے جس میں نفسِ عقد میں فسخ کا ذکر ہو جس طرح بحرالرائق اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے اور اسی میں اختلاف جاری ہوتے ہیں اور درِمختار میں تیسرے قیل کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف اجمالی صورتیں ہیں اگرچہ بعض صورتیں

---

[1] بحرالرائق ج ۶، ص ۱۷۱

بیعِ وفا کی نہیں ہیں لہذا علامہ طحطاوی کا قول سیأتی الخلاف ساقط ہو جائیگا۔

۱۸۸
**طحطاوی** ——— اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ حاکم سے میرا فلاں کام کرادو اور رشوت کا ذکر نہیں کرتا پھر کام بن جانے پر کچھ دیتا ہے تو کیا یہ عطیہ لینا جائز ہے؟ بعض کے نزدیک ناجائز ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بدلہ احسان ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ طحطاوی کے لئے مناسب تھا کہ جواز سے عطیۂ معہودہ کی استثناء کرتے کیونکہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔

۱۸۹
**طحطاوی** ——— اگر کوئی شخص اپنے مقروض سے کہے کہ میرا فلاں کام بادشاہ سے کرادو اور میں نے قرض سے تمہیں بری الذمہ کر دیا تو یہ ابراء صحیح نہیں کیونکہ یہ اصلاح مہم کی خاطر ہے اور اصلاح مہم قرض دار کا اخلاقی فرض ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس کام کا کرنا اخلاقی فرض ہے اس پر کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔

۱۹۰
**طحطاوی** ——— لفظ بحر سے قبل بحر الرائق کی عبارت ہے اور اس کے بعد فتاویٰ ہندیہ کی عبارت شروع ہوتی ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ طحطاوی کے قول "تتمہ" سے لے کر یہاں تک تمام عبارت بحر الرائق سے منقول ہے۔

۱۹۱
**طحطاوی** ——— یتیموں کے مال میں وصی کے لئے مصانعت جائز ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— مصانعت کا مطلب ہے ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کیلئے کوئی چیز بطور رشوت دینا یعنی جب وصی کو معلوم ہو کہ اگر وہ یتیم کے مال سے بطورِ رشوت نہ دے تو مشقت زیادہ ہوگی یا مال کم ہو جائے گا تو وہ

ظالم کو کچھ دے کر بچاؤ کرسکتا ہے، فتاوٰی ہندیہ میں ہے:۔

وفی فتاوی النسفی فی مسائل المیراث الوصی اذا طولب بجبایات دار الیتیم وکان بحیث لو امتنع زادت المؤنۃ فدفع من الترکۃ جبایۃ دارہ فلا ضمان علیہ وکان کالمصانعۃ [۱]

فتاوی — خلاصہ میں ہدیہ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) لینا دینا دونوں حلال اور یہ باہمی میل جول کی خاطر ہے۔

(۲) لینا دینا دونوں حرام اور وہ ظلم پر مدد کی خاطر کچھ لیا جائے۔

(۳) دینا حرام نہیں البتہ لینا حرام ہے اور وہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کیلئے دیا جائے اور اس کا حیلہ، حیلۂ استجار ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔

حضرت — خلاصہ کی عبارت یہ ہے:

(ترجمہ) اور تیسری (قسم) اپنے نفس سے ظلم دور کرنے کے لئے ہدیہ دینا اور یہ لینے والے کے لئے حرام ہے اور حیلہ یہ ہے کہ اس کو تین دن کے لئے یا اس کی مثل کے لئے اجرت پر حاصل کرلے تاکہ وہ اس کے لئے کام کرے پھر اس سے کام لے (لیکن یہ حیلہ اس وقت ہوگا جبکہ وہ کام جائز ہو، مثلاً پیغام پہنچانا وغیرہ اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو جائز نہیں ہے"

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دفع ظلم کے لئے کچھ لینا جائز نہیں چاہے ظالم کوئی دوسرا شخص ہی کیوں نہ ہو

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ، ج ۶، ص ۱۵۰

کیونکہ حیلۂ استئجار امرِ جائز میں ہوتا ہے اور مظلوم سے دفع ظلم تو شرعاً ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو لہٰذا اس پر اجر لینا جائز نہیں اور یہی مراد بحر الرائق کے اس قول کی ہے جو گذر چکا ہے کہ کسی کی مشکلات حل کرنا دیانۃً لازم ہے اور اس کی دلیل فتاویٰ ہندیہ کا وہ قول ہے جو محیط کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ اگر معاملہ کو ٹھیک کرنے اور ظلم سے نجات دلانے کے بعد کچھ دیا تو دینا اور لینا دونوں صحیح ہیں (اس تفصیل کے بعد) اب اس قول کی حاجت نہیں رہے گی جو میں نے بحر الرائق کے قولِ مذکور ۴۸۶ پر لکھا ہے کہ شاید اصلاح المھم مستحق علیہ دیانۃ اس وقت ہو جب وہ بادشاہ کی جانب سے اس کام پر بانتخواہ متعین ہو، پس بحکمِ اجارہ اس پر واجب ہوگا" اور جو کچھ شامی ج ۴، ص ۱۷۴ پر لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں۔

۱۹۳

**طحطاوی** ــــــ بعض لوگوں کے نزدیک غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے جس طرح قرآنِ پاک میں حضرتِ آدم علیہ السلام اور حضرتِ داؤد علیہ السلام کے لئے لفظِ خلیفہ استعمال ہوا۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ حدیثِ پاک میں حضرتِ امام مہدی کے لئے خلیفۃ اللہ کا لفظ آیا ہے جس سے غیر انبیاء علیہم السلام پر اس لفظ کے اطلاق کا جواز ثابت ہے۔

۱۹۴

**طحطاوی** ــــــ صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ" بادشاہ عادل ہو یا جائر اس کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنا جائز ہے"

علامہ طحطاوی نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ عہدہ قبول کیا

حالانکہ حضرتِ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

حضرت ــــــــــ یہ مثال نہایت غیر مناسب ہے کیونکہ کہیں اس سے فاسق، ظالم اور عیب جو قسم کے لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، صحابہ کرام کے ساتھ اپنے بغضِ عظیم کی تسکین کے لئے توہین کی جرأت نہ کریں حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک جائر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو اپنی جگہ پر نہ رکھے جیسے عادل، کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرتِ علی المرتضٰی اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں برحق امام اور سچے خلیفہ تھے البتہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے احکامات کی سماعت و طاعت لازم تھی لیکن انہوں نے اس کے برعکس دعوٰی کر کے خلافت کو اس کے غیر مقام پر رکھا اور یہ لفظ اس لفظ سے زیادہ تعجب خیز بھی نہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حواری، پھوپھی زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیا اور فرمایا کہ تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی لڑے گا اور تو ظالم ہوگا تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں سے مراد وہی شخص ہے جو کسی چیز کو اس کے غیر مقام پر رکھتا ہے۔

اب اگر یہ وضعِ عناد سے ہو تو قابلِ مذمت ہے اور اجتہاد میں خطا ہو تو مجتہد معذور مستحق اجر غیر عاصی ہوگا (حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خطائے اجتہادی واقع ہوئی) پس یہ لفظ قبیح ہے کیونکہ اس سے صحابہ کرام کی توہین کا دروازہ کھل جائے گا، اللہ تعالٰی ہم سب کی توبہ قبول فرمائے ہر قسم کی قوت، اللہ بلند و بالا کے لئے جو نہایت توبہ قبول کرنے والا بخشنہار، مہربان ہے۔

۱۹۵
**طحطاوی** ——— اجتہادی مسئلہ میں اگر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا تو مطلقاً نافذ نہیں ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے (تنویر الابصار)
امام طحطاوی نے کمال کا قول نقل کیا کہ اگر قصداً اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو یہ اچھے مقصد کے لئے ایسا نہیں کر رہا بلکہ باطل خواہش کے تحت ایسا کر رہا ہے اور بھول کر ایسا فیصلہ کرنے والے کا فیصلہ اس لئے نہیں قبول کیا جائے گا کہ مقلد نے اس کی تقلید اس لئے کی وہ اس کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے، اس لئے نہیں کہ وہ غیر کے مذہب پہ فیصلہ کرے۔

**اعلیٰحضرت** ——— مقلد سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس قاضی کو فیصلہ کیلئے قاضی بنا کر اس کی تقلید کی۔

۱۹۶
**طحطاوی** ——— باب شہادت میں فرع (جس کا عدل ظاہر ہے) کا اپنے اصل کا عدل ثابت کرنا کافی ہے جس طرح دو گواہوں میں سے ایک کا دوسرے گواہ کی عدالت ثابت کرنا کافی ہے کیونکہ فرع اصل کا ناقل ہونے کی وجہ سے اس کی مثل ہو گیا اور مثل کی تعدیل سے عدل تہمت سے ملوث نہیں ہوتا امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس تعلیل لان العدل لا یتھم بمثلہ کا مطلب ظاہر نہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— الحمد للہ! اس تعلیل کا مطلب واضح ہے کیونکہ وہ شخص جس کے قول پر اکتفا نہیں کیا جاتا (بلکہ دوسرے کے قول کی بھی ضرورت ہوتی ہے) وہ اپنے اصل یا اپنے ساتھی کی تعدیل اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اپنی گواہی چل سکے کیونکہ دوسرے کی عدم موجودگی میں وحدت کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہے۔

۱۹۷ طحطاوی —— زمین کے دعوٰی میں حدبندی شرط ہے جس طرح اس کے خلاف گواہی میں شرط ہے اگرچہ زمین مشہور ہو البتہ جب گواہ زمین کو بالتعیین جانتے ہوں، اس وقت حدبندی کی ضرورت نہیں (تنویر الابصار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ قاضی کو علم ہو جائے اور گواہوں کی معرفت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اعلٰیحضرت —— الا اذا عرف الشھود میں عرف بابِ تفعیل (تعریف) سے ہے، معرفۃ (مجرد) سے نہیں لہٰذا امام طحطاوی کا اعتراض ساقط ہو گیا، ردالمحتار پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۹۸ طحطاوی —— اگر مضارب، رب المال کی ہدایات کے خلاف عمل کرے تو غصب ہو گا چاہے رب المال بعد میں اجازت بھی دے دے کیونکہ مخالفت کی وجہ سے وہ غاصب شمار ہوتا ہے (تنویر الابصار مع درمختار)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ کے الفاظ سے جو علت بیان کی گئی ہے وہ تعلیل الشیء بنفسہٖ ہے۔

اعلٰیحضرت —— میں کہتا ہوں یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالک کی اجازت نہ ہونا اس کے غصب کی دلیل ہے، مخالفت کے باعث اس کا غاصب ہونا دلیل نہیں تاکہ عین دعوٰی کا دلیل ہونا لازم آئے، اب معنٰی یہ ہوگا کہ جب وہ غاصب ہو گیا تو مالک اس کی اجازت سے غصب کو مضاربت میں بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا، اس کو بغور دیکھیں، شاید حق اس سے متجاوز نہ ہو گا۔

۱۹۹ طحطاوی —— اجارۂ فاسدہ میں مضارب کو نفع میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا بلکہ عمل کے مطابق اجر ہو گا، امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر نفع حاصل نہ ہو تو عمل کا بھی نہیں دیا جائے گا اور یہ صحیح ہے تاکہ اجارۂ صحیحہ پر اجارۂ فاسدہ

کی فضیلت لازم نہ آئے۔

**اعلیٰحضرت** ——— کیونکہ جب اجارۂ صحیحہ میں فائدہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔

**۲۰۰ طحطاوی** ——— اگر کوئی شخص یہ کہے منحتك ثوبی او جاہیتی ھنا وحملتك علیٰ دابتی ھٰذہٖ تو یہ عاریت ہوگی بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نہ کرے کیونکہ یہ الفاظ عاریت کے لئے صریح ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ بادشاہ کی جانب سے ہوں تو ہبہ ہوگا جیسے فتاویٰ ہندیہ میں ہے:۔

وقیل ھو من السلطان ھبۃ کما فی الظھیریۃ [1]

**۲۰۱ طحطاوی** ——— امام طحطاوی نے فتاویٰ ہندیہ کے حوالے سے فرمایا کہ موہوب لہ کے لئے ملک کا ثبوت قبضہ کے ساتھ مشروط ہے، اس کے بعد تفریع میں "قبض" کی بجائے لفظِ "قبول" ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— میرے پاس فتاویٰ ہندیہ کا جو نسخہ ہے اس میں لفظِ قبض کی بجائے لفظِ قبول ہے اور یہی اس تفریع کے لئے ظاہر ہے جو آگے آرہی ہے:۔

حتی لو حلف لا یھب فوھب ولم یقبل الاٰخر حنث [2]

**۲۰۲ طحطاوی** ——— قہستانی نے اس مسئلہ کی تائید کی ہے جو محیط میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا مال راستے میں رکھا تا کہ وہ اٹھانے والے کی ملک ہو جائے

---

[1] فتاویٰ ہندیہ ج ۴، ص ۳۷۵ فتاویٰ خانیہ ج ۳، ص ۲۶۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۳، ص ۳۹۰

تو یہ جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت شرط نہیں۔)

اعلیٰحضرت ——— میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں (محیط کی) تائید نہیں بلکہ محیط میں مذکورہ مسئلہ کی مخالفت ہے اور اگر مان بھی لیا جائے (کہ تائید ہے) تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبولیت شرط نہیں ہے مع ہذا محیط میں رکنیت کا انکار ہے شرط کا انکار نہیں اور رفسنانی کے اس استدلال کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

۷۰۳

طحطاوی ——— صاحب تنویرالابصار نے ارکانِ ہبہ میں سے ایک رکن شرطِ خیار کا نہ ہونا بتایا، اس پر بطورِ تفریع صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اگر اس نے شرط لگا دی تو صحیح ہو جائے گی اگر وہ جدا ہونے سے پہلے اختیار کر لے۔
امام طحطاوی فرماتے کہ عدم صحتہا بخیار الشرط کے الفاظ اولیٰ ہیں کیونکہ تفریع اس پر قرینہ ہے ورنہ معنٰی یہ ہوگا کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔

اعلیٰحضرت ——— امام قاضی خاں نے فتاویٰ خانیہ میں فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ واہب کو تین دن کا اختیار ہے تو ہبہ صحیح ہو جائیگا اور اختیار باطل ہوگا کیونکہ ہبہ عقدِ غیر لازم ہے لہذا اس میں شرطِ خیار صحیح نہیں' (تنویرالابصار کے) متن سے یہی بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے البتہ (درمختار کی) تفریع اس کے خلاف ہے۔ پھر میں نے فتاویٰ خانیہ میں اسی مسئلہ منقولہ کے متصل دیکھا کہ اگر کوئی شخص غلام یا کوئی اور چیز ہبہ کرے اور موہوب لہ کو تین دن کا اختیار دے (تو اس صورت میں) اگر موہوب لہ مجلس برخاست ہونے سے قبل جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ نہیں (اور اختیار باطل ہے) اور جب اختیار واہب کو ہو تو اس وقت شرط صحیح نہیں اور

جب اختیار موہوب لہ کو ہو تو ہبہ صحیح نہیں، پس مصنف علیہ الرحمہ کی کلا
محلِ تخصیص میں مطلق ہے (کسی ایک کی تخصیص نہیں) اور شارع کی تق
علی وجہ الاختلاف ہے۔

میرے لئے (بیع اور ہبہ) دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ ہبہ
بنفسہٖ لازم نہیں ہوتا لہذا واہب کے لئے شرطِ خیار لغو ہے جس طرح فتا
خانیہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے لیکن بیع عقد لاز
جازم ہے لہذا بائع مشتری کے لئے اور اسی طرح مشتری بھی خیار کی شر
لگا سکتے ہیں اور اگر موہوب لہ کے لئے اختیار ہو تو یہ عطیہ کے ذریعے
تکلیف پہنچانا اسے تین دن تک اپنے مال میں تصرف سے روکنا ا
انتظار کرنا کہ آیا موہوب لہ قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے، پس اس م
قلبِ موضوع ہے، علاوہ ازیں قبولیت میں اختیار دینا ہلکا پن ہے
بیع میں خیارِ شرط حاجت کو پورا کرنے کے لئے ہے تاکہ زیادتی نہ ہو
اور یہاں کوئی حاجت نہیں لہذا جائز نہیں اور اگر شرطِ خیار ہو تو اصلا
قبولیت کے منافی ہے کیونکہ اس کی بنا رکاوٹ، تردد اور شک پر ہے
پس جب موہوب لہ کو اختیار دیا گیا اور اسی حالت میں وہ جدا جدا ہوئے
تو گویا کہ وہ بغیر قبولیت کے جدا ہوئے اور یہ بات معلوم ہے کہ جب تک
مجلس میں موہوب شے قبول نہ کی جائے، ہبہ صحیح نہیں۔

۲۰۴ طحطاوی ——— فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے
کہے کہ میرے مال میں سے تیرے لئے کھانا، لینا یا کسی کو دینا حلال ہے
تو اس کہے کے لئے قائل کے مال میں سے کھانا لینا اور کسی کو دینا جائز ہے

علامات الحضر ——— فتاوٰی خانیہ اور ہندیہ میں وغیرہا میں ہے کہ کھانا تو حلال ہے

لیکن لینا یا کسی کو دینا جائز نہیں اور اس کی دلیل فتاوٰی خانیہ میں ہے اور وہ یہ ہے :-

لان اباحة الطعام المجهول جائزة وتمليك المجهول باطل (ملخصاً) [1]

۲۰۵ طحطاوی ———— مشترکہ چیز جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی، کیا ہبہ کی جاسکتی ہے ؟ عام کتب فقہ میں ہے اور یہی مذہب ہے کہ چاہے شریک کے لئے ہو یا اجنبی کیلئے ہبہ نہیں کی جاسکتی، اور ایک قول یہ ہے کہ شریک کے لئے جائز ہے اور یہی مختار ہے (تنویر الابصار مع ردِ محتار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ فقہاء کی عبارات سے قول کا معتمد علیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے اہلِ مذہب سے اطلاق کی حکایت کے بعد دوسرے قول کو ابنِ ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اعلیحضرت ———— امام قاضی خان نے بھی یونہی ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۰۶ طحطاوی ———— مشترکہ مال سے قرض دینا بالاجماع جائز ہے۔

اعلیحضرت ———— اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک ہزار روپیہ دیا نصف قرض ہے اور نصف مضاربت کے لئے ہے۔

۲۰۷ طحطاوی ———— یہ عبارت تنویر الابصار کی ہے مطلب یہ کہ اگر موہوب لہ کو مشترکہ چیز ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دی جائے تو وہ نہ تو اس کا مالک ہوگا اور نہ ہی وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اعلیحضرت ———— یہی صحیح و مختار ہے، یہی ظاہرِ روایت کے مطابق ہے اور اسی پر

---

[1] فتاوٰی خانیہ بر فتاوٰی ہندیہ ، ج ۳ ، ص ۲۶۱

عمل ہے، علامہ شامی کا بھی اسی پر اعتماد ہے جبکہ فتوٰی اس کے خلاف ہے
جو بعض فتاوٰی میں مذکور ہے، اسے ظاہرِ روایت پر جو صحیح ہے، ترجیح
نہیں دی جاسکتی اگرچہ دوسری جانب " وبہ یفتی " کے الفاظ ہیں مکمل بحث
فتاوٰی شامی میں ملاحظہ کی جائے۔

۲۰۸

طحطاوی ——— محبت میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے میں کوئی حرج
نہیں کیونکہ یہ عملِ قلب ہے (اور اس میں انسان مجبور ہے) اسی طرح اگر
ارادۂ ضرر نہ ہو تو عطیات میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دیجاسکتی ہے د
اگر ارادۂ ضرر ہو تو پھر امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کو
برابر دے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک (میراث کی طرح) لڑکے کو
دوگنا دے (درمختار مع الطحطاوی)

بزازیہ میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو ہبہ کرنے میں تثلیث افضل
ہے یعنی میراث کی طرف لڑکے کو دوگنا دے اور امام ابویوسف علیہ الرحمہ
کے نزدیک نصف نصف ہے اور یہی مختار ہے اور اگر تمام مال اپنے بیٹے
کو دے دیا تو قضاءً جائز ہے لیکن واہب گنہگار ہوگا (بزازیہ)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ بزازیہ کی نص قصدِ اضرار سے خالی ہے۔

علامت الممحصر ——— ایک کو دوسرے پر فضیلت تفضیل کی صورت میں ہے لیکن جب
ایک کو تمام مال ہبہ کر دیا جائے تو مطلقاً ضرر پہنچانا ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ
طحطاوی نے بزازیہ کی نص کا ذکر نہیں کیا بلکہ بزازیہ کے قول وعند الثانی
التنصیف وھو المختار سے اس کا قصدِ اضرار سے خالی ہونا مراد لیا
جبکہ درمختار میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تسویہ قصدِ اضرار کی صورت میں ہوگی
(ورنہ تفضیل جائز ہے)

۲۰۹
طحطاوی ——— سید حموی نے المفتاح نامی کتاب کے حوالے سے تملیک اور ہبہ کے بارے میں بحث کی ہے جسے علامہ طحطاوی نے تنبیہ کے عنوان سے نقل فرمایا، وہ یہ ہے: تملیک ہبہ کے معنی میں ہے اور قبضہ سے مکمل ہوتی ہے، جب قبضہ اور تسلیم نہ پائے جائیں تو اس کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے ہبہ پر قیاس کرتے ہوئے عدم جواز کا قول کیا ہے جبکہ اکثر مشائخ کے نزدیک بغیر تسلیم کے بھی جائز ہے، اور یہ غیر ہبہ ہے کیونکہ ہبہ اور تملیک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، نام کا اختلاف تو ظاہر ہے اور حکم میں اختلاف یوں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو درخت پر موجود پھل ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے، اس سے ثابت ہوا کہ تملیک بغیر تسلیم کے صحیح ہے اور یہ ہبہ کا غیر ہے، اسی پر فتویٰ اور لوگوں کا عمل ہے، نیز مقر کی موت تسلیم کے قائم مقام ہے اور اسی پر اتفاق ہے (ملخص)

اعلیٰحضرت ——— یہ نقل مجہول، غیر معقول اور غیر مقبول ہے، جہالت اس لئے کہ مفتاح نامی کتاب کتب مذہب سے نہیں ہے اور غیر معقول اس لئے کہ تملیک فی الحال کی چار صورتیں ہیں:

(۱) تملیک عین بالعوض

(۲) تملیک عین بلا عوض

(۳) تملیک منافع بالعوض

(۴) تملیک منافع بلا عوض

تملیک عقلی طور پر ان چار صورتوں میں منحصر ہے اور یہ بات بالبداہتہ معلوم ہے کہ جس تملیک کا یہاں ذکر ہے وہ نہ تو تملیک عین بعوض ہے نہ تملیک منافع بالعوض اور نہ ہی تملیک منافع بلا عوض بلکہ تملیک عین بلا عوض ہے

اور یہی تو ہبہ ہے، متونِ فقہ میں اسی طرح تفسیر کی گئی ہے۔ قاضی زادہ نے نتائج الافکار میں فرمایا کہ ہبہ کا شرعی مفہوم مال کی بلا عوض تملیک ہے، اسی طرح عام شروح بلکہ متون میں مذکور ہے۔

نیز شریعتِ مطہرہ میں ایسا کوئی عقد نہیں کہ جس میں تملیکِ عین بلا عوض فی الحال ہو اور وہ ہبہ بھی نہ ہو، اگر کوئی ایسا عقد ہوتا تو اس کے لئے کتب فقہ میں کوئی کتاب، باب، فصل یا کچھ عنوان مختص ہوتا جیسے کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کے لئے باب باندھے گئے ہیں لیکن عام کتب مذہب اس بات کی طرف ادنیٰ اشارے سے بھی خالی ہیں لہذا یہ عقد شریعت میں غیر معروف ہے بلکہ لوگوں کے درمیان یقینی طور پر یہ بات مشہور ہے کہ اگر کہا جائے کہ زید نے عمرو کو اپنے مکان کا بلا عوض مالک بنایا تو اس سے کوئی شخص بھی ہبہ سے سوا کوئی دوسرا مفہوم نہیں سمجھے گا اور کسی عقلمند بچے اور نہ ہی کسی فاضل عالم کے دل میں اس کے سوا (ہبہ کے سوا) کوئی دوسری بات کھٹکے گی۔

ہدایہ اور دیگر متعلقہ کتب میں ہبہ کے قبضہ کے ساتھ مشروط ہونے کی تعلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ہبہ عطیہ پر مبنی عقد ہے اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت کرنے میں معطی پر ایسی چیز لازم کی جارہی ہے جو عطیہ کے خلاف ہے اور وہ مالِ موہوب کا سپرد کرنا ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(صاحبِ مفتاح کا مسئلۂ اقرار سے استدلال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام بغیر سمجھ کے واقع ہوئی کیونکہ یہاں (صورتِ اقرار میں) مطالبہ اقرار کی وجہ سے ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ مملک کے قبول کئے بغیر تملیک صحیح ہو جائے، پھر اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں کہ

بیع کا اقرار جائز ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے کہ بیع صرف بائع سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں مشتری کی جانب سے تو کوئی بات بھی نہیں بلکہ وہ بات جس سے استدلال مذکور میں غفلت برتی گئی ہے، یہ ہے کہ اقرار کی دو صورتیں ہیں، ایک لحاظ سے خبر ہے اور ایک لحاظ سے انشاء، پس خبر سے مشابہت کی وجہ سے اقرار کی صورت میں مطالبہ ہوتا ہے، اس لئے مطالبہ نہیں ہوتا کہ یہ کوئی نیا عقد ہے جو قبضہ کا محتاج نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غیر منقسم گھر کے نصف حصے کا غیر کے لئے اقرار کرے تو صحیح ہے جس طرح درر وغیرہ میں ہے تو یہ صحت محض اقرار کے خبر سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر یہ انشاء ہوتی تو یہ قول صحیح نہ ہوتا جیسے کہ اس پر فقہاء کی نص وارد ہے۔

اگر اس واہم (صاحب مفتاح) کے وہم کو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اقرار کے باب میں اس سے قبل یہ بات متن اور شرح میں گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا تمام مال یا جس مال کا میں مالک ہوں، فلاں کے لئے ہبہ ہے تو یہ اقرار نہیں ہوگا پس تسلیم ضروری ہوگی بخلاف اقرار کے [1]

جمیع مالی او ما املکہ لہ ہبۃ لا اقرار فلابد من التسلیم بخلاف الاقرار۔

لام تملیک سے معلوم ہوا کہ یہ ہبہ ہے اور تسلیم شرط ہے اور اقرار میں تسلیم کی شرط کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ ایک لحاظ سے خبر ہے، اس واسطے نہیں کہ وہ ایک ایسا عقد ہے جو تسلیم کا محتاج نہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کہ تملیک بیع اور ہبہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۳۰

دونوں کو شامل ہے، پس جب کسی نے کسی دوسرے کے لئے تملیک کا اقرار کیا تو دیکھا جائے، اگر درختوں پر موجود پھلوں کی تملیک کا اقرار کیا ہے تو اس سے مراد بیع ہوگی اور اقرار کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائے گا تاکہ اس کی کلام ممکن حد تک صحیح قرار پائے لیکن ہبہ کے اقرار کی صورت میں اس نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو بوجہ مشغولیت (پھل کا درخت پر ہونا) پوری نہیں کی جاتی اور یونہی ہر بات میں ہوگا کہ جب کوئی اقرار کرے کہ میں نے اس سے قبل فلاں کو مالک بنایا اور اس نے مشغولیت یا اجزاء یا ان کے علاوہ کسی قسم کی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ تملیک کے اقرار سے اس کی ملکیت ختم ہوگئی اور جس کے لئے اقرار کیا اس کی ملکیت ثابت ہوگئی اور عطیات میں یہ بات بلا قبضہ صحیح نہیں لہذا ایسا اقرار ہبہ کا اور اسی وقت قبضہ دینے کا اقرار ہوگا لیکن اگر وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تو واہب سے ہبہ کا صدور قبضہ دینے کو مستلزم نہیں پس وہ موہوب لہ کے لئے حصولِ ملک کا اقرار نہیں ہوگا الخ دونوں اقراروں میں یہی فرق ہے۔

یہ مطلب جو صاحبِ مفتاح نے سمجھا کہ تملیک میں قبضہ ضروری نہیں اگر موصوف یہ دلیل ذکر کرتے تو ہم تعین کرتے کہ یہ نقل اور فتویٰ مشائخ پر افتراء ہے لیکن استدلال سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ کے سمجھنے میں خطا واقع ہوئی۔ اس سے قبل ہم نصوصِ قاطبہ سے یہ بات ثابت کرچکے ہیں کہ یہاں تملیک سے مراد ہبہ ہے اور اس بات کا اس فاضل (علامہ طحطاوی) نے بھی کلام کے شروع میں اعتراف کیا کہ تملیک ہبہ کے معنٰی میں ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۳۹۲

لہذا جب قبضہ کے بغیر یہ تام نہیں ہوتی تو بلاتسلیم کیسے مکمل ہوگی پھر نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا، آیا یہ ہبہ ہوگا یا یہ کلام بالکل صحیح نہیں ہوگی کیونکہ تملیک عام ہے جیسے ہم ردالمحتار سے پہلے نقل کرچکے ہیں اور تملیک بلاقبضہ کو بالکل صحیح قرار دینا اور مفتیٰ بہ قول بتانا تو نہایت تعجب خیز ہے۔

**تتمہ** ـــــ جامع الفصولین، خیر رملی اور عقود الدریہ میں یہ نص موجود ہے کہ کسی دستاویز میں یہ تحریر ہو کہ فلاں نے فلاں کو تملیکِ صحیح کے ساتھ مالک بنایا تو یہ تملیک فاسد غیر مقبول ہے کیونکہ جہتِ تملیک مجہول ہے[1] اور یہ عقدِ جدید من گھڑت ہے، جس کا شریعت اور عرف میں کوئی وجود نہیں البتہ جو شخص اس قول کو ہبہ پر محمول کرتے ہوئے قبول کرے تو مقبول ہو جائے گا اور یہ بات کہ اقرار کرنے والے کی موت بالاتفاق تسلیم کے قائم مقام ہے، اس اجماع کے خلاف ہے کہ تسلیم سے پہلے عاقدین میں سے کسی ایک کی موت عقد کو باطل کردیتی ہے، پس حق بات یہ ہے کہ یہ نقل مجہول لامعقول ہے جس پر نہ صرف یہ کہ اعتماد جائز نہیں بلکہ یہ لائقِ توجہ ہی نہیں، عصمت و توفیق صرف اللہ تعالٰی کی جانب سے ہے۔

210 **طحطاوی** ـــــ مفتاح کی گذشتہ عبارت کے ذکر کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ تملیک کو ہبہ کے مقابلہ میں لانے کی صورت میں مناسب یہ تھا کہ کہا جاتا ولو ملک۔ کیونکہ اقرار بالملک کی صورت یہ ہے کہ کہے یہ چیز

---

[1] فتاوٰی خانیہ برحاشیہ فتاوٰی ہندیہ، ج ۳، ص ۲۶۱ پر ہے وتملیک المجھول باطل۔

فلاں کے لئے نہ ہے تو یہ خبر ہے، تملیک نہیں ہے [1]

**اعلیٰحضرت** ـــــ قرۃ العیون میں بھی امام طحطاوی کے حاشیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

**۲۱۱**
**طحطاوی** ـــــ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو خط لکھے اور اس میں لکھے کہ جواب اسکی دوسری طرف لکھ دو تو مکتوب الیہ کے لئے وہ کاغذ لوٹانا ضروری ہے اور اسے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں۔

**اعلیٰحضرت** ـــــ اسی طرح اگر اس مکتوب میں لکھے کہ اسے پڑھ کر فلاں کو پہنچادو تو مکتوب الیہ کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں، اب یا تو وہ کاتب کی طرف لوٹادے یا اس (جس کے بارے میں کہا گیا ہے) کی طرف پہنچادے۔

**۲۱۲**
**طحطاوی** ـــــ تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل واجب ہوگا اگر مقررہ اجر معلوم ہو۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں (کہ درِ مختار کے قول) لو المسمی معلوما سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اجرِ مقرر کی صورت میں اجرِ مثل واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مفہوم یہ ہے کہ جب مقررہ اجرت معلوم نہ ہو تو اجرِ مثل واجب نہیں ہوگا حالانکہ عدمِ علم کی صورت میں اجرِ مثل ہی واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں امام طحطاوی کے الفاظ یہ ہیں،

معرانہ یجب بالغا ما بلغ

**اعلیٰحضرت** ـــــ یجب بالغا ما بلغ کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ مقررہ اجرت

---

[1] مخطوطہ میں یہاں علامہ طحطاوی کی عبارت موجود نہیں، تتبع کے بعد اعلیٰحضرت کی طرف سے اسی قول کو حاشیہ کے طور پر درج کرنا مناسب سمجھا گیا۔ واللہ اعلم

سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

۲۱۳ طحاوی ——— امام طحطاوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ بزاز اور طیلسی نے بھی اسے روایت کیا اور طبرانی نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اسے بیان کیا، یہ بات المقاصد الحسنۃ[1] میں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— علامہ شامی نے بھی (ردالمحتار میں) اسی طرح المقاصد الحسنہ کے حوالے سے بلا تبصرہ نقل فرمایا حالانکہ حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم (احمد بن عبداللہ اصبہانی (م ۴۳۰ھ) کی تصنیف ہے، حافظ ابوقاسم سلیمان طبرانی اس کے مؤلف نہیں ہیں[2]

۲۱۴ طحاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس نے اسی شخص یا کسی دوسرے سے یہ عقد باندھا کہ وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے جنایت کی دیت دے گا، تو یہ عقد عقدِ موالات کہلاتا ہے۔

امامِ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے عقدِ موالات باندھا تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اسکی طرف سے دیت ادا کرے گا۔

امام طحطاوی مزید فرماتے ہیں کہ امامِ نخعی کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی

---

[1] کشف الظنون ج۲ ص ۱۷۷۹ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن السخاوی (م ۹۰۲ھ) کی تصنیف کے بارے میں ہے: المقاصد الحسنۃ فی کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ

[2] کشف الظنون ج۱ ص ۶۸۹

ہے کہ صحتِ موالاۃ، وراثت اور دیت کی شرط پر موقوف نہیں بلکہ صرف عقد ہی کافی ہے کیونکہ حاکم نے وراثت اور دیت کو بطور شرط ذکر نہیں کیا بلکہ صحتِ عقد کے بعد ان دونوں کو حکم قرار دیا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— کسی بات کا حکم ہونا اس کے شرط ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جب کسی چیز میں تمام شروط پائی جاتی ہیں اس وقت اس پر حکم نافذ ہوتا ہے جب کہا جاتا ہے عقد کذا تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے تمام شرائط کو پورا کیا لہذا اگر وراثت اور دیت کو شرط قرار دیا جائے تو ابراہیم نخعی کے قول والاہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کہا "میں نے تجھ سے عقد باندھا کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری طرف سے دیت ادا کرے گا جیسے کوئی کہے الرجل الرجل الرجل الخ تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو مجہول النسب غیر عربی ہوگا جس کے لئے نہ تو ولایتِ عتاقہ ہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ عقدِ موالات ہو جو اس کی طرف سے دیت ادا کرے۔

۲۱۵
**طحطاوی** ——— اگر کوئی شخص والیتک کہے یعنی میں نے تجھ سے عقد باندھا اور دوسرا کہے قبلت "میں نے قبول کیا" تو اس صورت میں عقدِ موالات منعقد ہو جائے گا۔ (تحفہ بحوالہ شرنبلالی)

**اعلیٰحضرت** ——— تحفہ کی یہ عبارت دو باتوں کا احتمال رکھتی ہے، یا تو اس مجموعۂ عبارت کا عوض ہے جو اولاً ذکر کی گئی یا صرف انت مولای کا بدل ہے اس دوسری صورت میں بقیہ عبارت ضروری ہے کیونکہ ملک العلماء جو صاحبِ تحفہ کے تلمیذ ہیں، انہوں نے اپنی شرح البدائع، جسے انہوں نے اپنے استاذ کے سامنے پیش کیا تو استاذ نے ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا، میں لکھا ہے کہ یا کوئی کہے والیتک اور جواباً دوسرا شخص عقد میں وراثت اور دیت کے

تذکرہ کے بعد کے قبلت، میں سے قرابن کیا۔

۲۱۶ طحاوی ——— علامہ طحطاوی نے ابراہیم نخعی کی عبارت سے ارث اور دیت کی شرط کے بغیر عقد کو ثابت کرتے ہوئے، صاحب تحفہ کی تفسیر کو بطور تائید پیش کیا (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے) اسے قاضی زادہ نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں جو ارث اور دیت کے عدم شرط ہونے پر دلالت کرے۔

اعلیٰحضرت ——— یعنی عبارت میں صراحۃً ایسی بات نہیں۔

۲۱۷ طحاوی ——— امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ قاضی زادہ کا رد محقق بالدلائل نہیں بلکہ محض جواز اور امکان پر مبنی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

۲۱۸ طحاوی ——— عقدِ موالاۃ کی شرائط کے بیان میں صاحبِ درمختار نے فرمایا:-

والخامس ان یشترط العقل والارث

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس شرط کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت ——— قد سبق کی بجائے قد سلف فیہ کے الفاظ مناسب ہیں[۱]

۲۱۹ طحاوی ——— صاحبِ درمختار نے مجمع الفتاویٰ سے ایک مسئلہ نقل فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیمار بیوی کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے روکے اور اجازت کے لئے مہر کے ہبہ کا مطالبہ کرے، اس صورت میں اگر عورت بعض مہر ہبہ کردے تو ہبہ باطل ہوگا کیونکہ وہ عورت بمنزلہ مجبور ہے۔

صاحبِ درمختار فرماتے ہیں کہ اس جزیہ سے اس نو پید فتویٰ کا جواب

---

[۱] کیونکہ سبقت کے معنی کسی سے آگے بڑھنا اور سلف کے معنی محض گذشتہ ذکر کے ہیں (مرتب)

بھی حاصل ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کرے اور زفاف سے منع کرتے ہوئے اس سے گواہی حاصل کرے کہ اس (لڑکی) نے اپنے باپ سے ماں کی وراثت حاصل کر لی ہے، پھر جب لڑکی اقرار کر لے تو وہ اسے شب باشی کی اجازت دے تو اس صورت میں اقرار صحیح نہیں کیونکہ وہ مجبور کے حکم میں ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ علت اس وقت ظاہر ہو گی جب خاوند اس عورت پر دوسری شادی کرنا چاہے یا لونڈی سے شب باشی کا ارادہ کرے کیونکہ اس سے اس میں صبر کی طاقت باقی نہیں رہتی۔

**اعلیحضرت** ——— ہم نے اس کا جواب ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے چنانچہ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

**۲۲۰**
**طحطاوی** ——— جو بات محض نفع بخش ہو اس میں بچہ بالغ کی طرح ہے لہذا اس کا (کسی کی طرف سے) ہبہ قبول کرنا اور اسلام لانا صحیح ہے۔

**اعلیحضرت** ——— بچے کا اسلام اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ سمجھدار ہو ورنہ نہیں جس طرح مجنون کا اسلام صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار اور اعتقاد کا نام ہے اور ان دونوں کے لئے اذعان ثابت نہیں۔

**۲۲۱**
**طحطاوی** ——— ناسمجھ اگر اپنا مال غلط کاموں میں ضائع کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں کی جائیگی۔

**اعلیحضرت** ——— جو شخص اپنا مال ناجائز کاموں میں ضائع کرے وہ فاسق ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہوا جو شب برائت وغیرہ میں آتش بازی کرتے ہیں یا پتنگ بازی کرتے ہیں اور یہ دونوں کام ہندوستان بلکہ دوسرے مقامات پر بھی عام ہیں، اللہ تعالٰی

ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۲۲
**طحاوی** ـــــــ صاحب درمختار نے نقل فرمایا کہ بزازیہ میں ہے، اگر کوئی شخص کسی کی جیب سے دراہم غصب کرے، پھر اسے بتائے بغیر واپس کردے تو بری الذمہ ہوجائے گا۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بچے سے کچھ درہم لے اور اپنی ضرورت میں خرچ کرے، پھر ان کی مثل دراہم واپس لوٹائے تو عہدہ برآ نہیں ہوگا جب تک کہ بچہ بالغ ہوکر اسے بری الذمہ قرار نہ دے۔

۲۲۳
**طحاوی** ـــــــ اگر کوئی شخص مالِ مغصوب یا مالِ ودلیعت میں تصرف کرکے نفع حاصل کرے تو اسے صدقہ کردے جبکہ وہ دراہم اشارہ کے ساتھ یا ودلیعت و غصب کے دراہم کے ساتھ خریدنے اور نقد قیمت ادا کرنے کی وجہ سے متعین ہوجائیں اور اگر اس کی طرف اشارہ کیا اور نقد سودا کیا، پھر بھی صدقہ کرے کیونکہ نقدیت کی وجہ سے خبث پیدا ہوگیا اگرچہ وہ اشارہ کے ساتھ متعین نہیں ہوا۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ مجھے اس بات سے اختلاف ہے جس کا ذکر میں نے ردالمحتار کے حاشیے پر کیا ہے۔

۲۲۴
**طحاوی** ـــــــ دراہم مغصوب و ودلیعت کے غیر متعین ہونے کی صورت میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ امام کرخی کے نزدیک تین صورتوں میں نفع صدقہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ کا قول کیا گیا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب نفع میں چار صورتیں جاری ہوتی ہیں تو اس چیز کے حصول میں بھی یہی چار صورتیں پیدا ہونگی جو خریدی گئی ہے کیونکہ نفع اپنے اصل کے تابع ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے ہے کہ ادائیگی ضمانت سے پہلے حلال نہیں، بعد میں جائز ہے مگر جو کچھ قیمت سے زائد ہے اور وہ نفع ہے وہ کسی صورت میں جائز نہیں، اسے صدقہ کر دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حکمِ نفع، حکمِ اصل کے خلاف ہے پھر فتاوی ہندیہ میں تبیین کے حوالے سے دیکھا وہاں صراحت ہے کہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد اصل کا حاصل کرنا جائز ہے لیکن صورتِ نقد میں نفع کا استعمال جائز نہیں۔ امام کرخی کا مذہب ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے مشائخ نے اسے ہر حال میں غیر طیب قرار دیا ہے، چاہے ضمانت سے قبل ہو یا بعد، ہر حال میں نفع کا استعمال اچھا نہیں اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ علامہ طحطاوی کا کلام اس صورت کے بارے میں ہو کہ جب ضمانت ادا نہ کی جائے کیونکہ اس صورت میں اصل اور نفع دونوں ناپاک ہیں، اسی لئے اس پر خبث کا حکم لگایا گیا ہے یعنی امام کرخی کے نزدیک اس وقت جب اشارہ کیا جائے اور نقد ادائیگی ہو اور مختار قول کے مطابق مطلقاً ناجائز ہے۔

۲۲۵
طحطاوی ـــــــ حموی میں صدر الاسلام سے ہے کہ اگر غصب شدہ ہزار روپے سے کھانے کا سامان خریدا تو کھانا جائز ہے۔

اعلیحضرت ـــــــ یعنی ضمانت ادا کرنے سے پہلے (جائز ہے)

۲۲۶
طحطاوی ـــــــ صدر الاسلام کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا کھانا حلال نہیں کیونکہ سبب میں ایک قسم کا خبث پایا جاتا ہے، پھر اس پر تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض ظالم غیر عادل چیزیں خریدتے ہیں، پھر اپنی حاجات پوری کرنے کے بعد قیمت ادا کرتے ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ عدمِ ملک کی وجہ سے خبث پایا گیا، پس یہی خبث نقود میں بھی منتقل ہوگا البتہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد چونکہ یہ خبث زائل ہوجاتا ہے لہذا یہ کھانا بھی حلال ہے اور مغصوب مال سے خرید کردہ لونڈی سے وطی بھی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر تحقیق کی ہے۔

**۲۲۷**
**طحطاوی** ـــــــ اگر کسی شخص نے کپڑا وغیرہ غصب کیا اور اس سے لونڈی خریدی تو اس کے ساتھ وطی حلال نہیں اور اگر اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے شادی کی تو جائز ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ یہ خلاف صحیح ہے یعنی امام طحطاوی کا یہ قول کہ لونڈی سے وطی جائز نہیں، یہ ضمانت کی عدمِ ادائیگی تک ہے، بعد ادائے ضمانت صحیح ہے۔

**۲۲۸**
**طحطاوی** ـــــــ اگر ان دونوں میں سے ایک کے ذریعے عورت سے نکاح کیا یا کپڑا وغیرہ خریدا اور ضمانت ادا کرچکا ہے تو نفع حلال ہے۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ ھما کا مرجع دراہم غصب و ودیعت ہیں یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خریدا۔

**۲۲۹**
**طحطاوی** ـــــــ مختصر کے حوالے سے علامہ طحطاوی نے ایک عبارت نقل فرمائی جس کا کچھ ذکر پیچھے ہوچکا ہے کہ اگر مغصوبہ کپڑے سے لونڈی خریدے تو وطی حلال نہیں البتہ اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے کسی عورت سے شادی کی تو وطی جائز ہے۔

اسکے تحت علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جب دراہم غصب جو معین بھی ہوں اور نقد بھی، کے ساتھ کچھ خریدا تو اس کا استعمال حرام نہیں کیونکہ عین کے ساتھ عقد کا تعلق نہیں۔

**اعلیٰحضرت** ـــــــ یہ بات جو علامہ طحطاوی نے بیان فرمائی، اس ضابطہ کے تحت ہے

جو بیع فاسد میں ذکر کیا گیا کہ اگر کلام اس میں ہو جس میں ضمانت ادا کی گئی تو اس وقت وہ ملک ہو گی اگرچہ ملک خبث ہی سہی اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر خبث فسادِ ملک کے سبب سے ہو تو غیر معین میں حلال نہیں پس نفع بغیر عقد و نقد کی تفصیل کے حلال ہو گا اور مطلقاً جواز کے قول سے بظاہر جو فائدہ نظر آتا ہے کہ چاہے ضمانت ادا کی جائے یا نہ، وہ ضابطہ کے خلاف ہے، ضابطہ میں کہا گیا ہے کہ جب خبث عدمِ ملک کے سبب سے ہو تو متعین و غیر متعین دونوں میں عمل ہو گا، پس اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ مقامِ لغزش ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر کتاب الغصب اور بیع فاسد کے بیان میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔

۲۳۰

طحطاوی ——— کسی شخص نے ورق غصب کیا اور اس پر کچھ لکھا آیا مالک کی ملک منقطع ہو جائے گی؟ اس میں اختلاف ہے، سغدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ ملک منقطع نہیں ہو گی۔

اعلیحضرت ——— خلاصہ میں ہے کہ منقطع ہو جائے گی۔

۲۳۱

طحطاوی ——— کتاب بحرِ زاخر میں ہے کہ مغصوبہ بکری کو پکایا یا بھونا تو قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو لیکن ضمانت پر راضی نہ ہو تو غاصب کے لئے قیمت کی ضمانت ادا کرنے یا اس کے ذمہ قرض ہو جانے سے قبل نہ تو کھانا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھلانا، یونہی کسی دوسرے کو کھانا جائز نہیں۔ (مکی)

اعلیحضرت ——— السراج الوہاج کے ص ۵۵ پر "غصب الشاۃ" کے ذکر میں یہ مسئلہ زیادہ بیّن اور واضح ہے۔

۲۳۲

طحطاوی ——— تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز غصب کی

اسے تبدیل کردیا یہاں تک کہ اس کا نام بدل گیا اور وہ زیادہ نفع بخش ہوگئی یا وہ مغصوبہ چیز غاصب کی ملک سے مخلوط ہوگئی اور امتیاز ناممکن ہوگیا تو اس صورت میں غاصب کو ضمانت دینی پڑے گی اور وہ چیز کا مالک ہو جائے گا لیکن ادائگی ضمانت سے قبل نفع حاصل کرنا جائز نہیں، صاحبِ درمختار فرماتے ہیں، قیاس یہ ہے کہ کہ ضمانت کی ادائگی سے قبل بھی انتفاع حلال ہے۔

علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، زیلعی نے کہا قیاس یہ ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے اور یہ قول امام زفر، امام حسن رحمہما اللہ کا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت یونہی ہے

اعلیٰحضرت ——— یہ بات واضح طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ظاہر روایت کے خلاف ہے لیکن خلاصہ، ہندیہ اور دیگر کتب میں اسے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول قرار دیا گیا ہے، صاحبین کا قول استحسان ہے اور اسی پر فتوی ہے لیکن فتاوی بزازیہ میں ہے کہ امام نجم الدین نسفی اس قول کی امام اعظم کی طرف نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اگر اسے امام اعظم رحمہ اللہ ہی کا قول قرار دیا جائے اور یہ سوال کیا جائے کہ اس صورت میں اور بیع فاسد کے ساتھ مبیع میں کیا فرق ہوگا کیونکہ اس سے انتفاع امام صاحب کے نزدیک حلال نہیں حالانکہ اس میں ملک ثابت ہے اگرچہ ملک خبیث ہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح فرق کیا جائے گا کہ مغصوب میں تبدیلی ہو جائے تو رد نہیں کی جا سکتی جبکہ بیع فاسد کے مبیع کا رد کرنا حق شریعت کے تحت واجب ہے کیونکہ یہ بیع فسخ ہے پس غیر کا حق اس چیز کی ذات سے ہے جبکہ بدلے ہوئے مغصوب میں یہ بات نہیں۔

٢٣٣ **طحطاوی** ——— مغصوبہ زمین کے مسائل کو صاحبِ درمختار نے تفصیل سے بیان فرمایا
علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل علامہ کرخی نے اپنی بعض کتب میں ذکر فرمائی
اور فرمایا کہ کتاب میں جو کچھ ہے اس سے یہی مراد ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— کتاب کے مطلقاً ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ البدایہ مراد ہے
اور ہو سکتا ہے کہ مبسوط مراد ہو لیکن مختصر القدوری مراد لینا ممکن نہیں جیسے
عام طور پر فقہاء مطلقاً ذکرِ کتاب کے وقت مختصر القدوری مراد لیتے ہیں
کیونکہ امامِ قدوری کو امامِ کرخی سے تین واسطوں سے شرفِ تلمذ حاصل ہے

٢٣٤ **طحطاوی** ——— ضمانت غصب کے ضمن میں صاحبِ درمختار نے چند مثالیں
بیان فرمائیں مثلاً زمین غصب کی اور اس پر مکان تعمیر کیا یا درخت لگائے
یا مرغی نے کسی کا موتی نگل لیا وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں زیادہ قیمت والے
کو اختیار ہے، چاہے تو کم قیمت والی چیز لیکر مالک کو قیمت دے دے
یا وہ چیز چھوڑ دے اور کم قیمت والے سے اپنی چیز کی قیمت وصول کرے
(مثلاً زمین غصب کی اس پر مکان بنایا، اب قیمت زیادہ ہوگئی اب یا تو
زمین کی قیمت دے یا مکان بھی چھوڑ دے اور اسکی لاگت وصول کرلے
امامِ محمد علیہ الرحمہ کا یہی قول ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں یونہی
ذکر کیا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— فتاویٰ خانیہ میں جو کچھ اس بارے میں مذکور ہے وہ بھی اس
قول کو رد کرتا ہے کہ صاحبِ اکثر صاحبِ اقل کو قیمت کا مالک بنائے [1]

٢٣٥ **طحطاوی** ——— کسی غیر کی زمین میں عمارت تعمیر کی یا درخت لگائے تو درخت

---

[1] فتاویٰ خانیہ بر فتاویٰ ہندیہ ج ٣، ص ٢٠٧

کاٹنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام کرخی فرماتے ہیں کہ یہ حکم نہیں دیا جائے گا اور وہ غاصب قیمت کی ضمانت دے گا، اسی پر بعض متاخرین، مثلاً صدر الاسلام وغیرہ کا فتوٰی ہے اور یہ احسن ہے۔

**اللّٰہم ملت** ——— قہستانی اور عقود میں ان سے اسمِ تفضیل کے ہمزہ کے بغیر (صرف) "حسن" مروی ہے۔

**۲۲۶ طحاوی** ——— درِ مختار میں ہے کہ کسی انسان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں لیکن جہاد میں (جائز ہے)

علامہ طحطاوی نے الا فی الغزو کے دو احتمال بیان کر کے فرمایا کہ تفکرات اور پریشانیوں کی کثرت کی وجہ سے میری سوچ میں ضعف ہے لہذا کسی دوسری جانب رجوع کیا جائے۔

علامہ طحطاوی نے پہلا احتمال یہ ذکر فرمایا کہ غازی، اہلِ حرب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو سکتا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب جہاد فرض ہو جائے اور بعض لوگ پہلو تہی کریں تو سربراہ کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو بھیجے جو لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر انہیں نکال لائے۔

**اللّٰہم ملت** ——— علامہ شامی نے تیسری توجیہ یہ بیان فرمائی کہ جب کسی شخص کا گھر دشمنوں سے بلندی پر واقع ہو تو مجاہدین کے لئے وہاں داخل ہونا جائز ہے تاکہ وہ وہاں سے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔

میں کہتا ہوں کہ ایک چوتھی توجیہ میرے لئے ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ بعض کفار کسی ذمی یا مسلمان کے گھر میں پناہ لیں اور مجاہدینِ اسلام اسے قتل کرنا چاہتے ہوں جبکہ صاحبِ خانہ ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتا ہو

تو مسلمانوں کے لئے اندر داخل ہونا جائز ہے اگرچہ گھر میں مستورات ہوں کی
خود گھر والا مسلمانوں کو روک کر مستورات کے بے پردہ کرنے کا باعث بنے
پانچویں توجیہ یہ ہے کہ مجاہدین کسی حاجت یا مصلحت کے تحت اند
جانا چاہتے ہوں، اور یہ تمام توجیہات ممکن ہیں کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ ضرورت کے
مقامات مستثنیٰ ہیں جیسے تجنیس کے حوالے سے غمز میں ہے۔

۲۳۷
**طحاوی** ——— درمختار میں ہے کہ اگر غاصب مغصوبہ مال کو اجرت پر دے
اجرت مالک کی طرف لوٹا دے تو یہ مالک کے لئے پاکیزہ ہے کیونکہ اجرت
لینا جائز ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— یہ عجیب بات ہے کیونکہ اجازت کا تعلق معدوم چیز کے ساتھ
نہیں ہو سکتا اور اجازت کی صحت کے لئے معقود علیہ کا قائم ہونا شرط ہے
اور وہ اس صورت میں نفع ہے جو معدوم ہے البتہ یہ تعلیل اس صورت میں
جاری ہو سکتی ہے جب مستاجر کے مالِ اجرت سے نفع حاصل کرنے سے پہلے
اجرت حاصل کر لی جائے اور مالک کی طرف لوٹا دی جائے۔

۲۳۸
**طحاوی** ——— صاحبِ درمختار نے فروع کے عنوان سے چند مسائل بیان
فرمائے جن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سوائے جہاد کے (جس کا ذکر پہلے
ہو چکا ہے) کسی انسان کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا جائز ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— یہ مسائل الاشباہ سے منقول ہیں اور حموی (شارحِ اشباہ)
الا فی الغمز پر کوئی بحث نہیں کی۔

۲۳۹
**طحاوی** ——— امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علامہ طحاوی
نے شرح النقایہ اور تشنیع المصنف کے حوالے سے ایک عبارت نقل فرمائی
جو یہ ہے :-

وقد ایدہ ما صح عندنا انہ افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملۃ والدین وقد رای بعضھم فی المنام انہ شافعی المذھب الخ

اصل عبارت جو ص ۲۴۳ پر منقول ہے وہ یہ ہے [1]

طحطاوی ص ۲۴۹ ——— اہلِ ہوا اور بدعتی کی تکفیر میں اختلاف ہے، اگر بدعتی کا مذہب کفر کی طرف پہنچاتا ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے البتہ جس کی بدعت اس طرح نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ اہلِ مذاہب کی کلام میں ایسے بہت سے لوگوں کی تکفیر ثابت ہے لیکن یہ ان فقہاء کی کلام نہیں جو منصبِ اجتہاد پر فائز ہیں اور غیر مجتہد کا اعتبار نہیں، فقہاء و مجتہدین سے عدمِ تکفیر منقول ہے۔

عبارت ——— غیر فقہاء کی کلام جب فقہاء کے اقوال کے خلاف ہو اس وقت غیر معتبر ہوگی (مطلقاً نہیں)

طحطاوی ص ۲۴ ——— مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ نکلا تو صاحبین کے نزدیک اگر اس کے اعضاء مکمل ہو گئے ہوں تو کھایا جائے گا ان تم خلقہ کی قید سے یہ پتہ چلا کہ ناتمام کو نہیں کھایا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے وہ بمنزلہ جزءِ جانور

---

[1] امام طحطاوی کی منقولہ عبارت میں انہ میں ضمیر کے اضافے ابوبکر الیانباری کے عدم ذکر اور رای میں واؤ کے اضافے سے عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا اور امام ابوبکر کی بجائے ابو یوسف مراد لے لئے گئے اور خواب دیکھنے والے خود ابوبکر ہیں جبکہ امام طحطاوی کی عبارت میں خواب کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو جاتی ہے (محمد صدیق ہزاروی)

نوٹ: آگے خواب کا ذکر ہے جو امام ابو یوسف کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کے ہے لہٰذا حلال ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— یہ احتمال صحیح نہیں کیونکہ نص سے ثابت ہے کہ مضغہ ناپاک ہے اسی طرح وہ بچہ بھی جس نے پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز نہیں نکالی اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر نجس حرام ہے۔

۲۴۲

**طحطاوی** ——— شرمگاہ، کپورے اور مثانہ مکروہ ہیں اور یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— مادہ جانور کی شرمگاہ اور پتہ (دونوں کا) بھی مکروہ ہیں جیسا کہ اسی کتاب کے آخر میں مختلف مسائل کے ذکر میں آئے گا [1]

۲۴۳

**طحطاوی** ——— اسی طرح وہ خون بھی مکروہ ہے جو گوشت سے نکلتا ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— ردالمحتار میں والدم المسفوح کے الفاظ ہیں نیز وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں رہ جاتا ہے مکروہ نہیں اور اسے خود علامہ طحطاوی نے مسائلِ شتّٰی کے باب میں بیان کیا ہے [2]

۲۴۴

**طحطاوی** ——— کیا یہ کراہت تحریمی ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔

**اعلیٰحضرت** ——— یعنی شرمگاہ اور اس کے بعد مذکورہ اشیاء کی کراہت کے بارے میں دو قول ملتے ہیں۔

۲۴۵

**طحطاوی** ——— مچھلی کی ایک قسم الجریث کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے ابوالسعود کے حوالے سے بتایا کہ عینی سے الجریث جیم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۳۶۰

[2] ایضاً

حضرت ـــــ صحیح لفظ الموانی ہے کیونکہ ابو السعود کی عبارت میں عینی سے جو منقول ہے وہ الجریث سمکۃ ہے اور الوانی سے الجریث بکسر الجیم منقول ہے۔

۲۲ طحاوی ـــــ اگر ماکول اللحم جانور نے شراب پی اور پھر اسی وقت اسے ذبح کر دیا گیا تو اس کا گوشت حلال ہے البتہ مکروہ ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں، یہ بات معلوم ہے کہ جب مطلقاً کراہت کا لفظ بولا جائے بالخصوص کتاب الحظر میں تو اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ حلت کے ساتھ مقید کراہتِ مطلقہ نہیں ہوتی اور اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ پر ہم نے کی ہے لہذا وہاں ملاحظہ کی جائے۔

۲۳ طحاوی ـــــ عورت اپنے خاوند کی محبت کے حصول کے لئے تعویذ کرے اور اس سے قبل وہ اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ عمل حرام ہے حلال نہیں، جامع اصغر میں اسی طرح ہے۔

اعلیٰحضرت ـــــ جامع صغیر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں التولہ تاء کے کسرہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ، ایک قسم کا جادو ہے جو محبت کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے ـــــ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن وہ تعویذ جو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ مبارکہ یا کسی قرآنی آیت سے کیا جائے ظاہر ہو یا پوشیدہ، جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسمائے باری تعالیٰ میں تاثیر پائی جاتی ہے، نیز محبت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز ہے، البتہ اگر عورت کا ارادہ یہ ہو کہ حاکمیت کے لئے خاوند کو مطیع بنایا جائے تو اس مقصد کے لئے یہ تعویذ یا دوسری کوئی بھی کوشش حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں کیونکہ

اس میں شرعی موضوع کو بدلنا ہے جو مرد کے حق میں ہے اور وہ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے کہ مرد، عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے اور اس صورت میں حرمت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

۲۴۸

**طحطاوی** ——— ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے اور صرف صبح اور عصر کی نماز کے بعد، کے ساتھ تخصیص کوئی شرعی مسئلہ نہیں (امام نووی) الوالحسن البکری کہتے ہیں کہ شاید یہ اس زمانے میں لوگوں کی عادت ہو۔

**اعلیٰحضرت** ——— یعنی فجر اور عصر کے ساتھ تخصیص اس زمانے (امام نووی کے زمانے) میں لوگوں کی عادت ہو۔

۲۴۹

**طحطاوی** ——— امام نووی کے زمانے میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

**اعلیٰحضرت** ——— امام الوالحسن البکری کی کلام کا تتمہ یہ ہے کہ (یہ امام نووی کے زمانے کی عادت ہوگی) ورنہ تمام نمازیں اسی طرح ہیں یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے۔

۲۵۰

**طحطاوی** ——— جو چیز بازار میں فروخت کی جارہی ہے، اگر گمان غالب ہو کہ یہ ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو وہ چیز نہیں خریدنی چاہئے۔

**اعلیٰحضرت** ——— علامہ طحطاوی نے یہاں فتاویٰ ہندیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ہر وہ چیز جو قائم ہے اور خریدنے والے کو ظنِ غالب ہے کہ یہ غیر سے ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو اس کا خریدنا مناسب نہیں اگرچہ بار بار فروخت ہوتی چلی آئی ہو۔

یہ بات مقصود کو نہایت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے یعنی وہ مغصوبہ چیز خریدنی جائز نہیں جس کے بارے میں گمانِ غالب ہو کہ یہی مغصوبہ ہے۔

طحاوی ــــــ مغصوبہ چیز نہیں خریدنی چاہیئے اگرچہ کئی ہاتھوں سے ہوکر آئے۔

اعلیٰحضرت ــــــ پھر مذہبِ مختار کے مطابق اس حکم میں سامان اور نقود برابر ہیں کیونکہ خبث عدمِ ملک کی وجہ سے ہے لہذا متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرے گا لیکن امام کرخی کے مذہب کے مطابق نقودِ مغصوبہ کا بدل خریدنا جائز ہے جبکہ ان نقود پر عقد نہ ہو لیکن لعینہٖ مالِ مغصوب کا خریدنا جائز نہیں اور قرض میں لینا، امانت رکھنا یا کسی بھی انداز میں لینا، جائز نہیں جب تک غاصب عہدہ برآنہ ہو جائے یا ضمانت نہ ادا کردے ۔ اس پر اجماع ہے کیونکہ نفسِ مغصوب سے خبث کے ازالہ کی یہی صورت ہے۔

۲۵۷ طحاوی ــــــ اگر یہ معلوم ہو کہ مغصوبہ چیز لعینہٖ قائم ہے لیکن دوسری چیز سے اس طرح مخلوط ہو چکی ہے کہ امتیاز ناممکن ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ غاصب کی مِلک ہو جائیگی لیکن جب تک مخالف عوض لے کر راضی نہ ہو جائے، یہ مغصوبہ چیز خریدنی مناسب نہیں۔

اعلیحضرت ــــــ میں کہتا ہوں اگر غاصب نے مغصوبہ چیز کو کسی دوسری شئے سے بدل دیا تو اس کا بدل خریدنا بھی جائز نہیں جبکہ مغصوب متعین ہو کیونکہ وہ ملکِ خبیث کے ساتھ اس کا مالک ہوا لہذا مُغنّٰی بہ مذہب کے مطابق برارت سے پہلے انتفاع جائز نہیں اور جب خبث، فسادِ ملک کی وجہ سے ہو تو متعین میں عمل ہوگا البتہ ایک ضعیف روایت اس کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ محض تغیر اور مخلوط ہو جانے سے انتفاع حلال ہو جاتا ہے۔ اگر غیر متعین ہو تو بدل کا خریدنا جائز ہے کیونکہ خبث فسادِ ملک کی وجہ سے ہے اور غیر متعین میں عمل صرف ان لوگوں کے قول پر ہوگا جو رد کرنے یا ضمانت دینے سے قبل خلط اور تغیر کو ملک کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔

امام مفتی الثقلین نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین نے اس بات پر اجماع کیا ہے، پس اس وقت عدم تعین کی وجہ سے خبثِ ملک پایا گیا اور اس میں عمل ہوگا اور ابدال اسی وقت جائز ہوگا جب اس مغصوب سے عہدہ برآ ہو جائے یا ضمانت دے دے۔

۲۵۳

**طحطاوی** —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور نچوڑنے والے پر لعنت کی ہے۔ صاحبِ درِ مختار نے فرمایا کہ شراب کے لئے انگور کا نچوڑنا جائز نہیں کیونکہ اس کے ساتھ معصیت قائم ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس سے قبل صاحبِ درمختار نے فرمایا:

لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ

لہذا دونوں قولوں میں منافات ہے اور معصیت کی دلیل المنح میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ پاک کو قرار دیا گیا ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن العاصر

**اعلیحضرت** —— مطلقاً نچوڑنے والا ملعون نہیں بلکہ وہ جو گناہ کا ارادہ کرے اور شارح علیہ الرحمہ کے قول میں بھی یہی مراد ہے لہذا یہ تعلیل (جو حدیث پاک سے بیان کی گئی ہے) صحیح ہے کیونکہ وہ اس کے ذریعے قصدِ گناہ کرتا ہے، چنانچہ ان دو اقوال میں سے منافات بھی زائل ہو گئی۔

۲۵۴

**طحطاوی** —— صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ گانے بجانے والے کو کچھ دینا حرام ہے۔

امامِ طحطاوی فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ بلا شرط لیتے ہیں، جائز ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰحضرت —— یہ بات معلوم ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہوتا ہے[1] اور شاید یہ مسئلہ محشی (امام طحطاوی) نے باب الاجارہ میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۵۵
طحطاوی —— صاحبِ درِمختار نے وہبانیہ سے چند اشعار نقل کیے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پرندہ چھوڑے اور یہ کہے کہ جو اسے پکڑے وہی اس کا مالک ہے، تو یہ جائز ہے اور اگر بغیر کسی کی تملیک کے ارادے کے آزاد کیا تو بعض ائمہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ شارح نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اکثر ائمہ نے اسے جائز قرار دیا حالانکہ یہ منقول نہیں بلکہ ظاہر مذہب کے مطابق حرام ہے۔

اعلیٰحضرت —— لیکن احادیثِ مبارکہ سے (بلا تملیک چھوڑنے کا) جواز اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور شارح علیہ الرحمہ نے جو اس سے پہلے حج کے باب میں بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

درِمختار میں ہے:-

شری عصافیر من الصیاد واعتقها جاز ان قال من اخذها فھی له الخ[2]

۲۵۶
طحطاوی —— المجتبیٰ کے حوالے سے درِمختار میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا کہ صاحبِ مال قرضدار کا مال بلا اجازت رہن رکھ سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب ناامید ہو جائے تو اپنا قرض پورا کرتے ہوئے اسے لے سکتا ہے

---

[1] لہٰذا جہاں گویّوں کو کچھ دینا معروف ہے وہاں اسے مشروط ہی تصور کیا جائے گا۔ (مرتب)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج ۱۲، ص ۵۳۴

لفظِ "قیل" کے ساتھ دوسرا قول بیان کرکے آخر میں کہا گیا و افرۃ المصن

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کی نقل میں لفظِ قیل نہیں ہے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ لیکن فتاوٰی شامی ۱؎ میں درمختار کا یہی قول (قیل کے ساتھ) نقل کرنے کے بعد

کہا گیا ہے کہ اسی طرح المنح میں تعبیر کیا گیا ہے۔

**۲۵۷**
**طحطاوی** ــــــ اگر راہن، مرہون کو فروخت کرے تو (اس کی صحت) مرتہن کی اجازت

پر موقوف ہوگی (تنویر الابصار)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک

بیع نافذ ہو جائے گی۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ فتاوٰی خانیہ میں عمادیہ سے نقل کیا گیا کہ صغرٰی میں مرہون کی بیع کے

نفاذ کا فتوٰی دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں میں سے

کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، اسی طرح طحطاوی کے باب الاجارہ میں بھی گزر چکا

**۲۵۸**
**طحطاوی** ــــــ کیا مرتہن، مرہون کے زوائد سے، راہن کی اجازت سے نفع

حاصل کر سکتا ہے؟ بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ سود ہے۔

**اعلیٰحضرت** ــــــ علامہ خیر الدین رملی نے بھی فتاوٰی خیریہ میں رہن کے باب

میں یہی فتوٰی دیا ہے۔

**۲۵۹**
**طحطاوی** ــــــ بعض فقہاء نے مرہون کے زوائد سے مرتہن کے انتفاع کو مباح کہا

ہے، کئی کتب فقہ اور شروح میں اسی طرح ہے اور حموی نے اشباہ کے حاشیہ

میں کہا ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے ۲؎

---

۱؎ ردالمحتار ج ۵، ص ۳۲۲

۲؎ الاشباہ مع شرح الحموی، ص ۳۱۰

اعلیٰحضرت ——— اباحت کے قول کو اس بات سے مقید کرنا ضروری ہے کہ جب عقد میں شرط نہ رکھی گئی اور عرف میں بھی ایسا نہ ہو، کیونکہ وہ مشروط کی مثل ہے، ردالمحتار کی کتاب البیوع کے باب القرض اور باب الرہن کے شروع میں نیز اسی حاشیہ طحطاوی کے ص۲۳۶ پر بھی اسی طرح ہے۔

۲۶۰
طحطاوی ——— دیت کے بیان میں صاحبِ تنویرالابصار نے آنکھوں کا ذکر کیا علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے فی العینین الدیۃ۔

اعلیٰحضرت ——— تبیین الحقائق میں یہ حدیث مذکور ہے۔

۲۶۱
طحطاوی ——— اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا حصہ کسی دوسرے کے لئے وصیت کردے تو صحیح نہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے زید کی ملکیت کی وصیت کردے پھر وہ مرجائے اور زید اسے اجازت دے دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت ——— اس صورت میں بیٹے کو موصیٰ لہ کے لئے مال دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص غیر کا مال ہبہ کردے تو محض مالک کی اجازت سے صحیح نہیں ہوگا جب تک مالک مالِ موہوب موہوب لہٗ کے سپرد کردینے پر راضی نہ ہوجائے، فتاویٰ عالمگیری کتاب الوصایا کے پہلے باب کے آخر میں یونہی بیان کیا گیا ہے:۔

کانہ وھب مال غیرہ لا یصح الا بالتسلیم

والقبض کذا فی المبسوط [1]

---

[1] عالمگیری ج۶، ص۹۴

۲۶۲
**طحطاوی** ——— اس بارے میں اختلاف ہے کہ دو وصیوں میں سے ایک فعل دوسرے کی رائے کے بغیر باطل ہوگا یا دونوں اپنے اپنے فعل میں منفرد ہونگے، صاحبِ درِمختار فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وصی کی تقرری، میت، واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہو اور اگر دو شہر کے دو قاضیوں کی جانب سے دو وصی مقرر ہوں تو دونوں کا تصرف انفرادی ہوگا کیونکہ دونوں اپنے اپنے تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ "بلدتین" کی قید یا تو اتفاقی ہے اس لئے کہ عام طور پر ایک شہر میں ایک ہی قاضی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ نے ایک شہر میں دو قاضی مقرر کئے اور انہیں وصی مقرر کرنے کا اختیار دیا تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا، اور قید احترازی بھی ہو سکتی ہے لیکن تعلیل، پہلے احتمال کی مؤید ہے، تعلیل یہ ہے کہ ہر قاضی کا تصرف اپنی جگہ جائز ہے اسی طرح ان کے نائبین کا تصرف بھی جائز ہے۔

**علّامہ الحصفر** ——— اگر سلطان کسی ایک کنارۂ شہر کے لئے کسی کو قاضی مقرر کرے اور دوسرے حصے کے لئے دوسرے کو پھر ہر ایک قاضی نے وصی مقرر کیا تو ہر وصی اپنے قاضی کی جانب سے منفرد ہوگا کیونکہ دونوں قاضی تصرف میں منفرد ہیں لہذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہوگا اور اگر ایک شہر میں دو قاضی مقرر کئے تو ہر ایک کے لئے فیصلے میں انفراد نہیں ہوگا جیسے کہ وکالۃ الاشباہ میں ہے، یہی حکم اوصیاء کا بھی ہے البتہ وصی کو قاضی کا نائب قرار دینا محلِ نظر ہے کیونکہ وصی میت کا نائب ہے اگرچہ قاضی نے مقرر کیا جس طرح محافظ اوقاف، فقراء کا وکیل ہے اگرچہ واقف نے مقرر کیا۔

۲۶۳ ...ادی ——— وصی، یتیم کے مال میں سے کسی کو قرض نہ دے اور اگر دے دیا تو خیانت نہیں ہوگی۔

...ت ...ض ——— اگر قرض دے دیا تو ضمان ہوگا جیسے فتاوٰی شامی میں فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے :۔

ولا یتصدق بشیئ خانیہ وفیہا ولا یملک اقراض مال الیتیم فان اقرض ضمن [1]

۲۶۴ ...طاوی ——— الاشباہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول ہے کہ وصی کسی دوسرے کو وصی بنا سکتا ہے، چاہے میت کا مقرر کردہ وصی ہو یا قاضی کا البتہ ثانی یعنی قاضی کے مقرر کردہ وصی میں اختلاف ہے۔

...ت ...ض ——— اقوالِ مختلفہ میں اس طرح موافقت پیدا کی گئی ہے کہ قاضی نے وصی کو عمومی اختیار دیا ہے تو اس کا مقرر کردہ وصی، وصی کہلائے گا ورنہ نہیں اور عنقریب اس کی شرح آئے گی اور وہ یہ ہے :۔

فلہ ان یوصی فی العامۃ دون الخاصۃ

اور وقد نقل البیری عن القنیۃ ما منہ یستفاد التسویۃ بین وصی القاضی ووصی المیت فی نصب الوصی عنہما من غیر تقیید بعموم فی جانب وصی القاضی [2]

۲۶۵ ...طاوی ——— درِمختار میں ہے کہ قاضی اپنے مقرر کردہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اگرچہ وہ عادل ہو۔

---

[1] شامی ، ج ۵ ، ص ۴۵۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۳۴۷

امام طحطاوی فرماتے ہیں، تتمہ میں ہے کہ اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ یہ غیر مفید میں مشغولیت ہے۔

**اعلیٰحضرت** ——— مناسب ہے کہ متولیٔ اوقاف پر قیاس کرتے ہوئے فتویٰ دیا جائے اور وہ یہ کہ قاضی کو اپنے مقرر کردہ متولیٔ اوقاف کو بلا وجہ معزول کرنے کا حق نہیں جس طرح واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس دور کے قاضی قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

۲۶۶
**طحطاوی** ——— قرض کی ادائیگی سے قبل ترکہ قرض کے بدلے میں مرہون کے حکم میں ہے لہذا اس میں ورثاء کا تصرف نہیں نافذ ہوسکتا۔

**اعلیٰحضرت** ——— یعنی قرض خواہوں کی مرضی کے بغیر تصرف نہیں ہوسکتا اور اگر وہ رضامند ہوں تو جائز ہے، اسی طرح خانیہ اور حموی میں ہے۔

۲۶۷
**طحطاوی** ——— تنویر الابصار میں ہے کہ اگر اصحابِ فروض سے ترکہ بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو بقیہ ترکہ اصحابِ فروض کی طرف ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق لوٹایا جائے البتہ بیوی یا خاوند کی طرف نہ لوٹایا جائے۔

درِ مختار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا کہ زوجین کو بھی لوٹایا جائے، اسے مصنف وغیرہ نے بیان کیا اور میں (صاحب درّ) کہتا ہوں کہ الاختیار میں اس بات پر جزم ہے کہ یہ راوی کے وہم سے ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ مولیٰ عجم زادہ نے حاشیہ شرح سید علی السراجیہ میں اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی زوجین

کی طرف لوٹنے کا قول نہیں کیا۔

اس کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جب مثبت اور نافی کی خبروں میں تعارض پیدا ہو جائے تو مثبت کی خبر اولیٰ ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت —— امامِ طحطاوی کا "لیس بشیئ" کہنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ روایۃً ثبوت کی شان درایۃً ثبوت سے زیادہ ہے (اور یہاں روایۃً ثبوت نہیں ہے) اس لئے اگر ایسی کوئی روایت ثابت بھی ہو کہ ایک عورت مر گئی اور اس کا وارث اس کا خاوند ہی ہے، خاوند کو تمام مالِ وراثت دے دیا گیا تو اس واقعہ سے زوجین پر رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ واقعاتِ خارجیہ میں ہر قسم کا احتمال ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ خاوند اس عورت کا چچازاد ہو اور بقیہ مال اسے بصورتِ عصبیت ملا ہو، اسی بات پر "الاختیار" میں جزم کیا گیا ہے۔

---

تمام شد بقلم یکے از گدایانِ پیر سیال
شاہ محمد چشتی سیالوی، محلہ محمود پورہ، قصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ[1] ـــــ ولو كان من الوسم كما قال الكوفي الخ[1]

اقول ـــــ وتعدها الكوفية من باب القلب كادر فی ادور اينق فی انيق۔

قولہ[2] ـــــ واما كونه خاصا فلان الاولی الخ[2]

اقول ـــــ ولا يضر كونه خاصا عند قيام القرينة۔

قولہ[3] ـــــ وغيره خاص لمعنی بالمومن الخ[3]

اقول ـــــ يعنی اذا اطلق علی الله تبارك وتعالی۔

قولہ[4] ـــــ رحيم الدنيا ورحمٰن الاخرة الخ[4]

اقول ـــــ اقول والحق ان تغير اللفظ فی الحديث من قبيل التفنن والا فقد ورد فی الحديث رحمٰن الدنيا والاٰخرة ورحيمهما وهذا يرد المذهبين فاذا الصواب ما يستنظره۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص۴ سطر ۱

[2] ایضاً: ص۴، ج۱، سطر ۱۱

[3] ایضاً: ص۴ ـــ ص۵، سطر ۴

[4] ایضاً: ص۵ ـــ سطر ۵

ك١ أبهم - ذ

الاصل: فوفى - و - فعفى ١ وفق أصول الكتابة - ذ، ن

قوله[٥] ـــــ فتسن التسمية و اما المباح الخ ك١

اقول ـــــ قلت وهو الثابت بالحديث الذي ذكر فيه سيدنا عثمان رضی الله تعالیٰ عنه وجه عدم كتابة بسم الله فی اول البراءة کما لا يخفیٰ۔

قوله[٦] ـــــ هل توكل الاصح لا لكفره الخ ك٢

اقول ـــــ اقول هذا خلاف المعتمد ولا يعول عليه کما افاده الشامی عن السائحانی و بيناه فی الذبائح من فتاوٰنا

قوله[٧] ـــــ أبهم[ك١] المنادى تعظيماله ك٣

اقول ـــــ ومنهم من كرهه و الصواب الجواز للورود فی کثير من الاحادیث منها قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یامن ستر القبیح واظهر الجمیل وقوله صلی الله علیه وسلم یامن وعد فوفا واوعد فعفا الی غیر ذلك۔

قوله[٨] ـــــ کما قاله فی القنیة و ان استبعده الزیلعی ك٤

اقول ـــــ کما ان الاکتفاء عن حروف المد بالحرکات لغة قوم آخرین کما حکاه ایضا فی القنیة فالاولون یقولون فی اعوذ اعوذ والآخرون اعذ۔

---

ك١ حاشية الطحطاوی ، ج١ ، ص٥ ، سطر ٣٥ - ذ

ك٢ ایضاً : ص٦ ، السطر ٧ ، ذ

ك٣ ایضاً : ص٧ ، السطر ٢٣ - ذ

ك٤ ایضاً : ص١٢ ، السطر ٣٥ - ذ

۹
قوله ـــــ روی الخطیب فی تاریخہ عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفة الخ[1]
اقول ـــــ سامحنا اللہ تعالیٰ و ایاہ جمع فی کتابہ مثالب الامام
ومناقبہ واکثر من ایراد کلام الطاعنین والمادحین
وقد جوزی علی ما اورد من جہالات الذامین بالسہم
المصیب فی کبد الخطیب وھذہ الحکایة من ذٰلک
الباب غیر ان واضعہا ساق فیہا الکلام بحیث لا یکون
حکایة[2] فی الذم فاغتر بہ الامام الجلال السیوطی
فاوردہا فی المناقب وتبعہ ھٰذا السید غفر اللہ الجمیع
وکل من یرجع الی عقلہ یشہد بسخافتہا لخلقة مما[3] فیہا
من الرکاکة و سخف القول مما لا یرجی الا من السوقیة
العوام الانعام[4] دون العلماء الائمة الاعلام وکان
الزمان من خیر القرون ولم یکن الناس بلغوا من
الجہالة و[5] الضلالة الی ان یترکوا الحدیث[6] والقرآن
ویمنعوا الطالب عن طلبہما ومن اکبر شاہد علی

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۶ ، السطر ۲۵

[2] حکایة (مخطوطہ)

[3] عما ( " )

[4] الطعام ( " )

[5] الحیل لہ ( " )

[6] الحدیث ولی ( " )

بطلانہ ان الفقہ لم یکن یعرف عندھم مع حفظ[1] الفروع من کلام احد بل ھو الاجتہاد ولا امکان لہ الا بعد الاحاطۃ باحکام القرآن والحدیث ولا ادراک لہا الا باللغۃ[2] العربیۃ فقبح اللہ من وضعہا وانما غرضہ من ھذہ الدسیسۃ الخبیثۃ ان یوھم ان الامام لم یتعلم القرآن ولا الحدیث ولا العربیۃ وانما افتری[3] علی الشریعۃ برأیہ[4] فاحل ماشاء وحرم ماشاء وھذا لا یقول بہ من لہ حیاء او دین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[6]

**قولہ**[۱۰] ان العلم ببرکتہ حصل تصحیحہ[5]

**اقول** وقرر الغزالی فی الاحیاء من حال العلم الحقیقی بانہ لا تحصل الا اذا خلصت[6] النیۃ للہ تعالٰی ومایری لمن لم یخلصہا فلیس بالعلم الحقیقی الذی ھو علم

---

[1] سور (مخطوطہ)

[2] بالخوارع ( " )

[3] افتح ( " )

[4] مرآتیہ ( " )

[6] السہم المصیب فی کبد الخطیب (او فی رد الخطیب) مصنفہ عیسٰی بن ابی بکر الملک المعظم الایوبی الحنفی (م ۶۲۴ھ) کشف الظنون ج۲، ص ۱۰۱۰

[5] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۳۰ ) السطر ۱۸

الآخرۃ المرغب الی اللہ المزھد فیما سواہ۔ ھذا حاصل ما قالہ والتفصیل فیہ۔

قولہ [11] —— فھو کذب لا اصل لہ والتنجیم [1]

اقول —— ای نسبتہ الی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نعم ھو حق ثابت من سیدنا الامام جعفر الصادق رحمہ اللہ کما ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب اللدنیۃ

اقول ومن عرف علم الجفر علم ان لیس فیہ خطر ولا خطر الا من اعتقد الخیر والشر من غیر الخالق العلی الاکبر او ادعی علم الغیب بنفسہ وبھذا لا یثبت فی نفس العلم ضرر واللہ اعلم بحقائق الخیر۔

قولہ [12] —— ای الشیخ زین فی الاشباہ والنظائر [2]

اقول —— ونصہ ھکذا ص۳۹۰ الرجل لا یصیر محدثا کاملا الا ان یکتسب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وھذہ الرباعیات لا تتم الا باربع فی اربع فاذا تمت لہ کلھا ھانت علیہ اربع باربع فاذا صبر اکرمہ اللہ تعالی فی الدنیا باربع واثابہ فی الآخرۃ باربع الخ

قولہ [13] —— فیہ ان علیا مات قبل الثمانین [3] ۔ذ۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص۳۱، السطر ۲۷۔

[2] ایضاً ، ص۳۲، السطر ۲۱۔

[3] ایضاً ، ص۳۷ الثلاثین (مخطوطہ) السطر ۱۹

.ذ. قلت فی اصل المخطوطۃ وحاشیۃ السید الطحطاوی لفظۃ (الثلاثین) ۔ذ

اقول ـــــ الظاهر ان الباء فی بجدی زیادة من بعض النساخ او الرواة و انما الرواية ذهب ثابت جدی ۔

۱۴
قوله ـــــ صاحب الاشاعة الخ [۱]

اقول ـــــ السید محمد بن السید عبد الرسول البرزنجی المدنی الشافعی المتوفی ۱۱۰۳ھ رحمه اللہ تعالیٰ ۔

۱۵
قوله ـــــ فی تصنیف له شاع الخ [۲]

اقول ـــــ ای بالفارسیة کما فی الاشاعة المراد به الشیخ المجدد و ذکرہ فی مکتوب ۲۸۲ من الجلد الاول و اوله بموافقة احکام المسیح لاجتهاد ابی حنیفة فی المکتوب ۵۵ من الجلد الثانی ۔

۱۶
قوله ـــــ من کتاب انیس الجلساء الخ [۳]

اقول ـــــ لم یذکرہ فی کشف الظنون ولا یعرف هو ولا مؤلفه

۱۷
قوله ـــــ و کفی فیما اظهر [۴] (السطر ۱۴)

اقول ـــــ بالذی فی الاشاعة ص۱۳۶ فیما ظهر اھ و لو کان کما وقع ههنا لکان الاظهر کفی بما اظهر ۔

۱۸
قوله ـــــ ینسخ شرعه الخ [۵] (السطر ۱۷)

---

[۱] حاشیة الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۳۹ ، السطر ۳۳
[۲] ایضاً ج ۱ ـ ص ۳۹ ، السطر ۳۶
[۳] ایضاً ص ۴۱ ـ السطر الاول
[۴] ایضاً ملحوظة : الصحیح عندی ان حاشیة سیدی الفاضل البریلوی
[۵] ایضاً بقول السید الطحطاوی (وذهب ثابت بجدی الی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه) لا علی قوله (فیه ان علیاً الخ) کما لا یخفی ـ ذ. نقشبندی

اقول ـــــ ھٰذا من شنیع الزلات و العیاذ باللہ تعالٰی وانما معناہ انہ لانبی بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احد من العٰلمین ای لاتحدث النبوۃ لاحد سواء جاء بشرع موافق او مخالف اولا ولا فھذا ھو ایمان المسلمین۔

۱۹ قولہ ـــــ فیصدق فی دلیل علٰی ان عیسٰی علیہ السلام الخ [۱]

اقول ـــــ لایدل الا علٰی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم بان ابا ھریرۃ عدل ضابط مرضی فی القول۔

۲۰ قولہ ـــــ ثم رد ایضا قول القائل الخ [۲]

اقول ـــــ ای صاحب الاشاعۃ فان من ھٰھنا الٰی ھٰھنا الٰی اٰخر القولۃ کلامہ ببعض اختصار۔

۲۱ قولہ ـــــ ای تنقیص الانبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام فانا للہ و انا الیہ راجعون الخ [۳]

اقول ـــــ بعدہ فی الاشاعۃ ومن العجائب انہ وقع للقہستانی مع فضلہ وجلالتہ شیئ من ذٰلک فی شرح خطبۃ اقتفاء بہ [۴] ان عیسٰی علیہ الصلوٰۃ و السلام اذا نزل عمل بمذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکرہ

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱، ص ۱۸، السطر ۲۱، ۲۲

[۲] ایضاً ؛ ص ۱۸ السطر ۳۶، ۳۷

[۳] ایضاً ؛ ص ۴۲ السطر ۳۷

[۴] اقتفابۃ (مخطوطۃ)

فی الفصول الستة ولیت شعری ما الفصول الستة وما علی ہٰذا القول اھ

ثم بعدہ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون الخ

اقول الفصول الستة کتاب مشہور للامام الجلیل العارف باللّٰہ تعالٰی سید الخواجہ محمد پارسا قدس سرہ المتوفی ۸۲۲ھ ولو ان السید راجع کشف الظنون لوجدہا ولو عرفہا عرف مصنفہا العامل المکاشف یسأل عن الدلیل فان الکشف عیان والعیان غنی عن البیان ولیس المعنی علی التقلید حاش للّٰہ بل ان عملہ علیہ الصلٰوة والسلام بموافق مذہب الامام کما نقل السید آنفا عن الفتوحات ان لو رفعت تلک النازلة الٰی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم لحکم بحکم المہدی ومن الدلیل علیہ ما نقل فی رد المختار[عہ] عن العارف الشعرانی قدس سرہ۔

۲۲

قولہ ـــــ وکذا یقال فی الشبر یحرز لہ [۱]

اقول ـــــ الشیخ نفسہ نقل فی حاشیة مراقی الفلاح عن بعضہم یکون طول شبر مستعملہ لان الزائد یرکب علیہ الشیطان۔

۲۳

قولہ ـــــ قالوا فی المفہوم [۲]

[۱] حاشیة الطحطاوی، ج ۱، ص ۷۰ سطر ۹،

[۲] ایضاً : ص ۷۲ سطر ۲۵

[عہ] الصحیح رد المحتار لانہ یُرَدُّ علی الدر بخلاف الدر فانہ لا یُرَدُّ. ذکری ار الکوزی

[عہ] قلت واصل العبارة فی الطحطاوی ہکذا (وکذا القول فی الشبر کما مر) لو جود کونہ وعدم الزناء ۔ ن. ن

وعبارة مخطوطة الامام احمد رضا صحیحة و انا اقل قدس سہ ن. ن

اقول ـــــ ای بیان مفهوم قولہم ان الحدیث محمول علی الاعتقاد۔

۲۴
قولہ ـــــ لحاجۃ فلا بأس بہ [1]

اقول ـــــ فافادوا ان لو زاد بلاغرض فان فیہ باس۔

۲۵
قولہ ـــــ ولوکان کما ذکر لا تکرہ الزیادۃ مطلقا [2]

اقول ـــــ انہ لا بأس الا فی الاعتقاد۔

۲۶
قولہ ـــــ فی حقیقتہ ومجازہ [3]

اقول ـــــ اقول بل یحمل علی المعنی الاخیر وھو الذی حصل لہ الوضوء وھذا شامل للحی الذی توضأ نفسہ۔

۲۷
قولہ ـــــ ان الاولی (قولہ لما قالوا) [4]

اقول ـــــ انما رجح الکمال والسرخسی قولہما کما فی رد المحتار وانما تبع المحشی تحریفا وقع فی البحر۔

۲۸
قولہ ـــــ وفی الدرایۃ قول محمد الخ [5]

اقول ـــــ کذا فی الفتح لکن فی منحۃ الخالق ان فی الدرایۃ ذکر اولا قول ابی یوسف ثم قول محمد ثم قال والاول اصح۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۷۲، سطر ۲۶

[2] ایضاً : ص ۷۲ سطر ۲۷

[3] ایضاً ، ص ۷۲ سطر ۲۸

[4] ایضاً سطر ۲۵، ۲۶

[5] ایضاً سطر ۲۵

۲۹
قولہ ـــــ فهما قولان مصححان [1]

اقول ـــــ لكن الذى اختار الشارح ظاهر الرواية۔

۳۰
قولہ ـــــ من تصحيح الزيلعى فهو سهو [2]

اقول ـــــ اى لعدم النقض فى الصلوٰة مطلقا۔

۳۱
قولہ ـــــ ولو تيمما صلوٰة [3]

اقول ـــــ اقول هٰذا نسخ من الناسخ كما لا يخفى لانها صفة بطهارة صغرىٰ۔

۳۲
قولہ ـــــ عدم التألم فالحصر ممنوع [4]

اقول ـــــ الحصر واضح فانه لم يكن الامن علة وبروٴها لا يجعلها لم تكن۔

۳۳
قولہ ـــــ لانه ربما حصلت الشهوة الخ [5]

اقول ـــــ اقول كذا ذكره الزاهدى على ما فى حفظى والله تعالىٰ اعلم۔

۳۴
قولہ ـــــ ولم يذكر هٰذا المعنى الخ [6]

اقول ـــــ الى[7] ان المراد نفى الوجوب دون النهى۔

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج۱، ص ۷۹ سطر ۲۰
[2] ايضاً : ص ۸۱ سطر ۳۷
[3] ايضاً : ص ۸۳
[4] ايضاً : ص ۸۵ سطر ۱۴
[5] ايضاً : ص ۸۶ سطر ۳۳
[6] ايضاً : ص ۸۷ سطر ۳۶
[7] الصحيح درائى "حرف تفسير" كما فى الاصل المخطوط ص۵

عبارة الصحائف - من تصحيح الزيلعى لعله انما فهو سهو - ذ و الذى فى المخطوطة ص (۵) انما صحيح - ذ ن ا

تاطر فی الحکم. کما فی الاصل المخطوط ص (۶۱) - ذاکر اللہ نقشبندی جلال آبادی

۳۵ قولہ ــــ والشلبی وغیرھا الخ[۱]

اقول ــــ لکن فی الفتح بلفظ لا یجب۔

۳۶ قولہ ــــ ای فی فخذہ او ثوبہ کذا فی البحر[۲]

اقول ــــ او فی احلیلہ کما فی المنیۃ والخانیۃ۔

۳۷ قولہ ــــ فی کلام الشارح الخ[۳]

اقول ــــ لان المحذوف ھو التذکر وفیہ الغسل وان علم انہ مذی۔

۳۸ قولہ ــــ ان فی مفہوم المستیقظ تفصیلا الخ[۴]

اقول ــــ ای مفہومہ المخالف وھو السکران والمغمی علیہ تفصیلا فیجب فی المنی دون المذی بخلاف المستیقظ حیث یجب علیہ بھما۔

۳۹ قولہ ــــ وھو ایضا متعلق بکلام[۵]

اقول ــــ ای مثل قولہ الا اذا علم کما تقدم۔

۴۰ قولہ ــــ ولم یذکر ما اذا کان الخلاف الخ[۶]

اقول ــــ اقول فنسم الی مباین فای اذ فی جمیع الاوصاف

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۱، ص ۸۸ سطر ۳۷

[۲] ایضاً : ص ۹۲ ″ ۲۷

[۳] ایضاً : ص ۹۴ ــــ ص ۹۲ و ۹۴ خطأ ر ذ ″ ۳۴

[۴] ایضاً : ص ۹۲ سطر ۳۰

[۵] ایضاً : ص ۹۳ ″ ۱۱

[۶] ایضاً : ص ۱۰۳ ″ ۲۵

وموافق ومماثل الی جمیعها فبقی الموافق بمعنی ما یوافق فی بعضها وھو یشمل الوصف او الوصفین ولم یفصل بینھما کما فعل الزیلعی ومتابعوہ لاتحاد الحکم وھو حصول الغلبۃ بتغییر احد الاوصاف فلم یعد شیئاً وھو من لطائف اجمالہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

۱۸۱ قولہ ـــــ وذلک نصف ذراع وسدس ثمن لہ

اقول ـــــ ثم ظہر ان ھھنا سقطا واصل العبارۃ مثل ان یقول وذلک نصف ذراع ونصف ثمن ذراع وثلثۃ سبعۃ وسبعون ذراعا وستمائۃ واحد وخمسون جزءًا من الف ومائتین وخمسین جزءًا من ذراع وذلک نصف ذراع وسدس ثمن ذراع۔

۱۸۲ قولہ ـــــ والشارح جری علی ما نصہ محمد ۲ہ

اقول ـــــ بل الظاھر انہ جری علی الفرق بالقطعیۃ والظنیۃ وکل مجتہد فیہ لا قطع بہ واللہ اعلم۔

۱۸۳ قولہ ـــــ کما فی البحر والذی یظہر ان ذلک لکونہما ۳ہ

اقول ـــــ اقول بل لان الماء لا یحمل الخبث اذا بلغ القلتین عند الشافعیۃ ومطلقا عند الظاھریۃ۔

---

لہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۱۰۸ السطر الرابع

۲ہ ایضاً : ص ۱۱۱ // ۲۱

۳ہ ایضاً : ص ۱۱۹ // الرابع

٢٤ قوله ــــــ وقتها عند الضرب كما فى نور الايضاح الخ [1]

اقول ــــــ يأتى الكلام فيما اذا نوى بعد الضرب عند قوله ضربتين۔

٢٥ قوله ــــــ لا وجه للتفريع الخ [2]

اقول ــــــ ليس تفريعا بل تعليل لتعميم النفى المستفاد من قوله فى محالها فان الذى تجوز حالة الضرب التراب عليها لا بهما كذا فى الفتح والبحر۔

٢٦ قوله ــــــ يضرب ثلاثا للوجه الخ فقد مر عند قوله بضربتين ولو من غيره ما يخالفه [3]

اقول ــــــ ولعل الوجه فيه ان الغير اذا يمم فالعادة ان يمسح كلا من يديه بكلتا يديه فاذا مسح اليمنى بالضربة الثانية فكان صار التراب مستعملا فيحتاج لليسرى الى ضربة ثالثة وهو الفرق بين المتيمم والميمم فافهم والله تعالٰى اعلم۔

٢٧ قوله ــــــ ويفعلها وصورها بعض [4]

اقول ــــــ ثم يتوضأ يصلى الفرض فى وقت الظهر۔

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج ١ ، ص ١٢٢ السطر ٣٤

[2] ايضاً : ص ١٢٨ السطر ٢٤

[3] ايضاً : السطر الاول لكن العبارة من الدر المختار لا من شرحه ومزيلة

[4] ايضاً : ص ١٢٩ السطر ٢٣

قولہ ۴۸ ——— ان عدم صحۃ الصلوٰۃ بہ متفق علیہ [1]

اقول ——— عند ابی یوسف یصح و تجوز الصلوٰۃ بہ عندہ کما صرح بہ فی البحر۔

قولہ ۴۹ ——— وفیہ انہ حیث کان المشترک الخ [2]

اقول ——— فیہ ان الحکم لعلہ مبنی علی الدلیل الثالث من عدم جریان المسامحۃ من المیت فلا یجری فی المباح۔

قولہ ۵۰ ——— لان التراب لا یوصف الخ [3]

اقول ——— التراب لا یوصف بالاستعمال و نازعہ الشامی مستندا للنھر و الحلیۃ و الغنیۃ وقرر ان ما علق بیدہ ومسح بہ یصیر مستعملا لا المحل الذی تیمم منہ حققنا بتوفیق اللہ تعالٰی ان الصواب ھو الاطلاق راجع فتاوٰنا۔

قولہ ۵۱ ——— لا محدثا سواء کان ذلک الخ [4]

اقول ——— بحدث اصغر وان کان کل جنب محدثا وبہ یجاب عن النظر الآتی۔

قولہ ۵۲ ——— ھل یعد قادرا الخ [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۱۳۰ السطر ۲۶

[2] ایضاً : ص ۱۳۳ // ۳۸

[3] ایضاً الصحیفۃ ۱۳۳ السطر ۳۹

[4] ایضاً : ص ۱۳۴ // ۱۴

[5] ایضاً : ص ۱۳۵ ۳۴،۳۳

ص ۳۳

قول ـــ قال الامام لا وقالا نعم و فى رد المحتار فى صلٰوة المريض مايفيد ان هذا القول من الامام غير مطرد عنده بل مخصوص ببعض المواضع۔

قوله٥٣ ـــ خمس عشرة درجة الخ [1]

اقول ـــ اى مع مسيرة[2] الشمس فى ساعة بسيرها الوسط وهو ب[3] ق مطالب لم۔ قوله٥٥

قوله٥٤ ـــ هل الامر لابن سبع وهل الوجوب بالمعنى [4]

اقول ـــ استظهر ش ان نعم بدليل الامر اى والاصل فى

م استظهر ش الاول لظنية الحديث۔ م اقول٥٥ كذا فى الاصل المخطوط

قوله٥٦ ـــ الوقت المكروه فى الظهر الخ [5]

اقول ـــ سيأتى ص١٧٩ عن البحر ان وقت الظهر لا كراهة فيه وهو الاوجه كما حققت على هامش رد المحتار۔

قوله٥٧ ـــ فان نص صاحب الملتقى والقهستانى بالكراهة [6]

---

[1] حاشية الطحطاوى، ج١، ص١٤٦ السطر ٢٤

[2] تيرة (مخطوطه)

[3] ب× ( " )

[4] حاشية الطحطاوى، ج١، ص١٦٩ ٣٨

[5] ايضاً : ص١٧٧ السطر ٣١

[6] ايضاً : ص١٨٥ " ٢١

[4] واصل العبارة هكذا: والظر هل الامر لابن سبع واجب كالضرب لابن عشر وهل الوجوب بالمعنى المصطلح عليه او بمعنى الافتراض۔

ـه (والمؤذن ليقيم قعد الى قيام الامام) ذو عبارة المخطوطة صحيحة ـ ذ

اقول ـــــ اى ملتقى الابحر وهو المتن الجامع للمتون الاربعة المعتمد عليها صنفه الامام العلامة ابراهيم بن محمد الحلبى صاحب شرحى المنية الكبير والصغير

قوله ۵۸ وأفاد بلابأس ان الاولى عدمه [١]

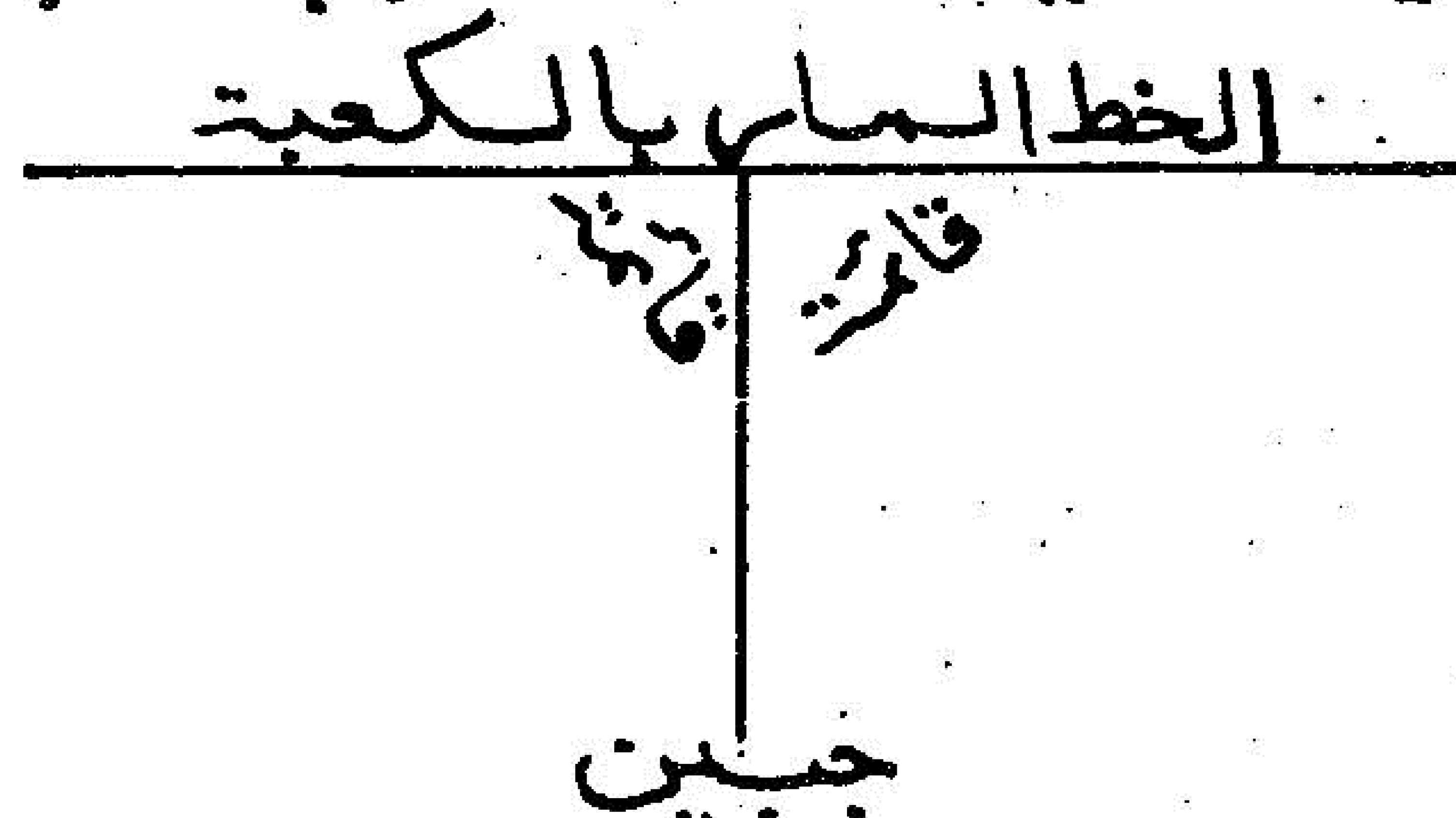
اقول ـــــ ليس كذلك بل هو الافضل كما فى رد المحتار عن خزائن الاسرار عن امالى الامام قاضى خان فلا بأس لنفى البأس المتوهم بل سيأتى نقله للمحشى عن البحر.

قوله ۵۹ ـــــ يقيم قعد الى قيام الامام الخ [٢]

اقول ـــــ ويكره انتظاره قائما هنديه فليحفظ.

قوله ۶۰ ـــــ قلت وهذه صورته [٣]

اقول ـــــ قد يقال ليس كما فهمه بل المراد بالخط الم بالكعبة المار بها من جنبيها يمينا ويسارا او بالقائمتين الزاويتين الحاذتين عن جنبي الخط الخارج من جبين المصلى حين تلاقيه للخط المار بالكعبة وهذه صورته




ـه والعبارة الصحيحة فى شرح الهدى هكذا (وأفاد بلابأس أن الاولى عدمه) والنسخة المخطوطة ترى كانت «فلا» موضع «بلا»

---

[١] حاشية الطحطاوى، ج ١، ص ١٨٨ السطر: ١٥، ١٦

[٢] حاشية الدر المختار على تنوير الابصار بحواله حاشية الطحطاوى ج ١، ص ١٨٩/١٢

[٣] حاشية الطحطاوى، ج ١، ص ١٩٧ السطر ٣١

ـــه العبارة الصحيحة في شرح الدر والمخطوطة الرضوية: قيل في التحريمة

هذا على ما فهم العلامة الشامي وحمل هذا التصوير من الدر على بيان المسافة تحقيقا كما ذكرنا على هامشه والاقرب بل الاصوب عندي ان كليهما لبيان التوجيه التقريبي وان المراد بالجبين معناه الحقيقي وهو طرف الجبهة وهما جبينان كما في القاموس وراد المحتار ايضا فاذن تكون صورة هي التي ذكر العلامة ط كما قررنا.

٦٠ قوله ــــ يلتقيان الى الدماغ [1] ٦١

قول ــــ صواب كما في الدرر.

٦١ قوله ــــ وانظر هل يقال فيه ما يقال في التحريمة الخ [2]ـــه ٦٢

قول ــــ اقول رحمك الله ذهلت عن المسائل الاثني عشرية وقد نص في الحلية عن البدائع ان القعدة الاخيرة يشترط لها ما يشترط لسائر الاركان.

٦٢ قوله ــــ كما يأتي قريبا الخ [3] ٦٣

قول ــــ الآتي ايضا غير مستند الى نقل والذي حقق الشامي هو استنان المتابعة في السنة وهو الاقرب نعم صرح في الاركان الاربعة بوجوب المتابعة في كل مشروع.

٦٣ قوله ــــ فهي واجبة مطلقا الخ [4] ٦٤

---

[1] حاشية الطحطاوي، ج ١، ص ١٩٧ السطر ٣٣

[2] ايضا : ص ٢٠٣ // ٣١

[3] ايضا : ~~ص~~ ص ٢١١ السطر العاشر

[4] ايضا : ص ٢١١ السطر الثاني عشر

وفي المخطوطة الرضوية (فهي واجبة قطعا) و هي صحيحة كما في شرح الدر

ﻪ اصل عبارة الطحطاوی: کما صرح به[۲۴] السغدی) لکنه مکتوب بشما جائے بالسغد واذا تفکرته وجدته السندی - ذ

**اقول** ـــــ اقول بل تجب انما الواجب عدم التاخیر بمعنی ان لایقع فعله بعد فراغ الامام عن ذٰلك الفعل اما القرأن فسنة کما حققه الشامی ۔

۶۵/ **قوله**[۶۴] ـــــ فالظاهر موافقة الاول فی الاعادة [۱]

**اقول** ـــــ اقول کیف هٰذا لمعران فی الغنیة بعده ولوخافت بأیة او اکثر یتمها جهرا ولایعید کما فی رد المحتار ۔

۶۶/ **قوله**[۶۵] ـــــ کما صرح به[۲۵] العضدی فی رسالته المسماة الخ [۲]

**اقول** ـــــ الظاهر انه السندی بالنون قال ش قال کثیر من المشائخ ان کان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز والا فلا ذکره السندی رحمه الله ۔

۶۷/ **قوله**[۶۶] ـــــ ای وقبل الصلوٰة [۳]

**اقول** ـــــ اقول هٰذه العنایة بعیدة الغایة وقد قال فی المجتبی والبحر والهندیة مثل ما فی المتن ونص البحر قید المعذور فی المجتبی بان یقارن الوضوء الحدث او یطرؤ علیه للاحتراز عما اذا توضأ علی الانقطاع وصلی کذٰلك فانه یصح الاقتداء لانه فی حکم الطاهر[۴] اه ولفظ

---

[۱] حاشیة الطحطاوی، ج ۱، ص ۲۳۲ السطر ۵، ۶

[۲] ایضاً : ص ۲۳۹ // ۳۸

[۳] ایضاً : ص ۲۳۹ // ۲۴

[۴] بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۶۰

[۵] والعبارة الرضویة: السغدی ۔ ذ

الهندیۃ لایصلی الطاھر خلف من بہ سلسل البول انہ اذا قارن الوضوء الحدث او طرؤ علیہ ھکذا فی الزاھدی [۱]
ومعلوم نصا ان من توضأ علی الانقطاع ثم عادہ فی الوقت فان وضوئہ وضوء معذور سواء عاد قبل الصلوٰۃ او بعدھا حتی لاینتقض بہ وینتقض بخروج الوقت کما نصوا علیہ جمیعا فمن توضأ علی الانقطاع وصلی علیہ ثم عادہ فی الوقت یستحیل ان تکون صلوتہ صلاۃ کاملۃ [۲] لانہا لاتتأدی [۳] بوضوء عذر فکیف یصح اقتداء الصحیح بہ الاتری ان طہارۃ الصحیح طہارۃ مطلقۃ وطہارۃ من توضأ علی الانقطاع ثم عادہ فی الوقت ولو بعد الصلوٰۃ طہارۃ موقتۃ بحیث تبطل بخروج الوقت فکیف یصح بناء القوی علی الضعیف ولا یغرنک انہ اذا توضأ علی الانقطاع وصلی علیہ نعلم قطعا انہ صلی بطہارۃ سالمۃ عن المنافی فینبغی صحۃ اقتداء الصحیح بہ لما علمت انہ دون سالمۃ [۴] ولانہا موقتۃ [۵] فہی طہارۃ ضعیفۃ لاجل

---

[۱] فتاوی ہندیہ، ج ۱، ص ۸۴ (بیان من یصلح اماما لغیرہ)

[۲] کاملۃ (مخطوطہ)

[۳] تتاعوی ( " )

[۴] انہادون سلمت (مخطوطہ).

[۵] معتامنا (مخطوطہ)

التاقت وايضا لانسلم عدم المنافی فان الانقطاع الناقص کالطهر المتخلل[1] لایمنع اتصال الدم بل هو دم متوال[2] کما فی الحائض کما نص علیه فی البحر عن السراج الوهاج فکما ان الحائض لاصلوٰۃ لها فی الطهر الناقص کذلک المعذور لاامامة له فی الانقطاع الناقص وهو مفاد اطلاق المتون والشروح منع اقتداء صحیح بمعذور نعم ان توضأ علی الانقطاع ودام الی خروج الوقت کان وضوء هذا کوضوء الاصحاء وان لم یخرج هو من العذر ان عاده فی الوقت الثانی ولذا لایبطل بخروج الوقت ویبطل بالسیلان بعده کما نصوا علیه قاطبة[3] فان قلنا بجواز الاقتداء بمن شانه هذا لایتجه[4] لان وضوء لما کان وضوء المعذور[5] فکذا الصلوٰۃ هذا ما ظهر للعبد الضعیف فلیحرر فان المحشی رحمه الله تعالٰی لم یستند لنقل وقضیة الدلائل ما تری والله تعالٰی اعلم ثم رأیت فی حواشیه علی مراقی الفلاح (لایصح اقتداء غیره به) ای اذا

---

[1] متخلص (مخطوطه)

[2] متبدل ( " )

[3] فالحق ( " )

[4] لاتجه ( " )

[5] وضوء العفو ( " )

توضأ ثم العذر او طرأ علیہ بعدہ اما اذا توضأ وصلی خالیا
عنہ کان فی حکم الصحیح۔ وقد تبع فیہ السید الازہری
باللفظ لفظ غیراتہ قال کان فی حکم الطاہر وھذا
صحیح وان کان یوھم ظاھر قولھما خالیا عنہ ما وقع ھٰھنا
من ذٰلک لانہما اُطلق فی الطریان بعدہ فشمل ما اذا طرأ
بعد الصلوٰۃ وان کان یجب تقییدہ بحصولہ فی الوقت
وقولھما خالیا عنہ لایکون خالیا الا ان لا یعود فی الوقت
کما علمت وقد افاد الصواب الصحیح قولھما کان فی
حکم الصحیح فلا یکون فی حکمہ قط اذا عاد فی الوقت
والظاھر انہ شبہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی بقول الماتن توضأ
علی الانقطاع وصلی کذٰلک فحسب ان بہ کفایۃ ولیس
کذلک فان المراد للانقطاع المعتبر وھو تام مستوعب
وقتا کاملا ولا یراد ھنا لان بہ یخرج عن العذر والکلام
فی قدرۃ المعذور وناقص وھو المستمر الی خروج
الوقت لا یخرج بہ عن العذر لکن الوضوء فیہ کوضوء
صحیح حتی لا ینتقض بخروج الوقت فیا المراد ھٰھنا
لانہ ضعیف فی الوقت ھنیئۃ ثم یعود فانہ لیس من
الانقطاع فی شیئ ثم قد علمت ان المتون والشروح
والفتاوٰی قاطبۃ علی اطلاق المنع وانما ابدی ھذا

---

منیر (مخطوطہ)

التقييد الزاهدی ولیس فی کلامہ علی ما نقل فی الھندیة الا التقیید بالقرون او الطیران وقد ارسلہ ارسالا فشمل الطرد و بعد الصلوٰة والمصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لتعود بادخال مسائل الزاھدی فی المتن وانما المتن لظاھر المذھب واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۸ **قولہ** ۶۷ — منفردا فاسدة علی الظاھر الخ [1]

**اقول** — اقول ای اذا امکنہ الاقتداء والا فلا تکلف نفس الا وسعھا ومعلوم ان لاحد لاجتھادہ بل امر بہ دائما فھذا الحکم مستفاد من قول الشارح لاتصح صلاتہ ان امکنہ الاقتداء۔

۶۹ **قولہ** ۶۸ — والقاضی ابو القاسم [2]

**اقول** — الذی فی البزازیة وھنا ایضا فی الھندیة ابو عاصم

۷۰ **قولہ** ۶۹ — مخالف لما فی البحر [3]

**اقول** — فانھما تکلما فی الوضع علی کتفین ولا شک ان ارسل جانبیہ کرہ مطلقا سواء کان موضوعا علی کتفین او احدھما وانما کلام الشارح فی جانب الثوب فلذا ارسل کرہ ان ارسل احدھما من الکتفین والآخر معطوف علی الکتف الآخر لم یکرہ فاین ھذا مما فھما رحمھما تعالیٰ ورحمنا بھما آمین۔

۷۰۔ لیس مراده ما فهم العلامة الشامی

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۲۵۱ ، السطر الرابع

[2] ایضاً : ص ۲۶۷ ، ۳۰

[3] ایضاً

**٤١ قوله** ـــــ فی قنوت سقط عنہ الواجب الخ [عه] [١] ٧١

**اقول** ـــــ اقول لا کلام فی سقوط الواجب انما الکلام فی انہ ماذا ینبغی لہ ان یفعل ھل القنوت المختار فی مذھبہ تبعا لمذھبہ ام قنوت الامام بالنظر الی متابعتہ وجوابہ ما قررہ الشیخ عبد الحی الشرنبلانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ۔

**٤٢ قوله** ـــــ وقد یقال ان طول القیام [٢]

**اقول** ـــــ اقول القعود بعدہ اشد منہ فی عدم المشروعیۃ فانہ غیر مشروع اصلا ووصفا بخلاف طول القیام۔

**٤٣ قوله** ـــــ فقط والذی یظھر لی [٣]

**اقول** ـــــ فیہ ما فیہ کما یظھر للرجوع الی کتب الحدیث وسیأتی فی اٰخر ھٰذہ القولۃ وکانہ اراد المواظبۃ کما سیأتی۔

**٤٤ قوله** ـــــ وقال بعض الفضلاء [٤]

**اقول** ـــــ اراد العلامۃ ابراھیم الحلبی والعلامۃ الشرنبلالی فانھما قالاہ فی الغنیۃ والمراقی۔

**٤٥ قوله** ـــــ فی نور الایضاح [٥]

---

[١] حاشیۃ الطحطاوی، ج ١، ص ٢٨١ سطر ١٧

[٢] ایضاً ج ١ ص ٢٨١ سطر ٢٥

[٣] ایضاً : ص ٢٨٣، السطر ٩

[٤] ایضاً : ص ٢٨٣، السطر ١٤

[٥] ایضاً ص ٢٨٣ السطر ٢٠

وهناك خطأ ثالث وهو تأخير العبارة عن محلها الاصلي - ذ ن



**اقول** ـــــ ومثله فى الخلاصة وغيرها۔

**قوله**[٧٦] ـــــ وان نص لزمه اتفاقا[١]

**اقول** ـــــ لايجب القيام فى النفل السنن ومن مالم ينص

قلت والمسألة فيها الخلاف۔

**قوله**[٧٧] ـــــ وصلوٰة القوم فاسدة[٢]

**اقول** ـــــ لان بين كل دابة ودابة فصلا يمنع الاقتداء۔

**قوله**[٧٩] ـــــ فان المخالفة فيه[٣]

**اقول** ـــــ اقول ليس هذا مخالفة فى التشهد بل بالتشهد

فى السلام بل فى الخروج بصنعه قائما يصح هذا القول

من الدر على قول من لايقول بافتراضه والله تعالٰى اعلم۔

**قوله**[٨٠] ـــــ لكن تعليل الشرح يعم المفرد[٤]

**اقول** ـــــ اعتراض على الشارح حيث علل بما يعم المفرد ثم

فرع بخلافه وقد اجاب عنه رد المحتار بوجه حسن۔

**قوله**[٧٩] ـــــ لان النبي بتبع للتراويح [٥] ٨١

**اقول** ـــــ اجاب عنه ش بانه وان كان اصلا جماعة تبع۔

---

[١] حاشية الطحطاوى ، ج ١ ، ص ٢٩٣ السطر السادس

[٢] ايضاً ج ١ ، ص ٢٩٣ ، السطر ٢٩

[٣] ايضاً : ص ٢٨٢ ملحوظة: يجب ان تكتب العبارة قبل قوله رو الذى يظهر لى - ذ

[٤] ايضاً : ص ٢٩٧ السطر ١٨

[٥] ايضاً ج ١/٢٩٧ - السطر ١٩ ، ٢٠

العنوان الصحيح هي: الان الخالفة فيما هو من الاركان والشرائط المفسدة - آه الدر المختار على هامش الطحطاوي ج ١ ص ٢٨٢).

وفقنا خطأ المخرج في أمرين: ١- في عزوه ما بين المشيرة الى الحاشية و ٢- في رقم الصفحة وقد صححناها مثلا من المخطوط الرضوي

سه اللام زائدة و الصحیح « و فی مختصر البحر » کما فی الشرح والنسخة الرضویة المخطوطة ـ ذ، ن

قوله ۸۰ ـــ ولا للعشاء عند الامام له

قول ـــ هذا قد یوهم جواز الوتر بجماعة و لو لم یصل الفرض بها وهو خلاف المنصوص علیه فی شرح النقایة والغنیة وغیرهما وتمام تحقیق المسألة فی فتاوٰنا ـ

قوله ۸۱ ـــ متعلق بالاخیر فقط انتہی حلبی ٢ه

قول ـــ قلت وان علق بالدرس والوعظ والحاج جمیعا سقطت الابحاث المورودة ـ

قوله ۸۲ ـــ و فی المختصر البحر ۳ه

قول ـــ لیس هو البحر الرائق فانه نقل عن الامام الزیلعی المقدم بکثیر علی صاحب البحر ـ

قوله ۸۳ ـــ و یلزم علیه ان مسافة السفر ٤ه

قول ـــ لقد احسن الجواب عن العلامة الشامی فراجعه ـ

قوله ۸۴ ـــ ان نهارها اطول من لیلها ٥ه

قول ـــ کلما کان النهار اطول فی الصیف کان اقصر بقدره فی الشتاء لابد من ذلک فی کل موضع و اقتصارهم فی

---

له حاشیة الطحطاوی ، ج ا ، ص ۲۹۷ السطر ۲۰

٢ه ایضاً : ص ۲۹۹ ، السطر ۳۱

٣ه ایضاً : ص ۳۲۲ السطر الخامس ـ

٤ه ایضاً : ص ۳۳۱ السطر ٦

٥ه ایضاً : ج ۱ / ۳۳۱ ، السطر ۷

له الضعیف ( مخطوطه )

الاوقات علیٰ ذکر انہار الاطول فی حق العشاء حیث یطلع الفجر قبل غروب الشفق اما انہار الاقصر فلا بد فیہ زوال وبلوغ مثل ومثلین وان کان النہار قصیرا جدا کما لا یخفی۔

۸۷ **قولہ** ــــــ افادہ الشیخ زین [1]

**اقول** ــــــ ھو ماخوذ من البدائع

۸۸ **قولہ** ــــــ بحث فیہ بان العلۃ فی القصر [2]

**اقول** ــــــ الباحث الامام ابن الہمام۔

۸۹ **قولہ** ــــــ وھو بحث قوی [3]

**اقول** ــــــ وباللہ التوفیق یظہر للفقیر الضعیف ان البحث لیس بشیئ والدلیل تام فان الشارع تبارک وتعالیٰ انما رخص بالقصر والفطر لعلۃ المشقۃ واعتبر المشقۃ سیر ثلاثۃ ایام بلیالیہا فعلۃ الرخصۃ حقیقۃ بعد استکمال سیر ھٰذہ المدۃ اذ بہ تحقیق المشقۃ الجالبۃ للرحمۃ الالٰہیۃ الموجبۃ للتخفیف ولا مشقۃ فی مجرد مفارقۃ البیوت وبھٰذہ النیۃ ولٰکن الرخصۃ للتخفیف حال اقبال المشقۃ لا بعد اکمالہا فان من امر تحمل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج۱، ص ۳۳۱ السطر السادس عشر

[2] ایضاً : ص ۳۳۲ ، السطر ۱۹

[3] ایضاً ج۱/۳۳۲ ، ۲۱

[1] قلت هذہ العبارۃ متاخرۃ من التی بعدھا کما فی شرح الدر للطحطاوی ۱۲

اثقال فی الحضر ثم امرت بالسفر فارادت التخفیف عنہ فانما یکون ھذا بان تضع عنہ بعض الاثقال حین اخذہ فی السفر لا ان تضعھا بعد ما اتمہ فلذلک یثبت الحکم بمجرد المفارقۃ بھذا القصد ثم اذا لم یبلغ مدۃ اعتبرھا الشارع للمشقۃ واراد الرجوع تبین ان لم یکن ھنالک مشقۃ مرخصۃ فعادت علیہ الاثقال التی کانت وضعت عنہ لمظنۃ المشقۃ ھذا ما ظھرلی واللہ تعالٰی اعلم۔

۹۱/۱

**قولہ** ــــ لان البرکۃ تنزل علی المتقدم [2]

**اقول** ــــ علی الامام اولا ثم من بحذائہ من الصف المتقدم ثم من عن یمینہ منہ ثم من عن یسارہ منہ فاذا تم الصف الاول نزلت علی من بعدہ بالترتیب المذکور فیتقدم الوسط ثم الیمین ثم الیسار وھکذا الی اٰخر الصفوف۔

۹۰/۱

**قولہ** ــــ وذکر انہ ما یبدئ بشیئ [3]

**اقول** ــــ قلت وروی حدیثا۔

**قولہ** ــــ ان الکراھۃ تنزیھیۃ [3]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۱ ، ص ۳۴۹ ، السطر ۳۹

[2] ایضاً ج ۱/ ۳۴۹ ، ۳۸

[3] ایضاً : ص ۳۵۵ س ۲۳

اقول ـــــ قلت قد يطلق الجواز على ما يقابل الواجب فيشمل المكروه تحريما و ههنا الامر كذلك۔

۹۳
قوله ـــــ فيكره ان يجتمع جمعهم الى جمع المسلمين [2]

اقول ـــــ هذا فى غير حاجة او مصلحة والا فقد صرحوا بجواز عيادة الذمى بالاجماع بل يجوز للمسلم دخول دار الحرب للتجارة۔

۹۴
قوله ـــــ ذكره القرطبى فى تذكرته [3]

اقول ـــــ قلت و فى الفاظه ما يلوح عليه اثار ركيت و ذيت۔

۹۵
قوله ـــــ وعنده للنهى ومن هذا يعلم [4]

اقول ـــــ اى عليه او اليه بلا حائل اذا كان فى موقع النظر لمن يصلى صلوٰة الخاشعين وكذا جنبه ايضا اذا كان هناك قبر تحته او تجانبه اما اذا خلا عن كل ذلك وصلى بجنب قبر فلا بأس ولم يرو نهى عنه وان فعل ذلك بقبر صالح رجاء ان تعود بركته اليه كان حسنا كما حققناه فى فتاوٰنا والله تعالى اعلم۔

۹۶
قوله ـــــ وهو ظاهر العدالة [5]

---

[1] الفاسين (مخطوطه) ★

[2] حاشية الطحطاوى ، ج۱ ، ص ۳۶۰ س ۲۳

[3] ايضاً : ص ۳۸۳ س ۲۵

[4] ايضاً : ج۱/۳۸۳ س ۳۱

[5] ايضاً : ص ۴۴۶ س ـ ۱۲

له قد اخطأ الناسخ فی أمرین الاول انه کتب یماثلها موضع یا تلها الثانی أنه کتبها علی التی الامام احمد رضا قدس سره مع ان الامام فتصحح لخطأ النسخة حیث ترك حرف النفی فیها والعبارة الصحیحة فی النسخة المصریة المطبوعة من شرح الدر هی هذه: من لم یجد ما تلها ١ھ. ذ.ن.

**اقول** ـــــ ای عد التظاهرة معلوم منه کما هو المذهب لان من لبسته وصورته لا یری فیهما مخالفة للشرع فان هذا شان المستور۔

٩٧/٩٧

**قوله** ـــــ علی من یماثلها ٢

**اقول** ـــــ لعله سقط بعد من لفظة لا او قبله لفظه غیر۔

٩٨

**قوله** ـــــ او الدخان ٣

**اقول** ـــــ او النجاسة او الندی او النصاب۔

٩٩

**قوله** ـــــ ای لا قاضی ولا والی (هندیه) ٤

**اقول** ـــــ قلت ویشمل العالم فان العلماء ولا ة حیث لا ولاة یجب علی المسلمین الرجوع الیهم وطاعة امرهم کمثل الولاة فان کثر فان من فیهم اعلم کان هو الوالی والا اقترعوا نص علی کل ذلك فی الحدیقة الندیة ٥ ☆ ؟

١٠٠

**قوله** ـــــ بلا بأس للناس ٦

**اقول** ـــــ وهکذا فی الخانیة والخلاصة والفتح وجواهر الاخلاطی

---

له لبسته (مخطوطه) وهو الصحیح لان المراد الملباس والوضع الظاهری. ذ.ن.

٢ حاشیة الطحطاوی ، ج١ ، ص ٢٤٦ س ٢٩

٣ ایضاً ج١/ ص ٤٤٦ ، س ٣٣

٤ ایضاً ج١/ ٤٤٦ ، س ٣٩

٥

٦ حاشیة الطحطاوی ج١ ، ص ٢٤٧ ، س ٢

لہ الصحیح بدون کما فی المخطوطۃ و شرح الدر للطحطاوی ذ وغیرھا۔

۱۰۱ **قولہ** ــــ بذلک اھ حلبی لہ

**اقول** ــــ اقول بل معناہ انہ ینصب نائبا عنہ ثم لیشھد ھو بنفسہ عند نائبہ۔

۱۰۲ **قولہ** ــــ فی الفطر بسبب ۲ لہ

**اقول** ــــ ای اصباحھم مفطرین اول رمضان۔

۱۰۳ **قولہ** ــــ وشھدوا عند قاضی ۳ لہ

**اقول** ــــ بھلال رمضان۔

۱۰۴ **قولہ** ــــ فصاموا وتبعھم ۴ لہ وتبعھم

**اقول** ــــ کما حکم الشرع ان من رأی ھلال رمضان صام وان رد قولہ۔

۱۰۵ **قولہ** ــــ جمع کثیر علی الصوم ۵ لہ

**اقول** ــــ واساءوا ان لم یکونوا رأوا بانفسھم۔

۱۰۶ **قولہ** ــــ وامرھوا الناس ۶ لہ

---

لہ حاشیہ طحطاوی ، ج ۱، ص ۴۴۷ س ۶

۲ لہ ایضاً ، ج ۱/ ۴۴۷ ، س ۳۸

۳ لہ ایضاً ج ۱/ ۴۴۷ ، س ۳۸

۴ لہ ایضاً ج ۱/ ۴۴۷ ، س ۳۹

۵ لہ ایضاً ج ۱/ ۴۴۷ ، س ۳۹

۶ لہ ایضاً ج ۱/ ۴۴۷ ، س ۳۹

تنبیہ: الصحیح "شھدوا" ولا واو قبلہ کما فی الحاشیۃ ذ

اقول ـــــ ای القاضی وقد اصاب عملا بظاہر الروایۃ۔

۱۰۵ قولہ ـــــ او الفطر واہل المشرق [1]

اقول ـــــ عمم ھھنا ھلال الفطر وقال فی الطریق الموجب او یستفیض الخبر فافاد ان ھلال الفطر ایضا یثبت بالاستفاضۃ قلت فکذا سائر الاھلۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۰۶ قولہ ـــــ فی شرح الملتقٰی [2]

اقول ـــــ لعلہ اراد بہ سکب الانہر کما نص علیہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح۔

۱۰۷ قولہ ـــــ بالعباس بن مرداس [3]

اقول ـــــ اللھم اغفر ھذا سبق قلم فان العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی ولم یذکر فیہ احد ما نقلہ عن الحفاظ [4] وانما قول بن حبان فی ابن کنانۃ ومع ذلک اختلف قولہ فیہ فذکرہ فی الضعفاء وقال ھذا واوردہ فی الثقات فھو ثقۃ کما نبہ علیہ الحافظ بن حجر۔

۱۰۸ قولہ ـــــ وایضا ورد فی الحدیث [5]

اقول ـــــ ای ففی ھذا الحدیث ما یدل علی الفضل العظیم

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۱ ، ص ۳۴۹ س ۱۵

[2] ایضاً : ص ۳۵۰ س ۳۰

[3] ایضاً : ص ۵۵۹ س ۳۶ ـ ۳۶

[4] الحفاظ (مخطوط)

[5] ایضاً حاشیۃ الطحطاوی: ص ۵۶۴ س ۱۲ (ص ۵۶۲) الأخیرۃ

وھٰذہ آخر حاشیۃ من المجلد الاول قد فرغت من مقابلتہ فی یوم الیوم خمیس و ۱۶ من یونیو سنۃ ۲۰۰۵ المیلادیۃ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام

للمسجد الكريم فكما ان الحديث الذى اورده الشارح رحمه الله تعالى۔

قوله ۱۰۹ — قولين مصححين [1]

اقول — بل ثمه ثالثها التفصيل المار عن قاضى خان الذى قال فيه فى الفتح نقل عنه فى رد المحتار ان الحق هذا التفصيل الخ قلت و يصلحان يكون توفيقا۔

قوله ۱۱۰ — لا يفيد الملك [2]

اقول — فى ش بكل لفظ يفيد الخ وهو الصواب۔

قوله ۱۱۱ — بل موقوفا على اجازتها [3]

اقول — هذه زلة نبهنا عليها على هامش رد المحتار ۲۳ فليتنبه۔

قوله ۱۱۲ — لا بد لها من نهى [4]

اقول — اقول وكذلك التنزيه ايضا لا بد لها من نهى خاص والا لا يكون الاختلاف الا ولى كما حققه المحقق فى الفتح والله اعلم۔ قلت الصحيح خلاف الاولى كما هو ظاهر ردالاول

قوله ۱۱۳ — هل المحكم مثل يحرر [5]

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج ۲ ، ص ۸

[2] ايضاً ، ص ۹

[3] ايضاً ، ص ۱۲

[4] ايضاً ، ص ۲۱ السطر ۲۴

[5] ايضاً ، ص ۲۲ سطر ۲۲

اقول ــــــ قلنا قد صرحوا ان الحکیم کالقاضی الا فی العقود و الحدود۔

۱۱۴ قولہ ــــــ فی الشرح فتامل [1]

اقول ــــــ قد حقق العبد الضعیف فی فتاوٰی ان کل ھٰذا لاطائل تحتہ وان الصحیح الواجب التعویل ھو عدم الجواز فیکون النکاح نکاح [2] الفضولی۔

۱۱۵ قولہ ــــــ عن المھر [3]

اقول ــــــ ای لغرض فوقہ سقط ھذا او معناہ من ھنا۔

۱۱۶ قولہ ــــــ لایجوز ان یزوجھا [4]

اقول ــــــ فلا ینعقد النکاح کما فی الھدایۃ۔

۱۱۷ قولہ ــــــ ای غیر الاب والجد [5]

اقول ــــــ فلو انکح غیر الاب والجد الصغیرۃ او ھما وھما سکرانان او معروفا بسوء الاختیار والزوج بتنیی العسرۃ فعلی ھٰذہ ینبغی ان لا یصلح النکاح اصلا قلت ولٰکن صرحوا ان الزوج ان صار غیر کفو بعد النکاح لا یرتفع ولا یحصل لاحد خیار الفسخ فینبغی ان یکون الزوج

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰ السطر الخامس.

[2] غیر مطبوعہ نسخہ میں فنطاھر مذکور ہے۔

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۳۰

[4] ایضاً : ص ۳۲

[5] ایضاً

معروفا بسور العسرة من قبل کما قالوا فی سور[1] اختیار الاب فافهم۔

[118] قولہ — و یثبت النسب و علیہا العدۃ [2]

اقول — اقول سیجیئ فی آخر باب ثبوت النسب ان نکاح الکافر مسلمۃ باطل لا فاسد فلا یثبت النسب و لا تجب العدۃ۔

[119] قولہ — ولا یوقف علیہما [3]

اقول — لئلا تختلف القافیۃ ش عن ح۔

[120] قولہ — لما مر قالہ الحلبی [4]

اقول — اقول ھٰذہ الحوالۃ من العلامۃ الطحطاوی غیر مستحسنۃ فانہ لم ینقل عن الحلبی فیما سبق ایضاً الا الحکم دون التعلیل وھو ما نقل عن الشامی۔

[121] قولہ — لا لطلب المہر [5]

اقول — ای ولا للمشروط عادۃ کالخف والمکعب ودیباج اللفافۃ [6]

---

[1] سوار (مخطوط)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۵۹

[3] ایضاً : ص ۶۰

[4] ایضاً : ص ۶۱ — س ۵

[5] ایضاً : ص ۶۱ — ص ۶۲ — س ۳۳

[6] النفاقۃ (مخطوط)

ودراهم السكر على ما هو عادة اهل السمرقند -

١٢٢ قوله ـــــ الا اذا ضمن ولا رجوع له[1]

قول ـــــ صرحوا بالنفقة لا تكون دينا الا بالتراضي او فرض القاضي ومعلوم ان الكفالة لا تكون الا بدين ولذا نصوا على بطلان الكفالة بنفقة الزوجة كما في باب الكفالة فلا بد من حمل ما ههنا على ما اذا كانت النفقة مفروضة بالقضاء او الرضا والا فلا يوخذ الاب قطعا لبطلان الكفالة ذكر هذا التوفيق العلامة الشامي في باب النفقة في مسئلة اخذ المرأة كفيلا بالنفقة والله تعالى اعلم -

١٢٣ قوله ـــــ لان العادة جارية[2]

قول ـــــ التعليل قاض بان وجه الافتاء على قول الامام الثاني انما هو ملاحظة العرف والعادة فيدور مع العرف حيث دار والمتعارف في بلادنا الدخول قبل الاداء مطلقا فيجب ان لا يكون لها الامتناع اتفاقا لان المعروف كالمشروط وسيصرح بانه لو يشترط الدخول قبل الحلول ورضيت لم تملك الامتناع بالاتفاق فعليه فعول والله اعلم -

١٢٤ قوله ـــــ وذلك اكرام له عليه الصلوٰة والسلام[3]

---

[1] حاشية الطحطاوي ، ج ٢ ، ص ٦٢

٢٥

[2] ايضاً : ص ٦٣

[3] ايضاً : ص ٨٠ ٣٠ -

اقول ——— و توضیحہ ان هٰذا التخفیف مع ثبات علی الکفر ومونہ علیہ و استحقاقہ بانتہار علمہ فی شان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بتربیتہ من صغرہ وملازمتہ فی حضرہ و سفرہ و رؤیتہ لمعجزاتہ وغیرہ واستماعہ لشرعہ و ذکرہ زیادۃ عذاب علی غیرہ اما یکون بان امرما کان بحوط النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وینصرہ اواکراما للنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کان یحبہ حبا طبعیا لما یرٰی منہ التشمیر عن ساعد الجد فی نصرہ و حمایتہ ولان عم الرجل صنو ابیہ لاسبیل الی الاول لما نطق بہ القراٰن العزیز من ان اعمال الکفار ھباء منثور وماعملوا من طیبات فقد اذھبوھا فی حیوتہم الدنیا فتعین الثانی ولاشك ان اکرامہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابویہ ازید منہ فی عمہ وحزنہ باصابۃ المکروہ و العیاذباللّٰہ تعالٰی ایاھما اشد من اغتمامہ بما یصیب عمہ فلو ثبتنا و استغفر اللّٰہ علی الکفر لوجب ان یکون عذابھما اخف من عذاب ابی طالب لاسیما وھما لم یدرکا البعثۃ ولم یرد الدعوۃ بخلاف ابی طالب ولٰکن الحدیث ارشد انہ ھو ادنٰھم عذابا فثبت انھما مسلمان ولیس عندنا فیہ شك انشاء اللّٰہ تعالٰی واللّٰہ یھدی الٰی سبیل الصواب۔

۱۲۵

قولہ ——— ان یضیفہ لہ

---

حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۸۱

قوله ــــ ضمیر الفاعل للجندی والمفعول بہ للمفاضل

قوله ــــ لا یتوارثون لان الارث [1]

قول ــــ ای لا ترث الزوج الزوجۃ ولا بالعکس واما الاولاد فیرثون من الابوین لعدم اقتصار اتہم علی ولادتہم من النکاح الصحیح لعدم کونہ علی خلاف القیاس فحیثما ثبت النسب ثبت الارث ما اذا لاولا والافلا ارث فی الباطل کولد مسلم من وثنیۃ لا یرث الاب۔

قوله ــــ او المعتبر مدۃ الحرۃ [2]

قول ــــ والتشکیک فی ھذا امر عجیب فانہ لو اعتبر فی کل مدۃ ایلائہا لزم تفضیل الاماء علی الحرائر اذ یصیبہا فی کل شہرین مرۃ ولا یزید الا برضاھا ولا یصیب الحرۃ الا بعد مضی اربعۃ اشہر بل الزیادۃ ھٰہنا ھی التنقیص [3] المطلوب والتنقیص ھو الزیادۃ المنکرۃ ولذلک قدر الطحطاوی بیوم ولیلۃ من کل اربوع للحرائر وللاماء بیوم لیلۃ من کل اسبوع وروی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث عسکرا وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس باللیالی فسمع امرأۃ تنشد اشعارا فیہا من الاشتیاق الملھب [4] الی الجماع

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۸۱

[2] ایضاً : ص ۸۸

[3] النقیض (مخطوطہ)

[4] الملھت ( " )

والتحرز من الزنا خوفا من اللّٰہ وحفظا لناموس الزوج
وکان قد طال فراق زوجها عنها فی جہاد فجمع امیر المؤمنين
الی بیتہ وسأل بنتہ امیر المؤمنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ
کم تبصر المرأۃ من الرجل قالت اربعۃ اشہر ولاشك
انہ یعم من تحت الاماء فثبت ان لامعتبر الا مدۃ الحرۃ
واللّٰہ تعالٰی اعلم ثم رأیت العلامۃ الشامی ذکر البحث کما
بحثت وللّٰہ الحمد۔

۱۲۸
**قولہ** ـــــ فقیل ترك مضاجعتها[1]

**اقول** ـــــ وهو ظاهر الاٰیۃ۔

۱۲۹
**قولہ** ـــــ ترك جماعها[2]

**اقول** ـــــ والاٰیۃ تحملها۔

۱۳۰
**قولہ** ـــــ کلامها مع المضاجعۃ[3]

**اقول** ـــــ هٰذا بعید من ظاهر لفظ واهجروهن فی المضاجع
ظاهرا فلعلہ الاظهر دلیلا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

۱۳۱
**قولہ** ـــــ ظاهرہ انہ عند الامر بہ یکون واجبا علیها[4]

**اقول** ـــــ ویأتی فی اوائل کتاب الجهاد من المحشی عن البحر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۹۱ س ۳۵

[2] والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن الاٰیۃ (پ۵ ع سورۃ النساء)
ط ج ۲ / ۹۱ س ۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص۹۱ س۳۵۔

[4] ایضاً ج ۲ / ۹۱ ـ س ۳۵۔

اقول ــــــ صواب برفقتك كما فى الهندية ـ

۱۳۶
قوله ــــــ وامك عفوت عنك [1]

اقول ــــــ اخاف ان يكون فى الدر المنتقى ذكر وجه كون قوله وهبتك لاهلك كناية بانه يحتمل الطلاق و يحتمل ان المعنى عفوت عنك لاجلهم فزلت قدم النظر وقد قال فى متن الدر المنتقى الملتقى وهبتك لاهلك فقال فى مجمع الانهر اى عفوت عنك لاجل اهلك او وهبتك لهم لانى طلقتك ـ

۱۳۷
قوله ــــــ اظفرى بمرادك [2]

اقول ــــــ مثل ذلك الاحتمال فى هذا فلعله مذكور تحت قوله افلحى كما قدم الفاضل المحشى فى هذه الصفحة عن هذا البحر من انه يقع الطلاق فيها بالنية لانه بمعنى اذهبى ويحتمل اظفرى بمرادك الخ نعم هو ظاهر حيث سألت المرأة طلاقها وقالت اريد ان تطلقنى فقال اظفرى بمرادك و ليراجع الدر المنتقى ـ

۱۳۸
قوله ــــــ فى سم الخياط لغو وكونه متصلا [3]

اقول ــــــ و يخطر ببالى ان لغوية تعليق التطليق بالمستحيل

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج ۲ ، ص ۱۳۸

[2] ايضاً

[3] ايضاً : ص ۱۵۰

ظاہر کل ظہور اما ان علق بہ عدم الطلاق کان دخل الجمل فی سم الخیاط فلست بطالق ھل یقع لان مفہومہ تعلیق التطلیق بالکائن فیکون تنجیزا ام لا لان الطلاق انما یقع باللفظ لا بمجرد النیۃ و الفرض ولذا قالوا لو قال لا حاجۃ لی فیک لا یقع الطلاق نوی او لم ینو لانہ لیس من الفاظہ فکذا ھٰھنا التطلیق مفہوم لا ملفوظ فلیحرر واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۹ قولہ ــــ ولو معہا شیئ خبز مما یطبخ کفاکہۃ۔ ؎۱

اقول ــــ قلت وعرفنا اعم منہما فانہا تعد نثرۃ ولو لم یکن معہا شیئ۔

۱۴۰ قولہ ــــ او تطاول واقعدہ فہو مریض ؎۲

اقول ــــ قلت ولٰکن الشامی من الوصایا عند قولہ و اعتمد فی التجرید ما یعطی خلاف ھٰذہ۔

۱۴۱ قولہ ــــ او دلالۃ الحال علیٰ ما مر ؎۲

اقول ــــ اقول للفقیر کلام فی الاکتفاء بدلالۃ الحال۔

۱۴۲ قولہ ــــ اذا صار ماکولا انتقل ملک المبیح عنہ ؎۳

اقول ــــ اقول ارادبہ مستہلکا فشمل ما اباح بہ

---

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۱۶۵

؎۲ ایضاً : ص ۱۹۷

؎۳ ایضاً : ص ۲۰۱

الماء لیتوضأ به او یغتسل او یغسل الثیاب وامثال ذلک۔

۱۴۳ **قولہ** ـــــــ المراد بالاباحۃ التملیک [1]

**اقول** ـــــــ کیف یراد بالاباحۃ التملیک مع انہ قابلہا بقولہ وکذا اذا ملکہ وکان الحامل للمولی المحشی الفاضل علی ذلک انہ قال اولا اباحہ دفعۃ وآخرا ملکہ بدفعات فظن ان الفرق فی المسألتین انما ہو بدفعۃ ودفعات والا لکان تقیید الاول بدفعۃ والآخر بدفعات باطلا ولکن ما احسن اشار الیہ المولی المحقق الشامی فی الجواب عن ہذہ بانہ من قبیل الاحتباک حیث صرح فی کل الموضعین بما سکت عنہ فی الموضع الآخر الخ فالمراد فی کلا الموضعین بدفعۃ او دفعات۔

۱۴۴ **قولہ** ـــــــ والشکاز والمسحوس [2]

**اقول** ـــــــ علی صیغۃ المبالغۃ ہو الذی اذا عانق المرأۃ او لمسہا او قبلہا انزل قبل ان یدخل فی قبلہا۔

۱۴۵ **قولہ** ـــــــ فہو اعم من الاصطلاحی [3]

**اقول** ـــــــ بل ہو اخص من الاصطلاحی فان الاصطلاحی من

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۰۱

[2] ایضاً : ص ۲۰۹

[3] ایضاً

لایقدر علیٰ جماع فرج زوجته وان قدر علیٰ جماع دبرها او جماع فروج سائر النساء او لا؛ اللغوی من لا یقدر علی الجماع مطلقاً ولکنه ای اذا ان الماخوذ فی اللغوی عدم القدرة علی جماع جمیع النساء وفی الاصطلاحی عدمها علیٰ جماع فرج امرأته خاصة فکان بهذا المعنی اعم ای اشمل للفروع المنتفیة القدرة علیٰ جماعها فافهم۔

۱۴۶
قوله ـــــ اشد من جماع القبل [1]

اقول ـــــ ولکن لم یعلم ان القدرة علیٰ فرج الزوجة ربما منتفی بعقد السحر۔

۱۴۷
قوله ـــــ وظاهره ولو محکما [2]

اقول ـــــ لکن مخالف تصریح ما فی الخیریة من التحکیم الا انه لم یستند الیٰ نقل سواء تصریحهم بالضابط الکلی وهو جواز التحکیم فی غیر الحد والقود۔

۱۴۸
قوله ـــــ هذا یرجع الی التجربة [3]

اقول ـــــ یعنی وقد ثبت الفرق بالتجربة۔

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۰۹

[2] ایضاً : ص ۲۱۱

[3] ایضاً : ص ۲۱۲

[4] اللغوی (مخطوط)

قلت: فی نسخۃ الحاشیۃ الطحطاویۃ (لانہ یناقض) موضع (لانہا) وھو الصحیح ذ

۱۴۹
**قولہ** ـــــ و الحق بہا القہستانی کل عیب[1]

**اقول** ـــــ اقول ھو نص الزیلعی فی التبیین حیث قال رحمہ اللہ تعالٰی قال محمد ترد المرأۃ اذا کان بالزوج عیب بحیث لا تطیق المقام معہ لانہا تعذر علیہا الوصول الٰی حقہا بعیب[2] فیہ فکان کالجب و العنۃ بخلاف ما اذا کان بہا عیب لان الزوج قادر علی دفع الضرر عن نفسہ بالطلاق و یمکنہ ان یستمتع بغیرھا۔

۱۵۰
**قولہ** ـــــ لانہا یناقض قولہ بعد و لا حق[3]

**اقول** ـــــ لا یتناقض بعد ما یقرر ان قولہ لا حق لولد عم[4] الخ انما ھو فی حق المشتہاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون علٰی ما سینقلہ من البحر فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

۱۵۱
**قولہ** ـــــ تقتضی عدم الدفع الیہ[5]

**اقول** ـــــ اما اولاد الاعمام فانہ یدفع الیہما الغلام و الصغیر لا تدفع الیہم (کافی ملخصا) لا حق لغیر المحرم فی حضانۃ الجاریۃ ولا للعصبۃ الفاسق علی الصغیرۃ

---

عہ الصحیح: الخیرۃ کما فی الاصل۔ ذکر الرشد الرشیدی

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۱۳

[2] ہ بعینہ (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۴۶

[4] ہ ولا عم (مخطوطہ)

[5] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۲، ص ۲۴۶

(کفایہ) کلھا فی (الھندیۃ) الانثٰی لاتدفع الا الٰی محرم (خیریہ عن المنھاج للعقیلی والخلاصۃ والتاتارخانیۃ وغیرہ) لاحق لابن العم فی حضانۃ الجاریۃ (خانیہ) وھٰذا ھو الذی یعطیہ کلام العلامۃ (فی فتح القدیر) وکذٰلک عمم الحکم (فی الھدایۃ) من دون التفصیل بین المشتھاۃ وغیرھا والمامون وغیرہ وان کان ظاھر الفاظ دلیلہ ناظرا الی التفصیل لتعلیلہ بالتحرز عن الفتنۃ و معلوم ان لا امتنان الا بالمشتھاۃ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۱ قولہ ـــــ وھو ابن سبع سنین [1]

قول ـــــ والصواب عشر سنین۔

۱۵۲ قولہ ـــــ لتعنقہ بامہ وبہما یمنعہا او یمنعہ [2]

قول ـــــ ولہ وجہ اقوٰی فان المرأۃ نفقتہا علٰی زوجہا والعادۃ ثبوت یدھا علی البیت ومافیہا وربما یحملہا شفقتہ علٰی ان تطعم ولدھا من مال زوجہا وان تحرجت وقل من یتحرج منھن عن امثال ذٰلک لاسیما فی الفواکہ والمطعومات فان الزوج یتہمہا ویسیئ الظن بہا انہا تطعم ولدھا من اشیائہ فیحملہ ذٰلک علٰی کراھتہ ومعاداتہ ثم یقع بذٰلک مشاجرات بین الزوجین فیکون ذٰلک اھیج لعداوتہ

---

یتہمہا۔

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۶

[2] ایضاً

فی قلب الراب بخلاف الاجنبی فان النساء یتحرجن من امور الھم وھم قلما یتھمونھن وکل ذلک مرئی مشاھد فکثیرا ما رأینا الاجانب یشفقون علی الصغار ولم تر رابا الا وھو یکرہ ربیبہ وبالجملۃ فلم مع الاجنبی عدم العلاقۃ ومع الراب علاقۃ العداوۃ فشتان ماھما۔

قولہ ۱۵۴ ــــ لکثرۃ الفساد زیلعی [1] (قول الدر المختار علی ھامش الحاشیۃ ج)

اقول ــــ ومحل ھذہ الروایۃ ما اذا کان ھناک اب او عصبۃ وان لا تبقی عند الحاضنۃ بہ خیریۃ قلت والمراد بالعصبۃ من کان من المحارم ولابد فمن ھی الا الیھم۔

قولہ ۱۵۵ ــــ للعلامۃ عبد القادر [2]

اقول ــــ بن یوسف الافندی الشھیر بقدری دونہ ری۔

قولہ ۱۵۶ ــــ عن ھذہ المقاصد فیجوز الحلف بہ [3]

اقول ــــ وردا لحدیث بذم الحلف بالطلاق وبہ صرح ابن بلبان فی شرح تلخیص الجامع کما نقلہ الشامی ص۶۹ وقد ذکرنا التوجیہ علی ھامشہ منہ

قولہ ۱۵۷ ــــ لان خلاف الشافعی بعد محمد [4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۲۴۷

[2] ایضاً : ص ۲۷۳ س ۱۰

[3] ایضاً : ص ۳۲۵ س ۶

[4] ایضاً : ص ۳۲۶

اقول ـــــ لیس الشافعی منفردا بہ بل سبقہ بذلک ائمۃ مجتہدون تقدموہ وتقدموا محمد بن الحسن۔

۱۵۸ قولہ ـــــ ولایکون یمینا ولعل الفارق العرف [1]

اقول ـــــ واحسن منہ ماورد فی رد المحتار انہ قال کانہ احتراز عما اذا بالسلطان البرھان والحجۃ الخ فان البرھان لیس من صفات الرحمٰن تبارک وتعالٰی۔

۱۵۹ قولہ ـــــ ان بعض الناس یجھلھا [2]

اقول ـــــ اقول ومع ذلک جدید العھد بالاسلام یری کثیرا من احکام الشریعۃ الحقۃ مخالفۃ لاحکام ملتہ الباطلۃ فعلمہ بحرمتہ فی ملتہ لایوجب العلم بحرمتہ فی ملۃ الاسلام۔

۱۶۰ قولہ ـــــ وفی اخراج ذلک بالکیفیۃ [3]

اقول ـــــ خروجہ عن حد الزنا الموجب للحد الذی لایعلمہ بجمیع قیودہ الا العلماء لایوجب خروجہ عن حد الزنی وتعریف ذاتہ شرعا الذی یسئل عنہ الشھود احترازا عن عقدہ زنی العین والیدین مثلا او التفخیذ والتسریر مثلا ولذا اقتصر فی بیان ذاتہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۳۳۱

[2] ایضاً : ص ۳۸۹

[3] ایضاً

الشرعية على الايلاج فقط ولاشك ان وطئ المكرہ لایخرج عن ایلاج الذکر فی الفرج فوجب السوال بکیف هو لاخراج المکرہ مثلا واللہ تعالٰی اعلم۔

**قوله** ۱۶۱ — لان الدبر انما خلق فی الدنیا [1]

**اقول** — وعلٰی قیاسہ ینبغی فی فروج النساء لانہا ثقبۃ البول۔

**قوله** ۱۶۲ — الا فیما یرجع الی النکاح [2]

**اقول** — کالتزیین والاجابۃ [3] الی الجماعۃ بشروطہا وعدم الخروج من بیتہ الا بحق وعدم البیتوتۃ عند احد ولوابیہا الا اذا احتاج الیہا عینا وترک الصیام النافلۃ وتطییب اللباس والبدن بالعطریات والفرج بعد الحیض بفرصۃ ممسکۃ وامثال ذلک واللہ اعلم۔

**قوله** ۱۶۳ — وقد یقال انما الرجال [4] قدرم الرجال۔

**اقول** — وعلٰی ھذا لایبعد ان یقول قائل ان الامام ان کان محتاجا الی تکثیر العسکر فی الحال قدم شراء الرجال والا فتقدیم النساء اجیب صونا للفروج الزکیۃ عن وقوع الکلاب الدنیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۳۹۸

[2] ایضاً : ص ۴۳۹

[3] الاحاجۃ (مخطوطہ)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۴۴۸ (السطر الاول

۱۴۲ قولہ ـــــ ولعل مرده من ورده فی غزوۃ بدر [1]

اقول ـــــ لیس ھذا من کلام الفتح بل نقلہ عن الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کما بینہ فی نصب الرایۃ [2]

۱۴۳ قولہ ـــــ فان تحقق من کفر والافلا [3]

اقول ـــــ نعم تتفاوت الموجبات فی ذٰلک فمنہا ما یستوی فیہ الجانبان ولا یثبت الاستخفاف الا بدلیل کمن حکی ما کان علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قلۃ[4] مبالاتہ بالتجمل[5] الظاہری فقد تصیر ثیابہ وسخۃ[6] فحکایتہ ذٰلک اما علی طریق التملق لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ذکرنا او اظہار ان الدنیا لا تصلح للالتفات اوغیر ذٰلک من المقاصد الحسنۃ فہو محمود وان حکی ذٰلک ازراء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفر ولا یعلم ذٰلک الامن خارج ومنہا ما یترجح فیہ جانب[7] الاستخفاف

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۴۵۱

[2] نصب الرایہ (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۲ ، ص ۴۷۸ س ۳۳ ۔

[4] ھکذ (مخطوطہ) .

[5] بالتحمل ( " )

[6] ونسخہ ( " )

[7] حانب جانب ( " )

فیحکم بہ مالم یدل دلیل علی خلافہ کالقار المصحف
فی القاذورات[1] وکشف السوءۃ عند ذکر النبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم فاتقن ھذا الاصل تنفعک[2] فی الجزئیات
واللہ تعالی اعلم وانظرھا فی رد المحتار ج ۳ ص ۲۳۸۔

۱۶۶

قولہ ——— لم تعص الانبیاء[3]

اقول ——— وقع فی الاشباہ لم یعصوا فقال الحموی الظاہر ان
لم یعصموا کیف وقد ذھب اکابر المحققین من اھل السنۃ
انہم علیہم الصلوۃ والسلام لم یعصوا اللہ تعالی اصلا لابعد
النبوۃ ولا قبلہا منہ القاضی عیاض قلت وابن حجر المکی
فی افضل القری والزواجر۔

۱۶۷

قولہ ——— لم یخلق آدم وھو خطأ[4]

اقول ——— اقول بل الصواب المجمع علیہ الوارد فی صحاح
الاحادیث فاحذر ھذا الخطأ۔

۱۶۸

قولہ ——— بعث رجل بعینہ[5]

اقول ——— وفیہ نظر فان النصوص المتواترۃ علی ما فیہامن

---

[1] قاذرات (قاذورات)
[2] عندنا ( " )
[3] تنفذک ( " )
[4] حاشیۃ الطحطاوی، ج۲، ص ۴۷۹
[5] ایضاً

اقول ـــــ وان اوصى بالتولية جاز وكان الوصى هو المتو
بعد كما فى الخيرية ص۱۸۵ و يأتى فى ط (طحطاوى) آخر ص۵۱
۱۷۴
قوله ـــــ لايثبت الحق للمفروغ له[1]
اقول ـــــ ولا ينعزل هذا الفارغ الا اذا كان بعلم من الواقف
او القاضى كما يأتى متنا۔
۱۷۵
قوله ـــــ وان فى مرضه[2]
اقول ـــــ ونازعه الحموى لانجرآره[3] الى ابطال شرط الوا
۱۷۶
قوله ـــــ بان الوقف صحيح[4]
اقول ـــــ اى لازم لزوم الوقف فلا يملك سلطان اخرابط
وليس المراد انه وقف صحيح شرعى يجب اتب
بشروطه كما حققه العلامة الشامى رحمه الله۔
۱۷۷
قوله ـــــ فى المشترى من بيت المال[5]
اقول ـــــ يعنى اذا علم الشراء ولم يعلم[6] من انه حقيقى ام لا يح
على الصحة اما ما لم يعلم فيه نفس[7] الشراء فهذا لا يح

[1] حاشية الطحطاوى ، ج۲ ، ص ۵۴۴
[2] ايضاً
[3] لانجراره (مخطوطه)
[4] حاشية الطحطاوى ، ج۲ ، ص ۵۴۸
[5] ايضاً
[6] × مخطوطه)
[7] نفس ( " )

على الصحة ولايكون الاوقفا صورۃ یا الان وقفہ لایستلزم شراءه كما حققه الفاضل الشامی رحمہ اللہ۔

۱۷۸
قولہ ــــــ وبعده عطف [1]

اقول ــــــ تبع فیہ السید الحموی وانظر ما كتبنا عليه۔

۱۷۹
قولہ ــــــ ولاما نعمن عطفہ [2]

اقول ــــــ بل هو المتعین كما بینا ثمہ۔

۱۸۰
قولہ ــــــ بیع المضطر وشراؤه فاسد [3]

اقول ــــــ وانظر الى حكاية الامام مع الاعرابی فی بیع السماء المذکورة فی الاشباه ولعلها لم یثبت عن الامام فافهم۔

۱۸۱
قولہ ــــــ ولا یفعل ذلك فی غیر الدنانیر [6]

اقول ــــــ ولیس للغریم ان یاخذ الدنانیر بنفسه اذا كان دینه دراهم ولا العکس على ظاهر الروایۃ مصحح قاضیخان فی باب الصرف والفتوى فی زماننا على مذهب الامام الشافعی وانظر ما سیأتی فی الحجر۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۲ ، ص ۵۷۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً ، ج۳ ، ص ۹۷

[4] ونظر (مخطوط)

[5] العام ( " )

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۷۳ سطر ۳۱

۱۸۲
قولہ ـــــ ولو استھلکہ بطبخہ ؎۱

اقول ـــــ ھٰذا التعمیم مستقیم علی مذھب الصاحبین فان عندھما لا یملک الغاصب بتغیر المغصوب و استھلاکہ ما لم یؤد قیمتہ او یضمن اما علی مذھب الامام فیملک لکن السبب خبث فیکون کالمشتری فاسدا فینبغی ان یطیب للمشتری فیہ لان سبب الخبث مقتصر علی الغاصب ولا یتعلق حق المغصوب منہ بعین المغصوب بعد التغیر والاستھلاک لانتقال حقہ الی الضمان بل قد حقق ان حصول الملک بذٰلک مجمع علیہ بین ائمتنا کما بینہ علی ھامش ردالمحتار من الغصب۔

۱۸۳
قولہ ـــــ کذا فی البحر عن البزازیۃ ؎۲

اقول ـــــ لیس بلفظ الصحیح فی البزازیۃ اٰخر الفصل العاشر من البیوع۔

۱۸۴
قولہ ـــــ افادہ فی الھندیۃ ؎۳

اقول ـــــ وکذا فی الخانیۃ من باب الصرف۔

۱۸۵
قولہ ـــــ ان ذکر علی سبیل الاستمھال ؎۴

---

؎۱ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۸۲

؎۲ ایضاً : ص ۸۶

؎۳ ایضاً : ص ۱۰۶

؎۴ ایضاً : ص ۱۲۶

**اقول** ـــــ مفاد العبارة ان ھذا التشقیق فیما لاتعامل فیہ فیکون الفساد مشروطا بشرطین احدھما عدم[1] التعامل والاٰخر الذکر علی وجہ الاستمہال والصحۃ تحصل باحد الامرین التعامل او الذکر علی سبیل الاستعجال ولیس کذلک بل الامر بالعکس فالصحۃ مشروط بشرطین التعامل وعدم الاجل للاستمہال والفساد یحصل باحدھما فلیتنبہ۔

**قولہ** ۱۸۶ ـــــ اھل المذھب عدۃ [2]

**اقول** ـــــ فمنھا الحاکم الشھید کما فی القھستانی۔

**قولہ** ۱۸۷ ـــــ فالاولی حذفہ لیتأتی الخلاف [3]

**اقول** ـــــ فیہ ان البیع اذا کان مطلقا ولا ذکر فی نفس العقد لشرط الفسخ وعدم اللزوم صریحا ولا دلالۃ وانما وعد ذلک من بعد ولم یکن غبنا فاحشا بعلم البائع ولا وضع رابح علی اصل الثمن فلا یجعل رھنا البتۃ وقد[4] مر ان بیع الوفا ھو الذی یذکر فیہ الفسخ فی متن العقد ھٰکذا فسر فی البحر الرائق والھندیۃ وجواھر الفتاوی

---

[1] قدم (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۲۶

[3] ایضاً : ص ۱۲۳

[4] والامر (مخطوطہ)

و حاشیۃ الفصولین و العنایۃ والکفایۃ والمحیط وغیرہا وفیہ تجری الاختلافات اما ماذکر فی القیل الثالث من التفصیل فاستقصاء للصور المحتملۃ فی المسئلۃ وان لم یکن بعضہا یبیع وفا فسقط قولہ لیتأتی الخ فافہم۔

۱۸۸
قولہ ــــ وھو الصحیح ـلہ

اقول ــــ وینبغی استثناء ماکان معہود الآن المعروف کالمشروط۔

۱۹۰
قولہ ــــ و اصلاح المہم مستحق علیہ دیانۃ ـ۲ـ

اقول ــــ افاد ان کل ماکان مستحقا علی اخذ دیانۃ فلا یجوز اخذ شیئ علیہ فافہم۔

۱۸۹
قولہ ــــ بحر وقال فی الھندیۃ ـ۳ـ

اقول ــــ من بعد قولہ تتمۃ الی ھٰھنا کلہ من البحر۔

۱۹۱
قولہ ــــ وتجوز المصانعۃ للاوصیاء ـ۴ـ

اقول ــــ ای اعطاء شیئ رشوۃ لدفع ظلم الظلمۃ اذ علموا ان لو منعوا ادت المؤنۃ ا ونقصت الاموال انظر الی الھندیۃ من باب الوصیۃ۔

---

ـلہ حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۷۷

ـ۲ـ ایضاً // ج ۳ ، ص ۱۷۸ الحاشیۃ ۱۸۹ فی الاصل ۱۹۰

ـ۳ـ ایضاً // ج ۳ ص ۱۷۷

ـ۴ـ ایضاً : ص ۱۷۸

۱۹۱ قوله ـــــ حیلۃ الاستئجار المتقدم انتہی [1]

قول ـــــ عبارۃ الخلاصۃ والثالث الاھداء لدفع[2] الظلم عن نفسہ وھو حرام علی الآخذ والحیلۃ ان یستاجرہ ثلثۃ ایام او نحوہ لیعمل لہ ثم یستعملہ اذا کان فعلا یجوز کتبلیغ الرسالۃ ونحوہ وان لم یبین المدۃ لا یجوز الخ اقول ویدل علی انہ لا یحل الاخذ علی دفع الظلم وان کان الظالم غیرہ فان حیلۃ الاستیجار انما یکون فی امر[3] جائز فیدل علی ان دفع الظلم عن المظلوم مستحق دیانۃ علی کل من یقدر علیہ فلا یجوز لہ اخذ الاجر علیہ وکان ھذا ھو المراد بقول البحر المار اصلاح المھم المستحق علیہ دیانۃ بدلیل قول الھندیۃ المار عن المحیط اذا اعطاہ بعد ان سوی امرہ ونجاہ من الظلمۃ الخ وحینئذٍ لاحاجۃ الی ما کتبت علی قول البحر المذکور ج ۶ ص ۲۸۶ ما نصہ اقول لعل ھذا اذا کان مقررا علیہ من جہۃ السلطان بمشاھرۃ فیجب علیہ بحکم الاجارۃ فافہم، وانظر ما کتبنا علی ش ج ۴ ص ۱۷۱۔

۱۹۲ قولہ ـــــ یخص الانبیاء کآدم وداؤد [4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۷۸

[2] الابداء لہ (مخطوطہ)

[3] عند سّد ( 〃 )

[4] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۸۱

۲۴۳

لہ اقول: الصحیح الذی علیہ الاعتماد (و حیلۃ الاستئجار)

۱۹۲ قولہ ـــــ حیلۃ الاستئجار المتقدم انتہٰی لہ

قول ـــــ عبارۃ الخلاصۃ والثالث الاھداء لدفع الظلم عن نفسہ وھو حرام علی الاخذ والحیلۃ ان یستاجرہ ثلثۃ ایام اونحوہ لیعمل لہ ثم یستعملہ اذا کان فعلا یجوز کتبلیغ الرسالۃ ونحوہ وان لم یبین المدۃ لایجوز الخ اقول ویدل علی انہ لایحل الاخذ علی دفع الظلم وان کان الظالم غیرہ فان حیلۃ الاستیجار انما یکون فی امر جائز فیدل علی ان دفع الظلم عن المظلوم مستحق دیانۃ علی کل من یقدر علیہ فلا یجوز لہ اخذ الاجر علیہ وکان ھذا ھو المراد بقول البحر المار اصلاح المھم المستحق علیہ دیانۃ بدلیل قول الھندیۃ المار عن المحیط اذا اعطاہ بعد ان سوی امرہ ونجاہ من الظلمۃ الخ وحینئذٍ لاحاجۃ الی ماکتبت علی قول البحر المذکور ج ۶ ص ۲۸۶ مانصہ اقول لعل ھذا اذا کان مقررا علیہ من جھۃ السلطان بمشاھرۃ فیجب علیہ بحکم الاجارۃ فافھم، وانظر ماکتبنا علی ش ج ۳ ص ۱۷۱۔

۱۹۳ قولہ ـــــ یخص الانبیاء کاٰدم وداؤد لہ

---

لہ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۷۸

لہ الابداء لہ (مخطوطہ)

لہ عند سُد ( " )

لہ حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۱۸۱

اقول ــــــ وقد ورد فی الحدیث فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی و ینادی من السماء ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔

۱۹۴ قولہ ــــــ لان الصحابۃ تقلدوہ من معاویۃ [1]

اقول ــــــ ما اشنع[2] مثالا و افظعہ[3] لا یستجربہ الفسقۃ الظلمۃ الھمزۃ اللمزۃ الذین فی قلوبھم مرض الی تسکین بغض عظیم من صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والقصد المتعین المفترض علی کل مسلم ان الجائر ھو الواضع شیئا غیر موضعہ کما ان العادل ھو الذی یضع کل شیئ موضعہ ولاشک ان السید معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لما خرج علی الامام المرتضٰی والخلیفۃ المجتبی ولقد کانا واللہ امامی حق وخلیفتی صدق وادعٰی ما ادعی فقد وضع الشیئ فی غیر موضعہ اذ لم یکن غیر السمع والطاعۃ فی وسعہ ولیس قولہم ھٰذا باعجب من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحواریہ وابن عمتہ واحد عشرتہ سیدنا ومولانا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ تحاربہ ای سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ احسن تکریمہ وانت ظالم لہ او کما قال صلی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۱۸۱

[2] ما اشنعہ (مخطوطہ)

[3] ما افظعہ ( " )

تعالیٰ علیہ وسلم فلیس لفظ الجائر اکبر من لفظ الظالم والایمان یشہد بانہ لم یرد ھٰھنا ما ارتکن فی الاذہان الا ما ذکرنا فی تاویل الجائر من وضع الشیئ فی غیر موضعہ فان کان ھٰذا الوضع عن تعنت وعناد فھو المذموم المشوم او عن خطأ فی اجتہاد فصاحبہ معذور وما جورہ غیر ماذور قطعا فیقبح ھٰذا اللفظ لان فیہ[1] فتح باب انتہاک حرمۃ الاصحاب۔

۱۹۵ قولہ ـــــ فلان المقلد ما قلدہ[2]

اقول ـــــ الذی قلدہ للقضاء وجعلہ قاضیا۔

۱۹۶ قولہ ـــــ لم یظہر معنی ھٰذہ العلۃ[3]

اقول ـــــ الحمد للہ معناہ واضح فان الذی لا یکتفی بقولہ[4] انما عدلہ لیمشی شہادۃ نفسہ اذ لولاہ لردت بالوحدۃ۔

۱۹۷ قولہ ـــــ فیہ ان المقصود[5]

اقول ـــــ فیہ ان عرف من التعریف لا من المعرفۃ فسقط الاعتراض راجع ما علقنا علیٰ رد المحتار۔

---

[1] ومعہ (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۱۹۸

[3] ایضاً : ص ۲۵۹

[4] بقولہ (مخطوطہ)

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۲۹۲

قوله :

۱۹۸
قوله ــــ في تعليل الشيء بنفسه [1]

اقول ــــ ان تقول انه تعليل لعدم إفادة اجازة المالك شيئا لا لصيرورته غاصبا بالمخالفة حتى يكون مصادرة على المطلوب والمعنى انه لما صار غاصبا فلا يملك المالك قلب [2] الغاصب مضاربة باجازته فتبصر فلعل الحق لا يتجاوز عنه والله تعالى اعلم ۔

۱۹۹
قوله ــــ تربو الفاسدة على الصحيحة [3]

اقول ــــ لانه ان لم تربح الصحيحة لا شيئ له ۔

۲۰۰
قوله ــــ لانه صحيح [4]

اقول ــــ قبيل الامر السلطان فهبة كما في الهندية ۔

۲۰۱
قوله ــــ والقبض شرط ثبوت الملك [5]

اقول ــــ في نسخة الهندية التى عندى لفظ قبول [6] مكان القبض وهو الظاهر للتفريع [7]

---

[1] حاشية الطحطاوى ، ج۳ ، ص ۳۶۲

[2] قلب (مخطوطہ)

[3] حاشية الطحطاوى ، ج۳ ، ص ۳۶۲

[4] ايضاً : ص ۳۸۵

[5] ايضاً : ص ۳۹۳

[6] و ايضا فى النسخة المطبوعة من نورانى كتب خانہ پشاور ، لفظ قبول ۔

[7] ان التفريع (مخطوطہ)

۲۰۲
قوله ــــ مافی المحیط بما قالوا لو وضع ماله [1]
اقول ــــ علی النسخۃ التی عندی فلا تائید بل ھو مخالف لما فی المحیط فانھا ان [2] تم دل علی عدم اشتراط القبول ایضا مع ان المحیط انما ینکر الرکنیۃ دون الاشتراط وقد اجبنا عن استدلال القھستانی، ھذا علی ھامش رد المحتار واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۰۳
قوله ــــ وعدم صحتھا بخیار [3]
اقول ــــ ولکن قال القاضی الامام فی الخانیۃ ولو وھب شیئا علی ان الواھب بالخیار ثلاثۃ ایام صحت الھبۃ وبطل الخیار لان الھبۃ عقد غیر لازم فلا یصح فیھا شرط الخیار [4] وھو کما تری صریح فی ما یفیدہ المتن وان کان مخالفا لما یعطیہ تفریع الشرح فافھم وحرر۔

ثم رأیتہ صرح فی الخانیۃ متصلا بما نقلتہ مقدما علیہ لو وھب غلاما او شیئا علی ان الموھوب لہ بالخیار ثلثۃ ایام ان اجاز قبل الافتراق جاز وان لم یجز حتی افترقا لم یجز انتھی [5] فاما [6] عدم صحۃ الشرط فیما اذا کان الخیار للواھب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۳۹۳
[2] فانھا ان (مخطوطہ)
[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۳۹۳
[4] فتاوی خانیہ علی ھامش الفتاوی الھندیۃ ، ج۳ ، ص ۲۶۶ [5] ایضا
[6] فاما عدم (مخطوطہ)

مسطور

وعدم صحة الهبة فیما اذا کان للموهوب لہ فکلام المصنف رحمہ اللّٰہ مطلق فی محل التخصیص و تفریع الشارح رحمہ اللّٰہ تفریع علی المضاد ثم الذی ظهر لی من الفارق بینهما ان الهبة بنفسها لاتلزم فاشتراط الخیار فیها للواهب لغو فیلغو الشرط کما افادہ بقولہ لان الهبة عقد غیر لازم الخ بخلاف البیع فانہ لازم جاز فیصح ان یشترط البائع الخیار للمشتری[1] وکذا المشتری واما اذا کان الخیار للموهوب لہ فهذا اضرار بالمتبرع وحجر لہ عن التصرف فی مالہ الی ثلثة ایام مثلاً وشخوص بصر الی الموهوب لہ هل یقبل ام یرد ففیہ قلب الموضوع مع ان الخیار فی القبول خفة[2] وانما جاز فی البیع دفعا للحاجة کیلا یغبن وههنا لاحاجة فلا یشرع فیبقی منافیا للقبول علی اصلہ لانہ بناء علی محظور متردد مشکوک فاذا افترقا عن خیار للموهوب لہ فکانما افترقا من دون قبول ومعلوم ان القبول اذا لم یکن فی المجلس لم تصح الهبة فکذا هذا ما ظهر للعبد الضعیف فافهم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

۲۰۲

**قولہ** ـــــ الاکل والاخذ[3]

**اقول** ـــــ الذی فی الخانیة والهندیة[4] وغیرهما حل الاکل

---

[1] الترذی ( مخطوطہ )

[2] حقیقة ( " )

[3] حاشیة الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۹۴

[4] فتاوی هندیہ ، ج ۴ ، ص ۳۸۱

دون الاخذ والاعطاء ودليله فی الخانية۔

قوله[۲/۲] ــــ شیخ الاسلام[۱]

قول ــــ والامام قاضی خان۔

قوله[۲/۲] ــــ وفی قرضه فانه یجوز اجماعا[۲]

قول ــــ کان اعطاه الفا نصفها قرض ونصفها ثمن ما اشتری مثلا۔

قوله[۲/۲] ــــ ولو سلمه شائعا لایملکه فلاینفذ تصرفه فیه[۳]

اقول ــــ هو الصحیح وهو المختار وهو ظاهر الروایة وعلیه العمل وعلیه اعتماد الشامی والفتوٰی بخلافه انما هی فی بعض الفتاوٰی فلاتترجح علی ظاهر الروایة المصحح المختار وان کان فی الجانب الاخر لفظ به یفتی وتمامه فیه فلیراجع[۴]

قوله[۲/۸] ــــ عن قصد الاضرار وقال فی الخانیة[۵]

اقول ــــ التفصیل به انما کان فی صورة التفصیل وما بهته الکل من احدهم فاضرار مطلقا فلم یرد العلامة الطحطاوی بنص البزازیة هذه المسألة وانما اراد بقوله[۶] وعند الثانی

---

[۱] حاشیة الطحطاوی، ج ۳، ص ۳۹۶

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً

[۴] فتاوٰی شامی، ج ۳، ص ۵۱۱

[۵] حاشیة الطحطاوی، ج ۳، ص ۴۰۰

[۶] قوله (مخطوطه)

التصيف وھو المختار اطلاقا[1] عن قصد الاضرار بخلاف
ما مر فی الدر المختار من ان التسویۃ انما ھو عند
قصد ضرر فافھم۔

۲۰۹

قولہ ــــ علی انہ یجوز بدون تسلیم وانہ غیر الھبۃ[2]
اقول ــــ نقل مجھول لا معقول ولا مقبول اما الجہالۃ فلان
المفتاح لیس من کتب المذھب واما انہ غیر معقول فلان
التملیک حالا اما للعین او للمنافع وکل اما بعوض او مجان
ھذا تقسیم حاصر عقلی لا امکان لخروج قسم عنہ ومعلوم
بداھۃ ان ھذا الشیئ الذی ذکر لیس تملیک المنافع
ولا تملیک العین بعوض فان لیس تملیک المنافع و
لا تملیک العین بعوض فاذن لیس الا تملیک العین
حالا مجانا وما ھو الا الھبۃ وبہ فسرت فی المتون وقال
قاضی زادہ فی نتائج الافکار الھبۃ فی الشریعۃ تملیک المال
بلا عوض کذا فی عامۃ الشروح بل المتون وما عھد من
الشرع المطھر قط عقد یکون لتملیک العین فی الحال
بلا عوض ولا یکون ھبۃ ولو کان لوجب ان یخص[3] لہ
کتاب او باب او فصل او اقل شیئ فی کتب المذھب کما

[1] اطلقہ (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۳، ص ۲۰۹

[3] یعمنہ (مخطوطہ)

عقدت الکتب للبیع والھبۃ والعاریۃ والاجارۃ لکن تری کتب المذھب عن اٰخرھا خالیۃ عن ادنٰی ایماء الٰی ذٰلک فاذن ھو عقد غیر معہود من الشرع بل ولا معروف فی عرف الناس قاطبۃ فانک لو اخبرت احدا ان زیدا ملک دارہ من عمرو مجانا فی الحال لم یفہم[1] منہ احد[2] الا ھبۃ ولا یطرق بِبال صبی عاقل[3] ولا عالم فاضل[4] غیرھا وقد علل فی الھدایۃ وغیرھا عامۃ الکتب المتعلقۃ اشتراط القبض فی الھبۃ بانہ عقد تبرع وفی اثبات الملک قبل القبض الزام المتبرع شیئا لم یتبرع بہ وھو التسلیم فلا یصح[5] اھ والتمسک بمسئلۃ الاقرار ادل دلیل علی ان ھذا الکلام لم یصدر عن فقیہ فانہ انما کان المراد مؤاخذۃ باقرارہ فھل یستدل بہ علی ان التملیک یصح من دون ایجاب من المملک اصلا ثم لا شک انہ[6] لو اقر بالبیع جاز فھل یستدل بہ علی ان البیع یتم من جانب البائع وحدہ لانہ

---

[1] یفہمہ (مخطوطہ)

[2] احمد ( " )

[3] ولا یطرق ببال الصبی علی قل ( " )

[4] فاضل ( " )

[5] ھدایہ اخیرین، کتاب الھبۃ۔

[6] صحاب (مخطوطہ)

لیس ھٰھنا شیئ من جانب المشتری بل الشیئ الذی
عفل عند ھٰذا الاستدلال[1] ان الاقرار اخبار[2] من وجہ
کما انہ انشاء من وجہ فلشبہ الاخبار یؤاخذ بامثال
الاقرار لا لانہ انشاء عقد لا یحتاج الی القبض الا تری
انہ لو اقر لغیرہ بنصف[3] دار ہ مشاعا صح کما فی الدر وغیرہ
ولیس[4] ذلک الا لشبہ الاخبار ولو کان انشاء لم یصح
کما نصوا علیہ مع وجوب الصحۃ علی وہم ھٰذا الواھم
ان التملیک قد تقدم فی الاقرار متنا وشرحا جمیع ما لی
او ما املکہ لہ ھبۃ لا اقرار فلا بد من التسلیم بخلاف
الاقرار[5] اھ۔

فقد افاد ان لام التملیک تفید الھبۃ و یشترط
التسلیم وان عدم اشتراط فی الاقرار من جھۃ انہ اخبار
من وجہ لا ان ھٰھنا عقد الا یحتاج الی التسلیم والنکتۃ
فیہ ان التملیک یعم البیع والھبۃ فاذا اقر بانہ ملک
الثمار وھی علی الاشجار صرف الامر الی البیع مواخذۃ لہ

---

[1] ان (مخطوطہ)
[2] ھٰذا استدلال ( " )
[3] اقار ( " )
[4] ا.م.ن ( " )
[5] لیس × ( " )

باقراره وتصحیحا للکلام فیما امکن بخلاف ما لواقر بانی[1] قد ملکته من فلان قبل ولم یبحث عن الشغل والبعض وغیرهما لان الاقرار بالتملیک اقرار بخروجه عن ملکه الی ملک المقر له ولا یصح[2] ذلک فی التبرعات الا بالقبض المفرز فالاقرار به اقرار بالهبة وبالاقباض معا بخلاف ما لواقر فی وهبته فان صدور الهبة من الواهب لا یستلزم الاقباض فلا یکون اقرار بحصول الملك للموهوب له هذا هو الفرق بین الاقرارین لاما زعم ان التملیك لا یحتاج الی القبض ولولا ذکره[3] هذا الدلیل لا یقنا ان هذا النقل والفتوی مکذوب به[4] علی المشائخ ولکن باستدلاله[5] تبین ان الخطأ فی الفهم وقد قدمنا نصوصا قاطعة بان التملیك ههنا هبة وقد اعترف به هذا الفاضل فی صدر کلامه[6] ان التملیك یکون فی معنی الهبة وتتم[7] بالقبض فاذا کان تمامها بالقبض فکیف یجوزون

---

[1] بالی (مخطوطه)

[2] ولاحیح (مخطوطه)

[3] ذکره ( " )

[4] مکذون ( " )

[5] باستدلاله ( " )

[6] حاشیة الطحطاوی ، ج ۳ ، ص ۳۹۲

[7] وهم (مخطوطه)

التسليم ثم العجب اشد العجب ان الاختلاف كان فی انہ لوقال ملكتك هٰذا هل يكون هبة ام لا يصح اصلا لان التمليك اهم كما قدمنا عن رد المحتار والاٰن جاءتنا الفتوٰی بانہ صحيح مطلقا حتی بلا قبض بل هٰذا اعجب عجاب وقد اسمعناك[1] نص التتمة وجامع الفصولين والخيرالرملی والعقود الدرية ان المحضر المكتوب فيہ ملكہ تمليكا صحيحا فاسد غير مقبول لان جهة التمليك فيہ مجهول ومن قبلہ قبلہ حملا لہ علی الهبة والاٰن صار مقبولا لانہ عقد جديد مخترع لم يعهد فی شرع ولاعرف وان قولہ موت المقر بمنزلة التسليم بالاتفاق خرق للاجماع الناطق بان موت احد العاقدين قبل التسليم مبطل فالحق ان هٰذا النقل المجهول غير المعقول[2] مما لايحل الاعتماد بل يسوغ الالتفات اليہ وباللّٰه العصمة والتوفيق۔

**قولہ**: اخبار لاتمليك[3]

**اقول**: كذا نقل عنہ اعنی عن الطحطاوی[4] فی قرة العيون

---

[1] سمعناك (مخطوط)

[2] الفيض المقبول ( " )

[3] حاشية الطحطاوی، ج ۳، ص ۲۰۹

[4] ط (مخطوط)

وھوالصواب۔

قولہ۔۔۔لیس لہ التصرف فیہ [1]

قول۔۔۔وکذا اذا کتب فیہ اقرأہ او اوصلہ الی فلان فلیس لہ التصرف فیہ وانما علیہ ان یرد الی المالک او یوصل الی فلان۔

قولہ۔۔۔یجب بالغا [2]

قول۔۔۔ای وان زاد علی المسمی۔

قولہ۔۔۔من الحلیۃ ام من المقاصد الحسنۃ [3]

قول۔۔۔ھٰکذا نقل عنہ الشامی وسکت [4] علیہ مع ان حلیۃ الاولیاء من تصانیف الحافظ ابی نعیم دون الحافظ ابی القاسم سلیمٰن الطبرانی۔

قولہ۔۔۔حکما لہ بعد صحتہا [5]

قول۔۔۔لاینافی کون الشیئ حکما کون ذکرہ شرطا والحکم انما یترتب علی الشیئ المستجمع لشروطہ وقولھم عقد کذا انما یکون معناہ اتی بکل ما یشترط فیہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۴۰۹

[2] ایضاً ج۴ : ص ۲۴

[3] ایضاً : ص ۲۷

[4] وسکت (مخطوطہ)

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۷۰

فان کان ذکر العقل والارث شرطا کان معنی قولہ ابراھیم والاہ ان قال لہ والیتک علی ان ترثنی[1] وتعقل عنی کما ان معنی قولہ الرجل الرجل الخ المجھول النسب الغیر العربی الذی لیس لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد قد عقل عنہ۔

۷۱۵ قولہ ـــــ اذا قال والیتک وقال الاٰخر قبلت[2]

اقول ـــــ ویحتمل ان ھذا تعویض عن مجموع العبارۃ المذکورۃ اولا او عن قولہ انت مولای فقط[3] فتبقی بقیۃ العبارۃ مما لہا لاجرم اذ قال ملک العلماء تلمیذ صاحب التحفۃ فی شرحہا البدائع التی قد عرضہا علی المصنف فزوجہ ابنتہ او یقول والیتک[4] فیقول قبلت بعد ان ذکر الارث والعقل فی العقد۔

بحالہا۔ ذ کما فی الاصل۔

۷۱۶ قولہ ـــــ ما یدل علی عدم اشتراط[5]

اقول ـــــ ای ما یکون نصا فیہ کما قد عرفت۔

۷۱۷ قولہ ـــــ ردہ علی الجوانی[6]

---

[1] ان تری ثنی (مخطوطہ)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۰

[3] فقد (مخطوطہ)

[4] والسکت ( " )

[5] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۰

[6] ایضا : ص ۰

اقول ـــــ اجبنا عن ھٰذا علٰی ھامش رد المحتار۔

۲۱۸
قولہ ـــــ وقد سبق ما فیہ [1]

اقول ـــــ وقد سلف فیہ۔

۲۱۹
قولہ ـــــ او التسری فان ذٰلک [2]

اقول ـــــ اجبنا عنہ علٰی ھامش رد المحتار فارجع الیہ۔

۲۲۰
قولہ ـــــ قبول الھبۃ والاسلام [3]

اقول ـــــ یعنی اذا کان ممیزا والا لا یصح الاسلام کاسلام ذاھب العقل اصلا لانہ اذعان واعتقاد ولا اذعان لھما۔

۲۲۱
قولہ ـــــ ان کان مضیعا لمالہ [4]

اقول ـــــ من کان مضیعا لمالہ فی الشر فانہ فاسق لا تقبل شھادتہ بھٰذا یعلم حکم اللاعبین بالناس فی لیلۃ البراءۃ وغیرہ وحکم الذین یستصنعون من القرطاس لعبات یطیرونھا فی الھواء وھٰذان الامران شائعان فی الھند بل وغیرہ ایضاً وحسبنا اللہ۔

۲۲۲
قولہ ـــــ فی البزازیۃ [5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۳ ، ص ۷۱

[2] ایضاً : ص ۷۹

[3] ایضاً : ص ۸۰

[4] ایضاً : ص

[5] ایضاً : ص ۱۰۱

اقول ـــــ وفی الهندیة اخذ دراهم من مال الصغیر فصرفها فی حاجة نفسه ثم رد مثلها الی الصغیر لا یبرؤ الا بابراء الصغیر بعد بلوغه اوکما قال یراجع الیها من باب الوصی۔

۲۲۳
قوله ـــــ وان ضم النقد یورث الخبث ، قہستانی [1]

اقول ـــــ عندی فیه کلام ذکرناه علٰی ہامش رد المحتار۔

۲۲۴
قوله ـــــ فی تناول المشتری فان الربح [2]

اقول ـــــ فی رد المحتار عن التبیین لا یحل له التناول منه قبل ضمان القیمة وبعده [3] یحل الا فیما زاد علٰی قدر القیمة وهو الربح فانه لا یطیب له ویتصدق به اھ فافاد ان حکم الربح غیر حکم الاصل فی بعض الصور ثم رأیت فی الهندیة عن التبیین انه صرح بهٰذا اعنی حل التناول من الاصل بعد الضمان لا من الربح فی صورة النقد ایضا حیث قال بعد ذکر مذهب الکرخی قال مشائخنا لا یطیب بکل حال ان یتناول منه قبل ان یضمن وبعد الضمان لا یطیب الربح بکل حال وهو المختار الخ قلت ویمکن ان یکون کلام الطحطاوی

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج ۴ ، ص ۱۰۵

[2] ایضاً

[3] ولعبده (مخطوطه)

فیما اذا لم یؤد الضمان فانہ حینئذٍ یکون الاصل و الربح کلاھما خبیثین حیث یحکم بالخبث ای عند الکرخی فیما اذا اشار و نقد و فی القول المختار مطلقا۔

٢٢٥ **قولہ** ــــ لو شرٰی بالف [1]

**اقول** ــــ قبل اداء الضمان۔

٢٢٦ **قولہ** ــــ و یصرفونہا الی حوائجھم [2]

**اقول** ــــ لعدم الملک فیعمل فی النقود ایضا نعم یزول بعد اداء الضمان فیباح الاکل و الفرط و کما حققنا علی ھامش رد المختار۔

٢٢٧ **قولہ** ــــ بہ امتہ لا یحل وطؤھا ولو غصب [3]

**اقول** ــــ ھذا خلاف الصحیح، ما لم یؤد الضمان۔ (ھذا خلاف الصحیح)

٢٢٨ **قولہ** ــــ باحدھما امرأۃ [4]

**اقول** ــــ ای بدراھم الغصب او الودیعۃ۔

٢٢٩ **قولہ** ــــ لا یحرم التناول لعدم تعلق العقد [5]

**اقول** ــــ ھذا ھو الموافق للضابطۃ المذکورۃ فی البیع

اصل میں ص ١٠١ جلد ... ذکر اللہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی، ج ٣، ص ١٠٥

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً

الفاسد ان کان الکلام فیما اذا نوی الضمان فانہ ح
بملکہ ولو ملکا خبیثا وقد تقدم ان الخبث ان کان
لفساد الملک لا یحل فیما لا یتعین فیطیب الربح ای
من دون تفصیل بین عقد و نقد اما ما یفیدہ ظاہر
اطلاقہ من الجواز مطلقا سواء ادی الضمان اولا فمخالف
للضابطۃ فان الخبث اذا کان لعدم الملک عمل فیما
یتعین وفیما لا یتعین فکیف یحل التناول فافہم فان
المقام من تزال الاقدام وقد حققنا الامر فی ہامش رد المحتار
من کتاب الغصب ومن البیع الفاسد فلیراجع واللہ
تعالی اعلم۔

**قولہ** ٢٣٠ ـــــ انہ لا ینقطع [1]

**اقول** ـــــ ومشی فی الخلاصۃ علی الانقطاع۔

**قولہ** ٢٣١ ـــــ او کانت دینا علیہ اھ مکی [2] [3]

**اقول** ـــــ ذکر المسئلۃ اوضح و ابین مما ھھنا فی غصب
الشاۃ عن السراج الوھاج ص۵۵۔

**قولہ** ٢٣٢ ـــــ وروایۃ عن ابی حنیفۃ۔

**اقول** ـــــ ھذا صریح فی انہ خلاف ظاہر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ١٠٦

[2] السید احمد المکی (مخطوطہ)

[3] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ١٠٦

الرواية[1] عن الامام لكن فى الخلاصة و الهندية وغيرهما انه قول الامام الاعظم والاستحسان قولهما وعليه الفتوىٰ لكن ذكر فى البزازية ان الامام نجم الدين النسفى كان ينكر ان يكون هٰذا قول الامام والعلم عند الله فان قلت على تقدير ان يكون هٰذا قول الامام ما الفرق بينه وبين المبيع فاسدة فان الامام لا يحل الانتفاع[2] به مع وجود الملك فيها خبيثا قلت لعله يفرق بينهما بان المغضوب بعد التغير لا يرد بخلاف المبيع فاسدة فانه واجب الرد بحكم التفاسخ الواجب لحق الشرع فكان حق الغير متعلقا بعينه بخلاف المغصوب المغير فافهم والله تعالىٰ اعلم۔

**۲۳۳ قوله** ــــ بما ذكر فى الكتب[3]

**اقول** ــــ تفييد[4] الاطلاق البداية ولعل المراد به[5] المبسوط ويمكن ارادة[6] مختصر القدورى كما هو المعروف عندهم عند اطلاق الكتاب لان القدورى تلميذ

---

[1] الرواية (مخطوط)

[2] الانتفاع ( " )

[3] حاشية الطحطاوى ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[4] تفييد (مخطوط)

[5و6] ( " )

تلمیذ تلمیذ الکرخ۔

۲۳۴
قولہ ــــــ و ذکرہ المصنف فی شرحہ [1]

اقول ــــــ و یؤیدہ تعبیر الخانیۃ ان لصاحب الاکثر ان یملک الآجر القیمۃ [2]

۲۳۵
قولہ ــــــ وانہ احسن[3] و نحن نفتی [4]

اقول ــــــ الذی فی القہستانی و فی العقود عنہ حسن بلا ھمزۃ التفضیل۔

۲۳۶
قولہ ــــــ و علیک بالمراجعۃ فانی ضعیف [5]

اقول ــــــ و وجہہ[6] الشامی[7] بتوجیہ ثالث فقال ای اذا کان ذلک البیت مشرفا علی العدو فللغزاۃ دخولہ فتقاتلوا العدو منہ او نحو ذلک فتامل اھ اقول و یظہر لی توجیہ رابع وھو ان بعض الکفرۃ اذا تکامنوا فی بیت رجل ذمی[8]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۶

[2] ان تملیک الآخر لظمتینہ ( مخطوطہ )

[3] احسن ( " )

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۰۸

[5] ایضاً : ص ۱۰۹

[6] وطبہ (مخطوطہ)

[7] الشامی ( " )

[8] وفی ( " )

اومسلم والغزاة یرون قتلہ وصاحب البیت لایأذن لھم فی الدخول جاز لھم الھجوم ولوفیہ الحریم فان صاحب البیت ھوالذی اسقط الحرمۃ بنھیہ ایاھم وخامس وھوما اذا اراد الغزاۃ الالتجاء الی بیتہ لحاجۃ اومصلحۃ ثم اقول ویمکن ان یکون کل ذلک مرادا فان الضابطۃ[1] ان مواضع الضرورۃ مستثناۃ کما فی الغمز عن التجنیس واللہ تعالٰی اعلم۔

۲۳۷

**قولہ** ـــــ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ[2]

**اقول** ـــــ عجیب فان الاجازۃ لاتلحق بالمعدوم وشرط صحۃ الاجازۃ قیام المعقود علیہ وھوالمنافع ھٰھنا وقد عدم نعم یجری ھٰذا التعلیل فیما اذا استعجل الاجرۃ قبل انتفاع المستاجر بالمستاجر فرد الی مالک۔

۲۳۸

**قولہ** ـــــ لایجوز دخول بیت انسان[3]

**اقول** ـــــ ھٰذہ المسائل من الاشباہ ولم یتکلم الحموی علی قولہ الا فی الغمز بشیئ۔

۲۳۹

**قولہ** ـــــ انہ افضل العلماء فی زمانہ[4]

---

[1] الضابط (مخطوط)

[2] حاشیۃ الطحطاوی ج۲، ص ۱۰۹

[3] ایضاً

[4] ایضاً : ص ۱۲۹

لك أنّ — صحیح وما کتبہ الکاتب خطأ راجع الاصل — د

اقول ـــــ الذی فی المنقول عنہ ص ۲۴۳ وقد ایدہ من صح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء فی اوانہ زین الملۃ والدین ابوبکر البانباری قد رأی فی المنام ابنہ شافعی المذہب الخ

۲۳۰ قولہ ـــــ ولاعبرۃ بغیر الفقہاء والمنقول لہ[1]

اقول ـــــ اذا وقع کلامہم مخالفا للفقہاء۔

۲۳۱ قولہ ـــــ ان یقال کجزء منہا فیحل ویحرر[2]

اقول ـــــ لا احتمال لہذا بعد ما نصوا ان المضغۃ نجسۃ وکذا الولد اذا لم یستہل ومعلوم ان کل نجس حرام۔

۲۳۲ قولہ ـــــ والذکر والانثیان والمثانۃ[3]

اقول ـــــ بقی الفرج والمرارۃ فانہما ایضا مکروہان کما سیأتی اٰخر الکتاب فی مسائل شتی۔

۲۳۳ قولہ ـــــ وکذا الدم الذی یخرج من اللحم[4]

اقول ـــــ لکن فی رد المحتار قولہ والدم المسفوح اما الباقی فی العروق بعد الذبح فانہ لایکرہ وسیذکرہ الطحطاوی[5]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۵۳

[2] ایضاً : ص ۱۵۵

[3] ایضاً : ص ۱۵۷

[4] ایضاً : ص ۳۶۰

[5] ط (مخطوط۔)

بمثله فی مسائل شتی۔

٢٤٣ ٢٤٤ **قوله** ـــــ هل الکراهة تحریمیة [١]

**اقول** ـــــ فی الذکر وما بعدہ۔

٢٤٥ **قوله** ـــــ عن العینی الجریث بکسر الجیم [٢]

**اقول** ـــــ صوابه الوانی فان عبارة ابی السعود الجریث سمکة متوطیٔ قاله العینی وقال الوانی الجریث بکسر الجیم۔

٢٤٦ **قوله** ـــــ قد علمت ان الکراهة [٣]

**اقول** ـــــ الکراهة المقیدة بالحل غیر مطلقة کما لا یخفی وانظر ما کتبنا علی هامش رد المحتار۔

٢٤٧ **قوله** ـــــ ان تصنع التعویذ لیحبها زوجها [٤]

**اقول** ـــــ لفظ محمد فی الجامع الصغیر التولہ بکسر التاء وفتح الواو وهو قسم من السحر لیعمل لاجل الحب فلا شك من حرمته واما ما کان باسم الله تعالٰی او اٰیة من الاٰیٰت مظهرا او مضمرا علی ما یعمله الفاعلون فهذا لا یظهر به بأس والاسماء لها اثر والحب عند الله محبوب والله تعالٰی اعلم نعم اذا ارادت المرأة تسخیر زوجها بحیث تکون حاکمة

یقول العینی فی شرح الکنز (ج ٢/ص ٣٢٦): وهی السمکة السوداء ١٠ د

---

[١] حاشیة الطحطاوی ، ج ٤ ، ص ١٥٧

رضا

[٢] ایضاً

[٣] ایضاً : ص ١٨٢

[٤] ایضاً : ص ١٨٣

[٥] درر (مخطوطه)

اعلم ١٢

قال عزوجل:

علیہ وھو مطیعا لہا فھٰذا وکل ما یفعل لھٰذا حرام لاشک لما فیہ قلب الموضوع المشروع نال عند ربّ جل الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علٰی بعض وھٰذا محمل اٰخر للتحریم۔

٧٤٨
**قولہ** ـــــ ولعل ھٰذہ العادۃ [١]

**اقول** ـــــ ای التخصیص [٢] بالفجر والعصر۔

٧٤٩
**قولہ** ـــــ کانت فی زمنہ [٣]

**اقول** ـــــ والاٰن فجمیع الصلوات کذٰلک، ھٰذہ تتمۃ کلام ابی الحسن۔

٧٥٠
**قولہ** ـــــ ان العین التی یغلب علی الظن [٤]

**اقول** ـــــ لفظ الھندیۃ وھٰھنا نقل الطحطاوی [٥] کل عین قائم یغلب علی ظنہ انھم اخذوہ من الغیر بالظلم وباعوہ فی السوق فانہ لاینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولہ الایدی اھ قلت فھٰذا اوضح وابین للمقصود لیعنی انما لایجوز شراء تلک العین المغصوبۃ [٦] التی یغلب علی الظن

---

[١] حاشیۃ الطحطاوی ، ج٢ ، ص ١٩٠
[٢] التخصیص (مخطوطہ)
[٣] حاشیۃ الطحطاوی ، ج٢ ، ص ١٩٠
[٤] ایضاً : ص ١٩٢
[٥] ط (مخطوطہ)
[٦] المغصوبۃ ( " )

انہا ہی المغصوبۃ۔

۲۵۱

قولہ ـــــ وان تداولتہ الایدی له

اقول ـــــ لان الحرام یتعدی الذمۃ علی المذہب المختار یستوی الحکم فی العروض والنقود ایضا لان الخبث لعدم الملک فیعمل فیما یتعین وفیما لا یتعین واما علی مذہب الکرخی فیجوز شراء ابدال النقود المغصوبۃ اذا لم یعقد علیہ وینعقد ہنا اما نفس تلک الاموال المغصوبۃ فلا یجوز شراؤہا ولا اخذہا فی الدین ولا امانۃ ولا بجہۃ مالم یبرأ او یؤدی الضمان بالاجماع لان الخبث لا یزول عن نفس المغصوب الا بذلک۔

۲۵۲

قولہ ـــــ ان یشتری منہ ٢ه

اقول ـــــ قلت فان استبدل الغاصب بہذا شیئًا اخر لم یجز شراء المبدل ایضاً اذا کان المغصوب مما یتعین لانہ انما ملکہ ملکا خبیثا لا یحل لہ الانتفاع بہ قبل البراءۃ علی المذہب المفتی بہ والخبث اذا کان لفساد الملک عمل فیما یتعین الا علی روایۃ ضعیفۃ وہی حل الانتفاع بمجرد التغیر والخلط وان کان مما لا یتعین جاز شراء البدل لان الخبث لفساد الملک ولا یعمل فیما لا یتعین۔

---

له حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۱۹۲

٢ه ایضاً

الا علی قول من قال ان الخلط والتغیر لا یفید ان الملک[1] اصلا ما المرید او یضمن قال الامام مفتی الثقلین علی ھذا اجمع المحققون من اصحابنا فات حینئذ یکون خبث الملک لعدم التعیین فیحمل فیہ فلا تحل الابدال ایضا[2] الا بالابراء[3] او التضمین فاحفظ[4] واللہ تعالی اعلم۔

۲۵۳
**قولہ** ـــــ لعن العاصر[5]

**اقول** ـــــ قلت ای العاصر بقصد المعصیۃ وھو المراد فی کلام الشارح رحمہ اللہ تعالی فصح التعلیل فانہ بھذا یقصد معصیۃ بنفسہ وزال منافاتہ لما سبق فافہم۔

۲۵۴
**قولہ** ـــــ من غیر اشتراط جائز[6]

**اقول** ـــــ قلت ومعلوم ان المعھود کالمشروط ولعلہ سبق للمحشی فی الاجارۃ۔

۲۵۵
**قولہ** ـــــ ذلک بل الظاھر ان المذھب الحرمۃ اھ[7]

---

[1] لا یفید (مخطوطہ)

[2] الابدال ایضا مکرر ( " )

[3] بالابراء ( " )

[4] فاحفظ قبل او التضمین ( " )

[5] حاشیۃ الطحطاوی، ج ۴، ص ۱۹۷ ـــ ۱۹۷

[6] ایضا : ص ۲۱۱

[7] ایضا : ص ۲۳۳

اقول — ولکن الاحادیث تقضی بالجواز والاستحباب وانظر ما قدم الشارح رحمه الله فی الحج۔

۲۵۶
قوله — لیس لفظ قیل فی نقل المصنف [1]

اقول — لکن قال الشامی قوله وقیل اذ لیس الخ کذا عبر فی المنح الخ

۲۵۷
قوله — وهو الصحیح وعن ابی یوسف [2]

اقول — لکن فی الخانیة عن العمادیة عن الصغری یفتی بنفاذ بیع المرهون ولیس لاحد من الراهن والمرتهن فسخه کما مر فی الطحطاوی من الاجارة ص۵۲ والله تعالیٰ اعلم۔

۲۵۸
قوله — من قال بالکراهة [3]

اقول — قلت وبه افتی الخیر الرملی فی الرهن ص۱۲۳۔

۲۵۹
قوله — فی حاشیة الاشباه وعلیه الفتوی [4]

اقول — قلت ویجب تقییده بما اذا لم یکن مشروطا فی العقد ولا معهودا کالمشروط راجع رد المحتار من البیوع باب القرض [5] ومن اول الرهن وهذا الکتاب

---

[1] حاشیة الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۴۴

[2] ایضاً : ص ۲۴۹ ۲۴۷

[3] ایضاً : ص ۲۵۴

[4] ایضاً

[5] رد المحتار ، ج۴ ، ص ۱۷۴

من ص۲۳۶۔

۲۶۰
قولہ ـــــ علیہ الصلوٰۃ والسلام [1]

اقول ـــــ ذکرہ فی تبیین[2] الحقائق۔

۲۶۱
قولہ ـــــ فان ذلک لایجوز[3] کذا ھٰھنا [4]

اقول ـــــ ولا یجبر بہ علی التسلیم کمن وھب مال غیرہ فانہ لم یصح الا ان یملک برضاہ کما فی العالمگیریۃ اخر الباب الاول من کتاب الوصایا۔

۲۶۲
قولہ ـــــ وما ذکرہ من التعلیل [5]

اقول ـــــ والذی یظھر للعبد الضعیف غفرلہ اللہ تعالیٰ ان السلطان ان ولی قضاء ناحیۃ لرجل واخری لاٰخر فنصب کل وصیا نفذ کل من صاحبہ لان کلا من القاضیین لہ الانفراد بالتصرف فکذا النائبیھما لما ذکر وان ولی علی بلد واحد قاضیین جملۃ فلیس لاحدھما الانفراد بالقضاء کما فی وکالۃ الاشباہ فکذا الوصیین واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۳
قولہ ـــــ ھٰذا لو اقرض لایکون خیانۃ [6]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ۲۸۰

[2] تبیین الحقائق (مخطوطہ)

[3] یجوز ( " )

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج۴ ، ص ~~۳۲۳~~ ۳۲۳

[5] ایضاً : ص ۳۳۹

[6] ایضاً : ص ۳۴۲

اقول ـــــ و لکن ضامنا کما فی الشامیۃ عن الخانیۃ۔

٢٦٤ قولہ ـــــ و فی الثانی خلاف انتہی [1]

اقول ـــــ وقد وفق بان القاضی ان فوض الیہ تفویضا عاما کان وصیہ وصیا والا لا وسیأتی شرحا منہ۔

٢٦٥ قولہ ـــــ لیس لہ ذلک لانہ اشتغال [2]

اقول ـــــ و ینبغی الافتاء قیاسا علی متولی الاوقاف اذا کان منصوب القاضی لیس للقاضی عزلہ [3] بلا حجۃ کمنصوب الواقف علی المفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

٢٦٦ قولہ ـــــ تصرفات الورثۃ [4]

اقول ـــــ ای لا برضی الغرماء کما فی الخانیۃ والحموی۔

٢٦٧ قولہ ـــــ لیس بشیئ لان [5] خبر المثبت [6]

اقول ـــــ لیس بشیئ فان الشان اولا فی الثبوت روایۃ ثم فی الثبوت درایۃ اذ لو صح عنہ رحمہ اللہ تعالٰی ان امرأۃ ماتت ولم تترک الا زوجہا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ٤ ، ص ٣٤٧

[2] ایضاً

[3] لیس للقاضی، مکرر (مخطوط)

[4] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ٤ ، ص ٣٦٧۔

[5] ان (مخطوط)

[6] حاشیۃ الطحطاوی ، ج ٤ ، ص ٣٩٤

فاعطاه[1] المیراث[2] کلہ لم یدل علی القول بالرد لان وقائع[3] العین تحتمل کل احتمال فجاز ان یکون ذلك الزوج ابن عمها فاعطاه الباقی بالعصوبة[4] الیہ جزم فی الاختیار۔

(تمت الحاشیۃ)

---

| | |
|---|---|
| [1] فاء طاہ | (مخطوطہ) |
| [2] المیرالشا | ( " ) |
| [3] متائع | ( " ) |
| [4] مالصوبہ | ( " ) |

کتبہ : شاہ محمد چشتی عفی عنہ

محلہ محمود پورہ قصور

۲۵ $\frac{1}{81}$